ہنسا ہیرا موتی چُگنا

مؤلفہ

سنتوکھ سنگھ

ٹی۔آر۔شنگاری

۱۹۷۹

'HANSA HIRA MOTI CHUGNA' (URDU)
—Santokh Singh
—Dr. T.R. Shangari

Published by :
Sewa Singh,
Secretary,
Radha Soami Satsang Beas,
Dera Baba Jaimal Singh,
Distt. AMRITSAR (Punjab)

© Radha Soami Satsang Beas-1979.

First Edition	1979	2,500
Second Edition	1980	3,000
Third Edition	1988	3,000
Fourth Edition	1996	3,000

Printed at : Sartaj Printing Press, Joshi Estate, Tanda Road, Jalandhar.

" جا ہنس سبھاوِ بیچار کر دیکھن
تا بگا نال جوڑ کدے نہ آوے
ہنسا ہیرا موتی چُگنا
بگ ڈڈا بھالن جاوے "

شری گورُو ارجن دیو
(آدی گرنتھ صفحہ ۹۶۰)

یعنی

اَے ہنس! (رُوحانیت کے کھوجی) اگر تُو غور کر کے دیکھے گا تو پائے گا کہ تیرا اَور بگلوں (عام دُنیاداروں) کا رہن سہن اَور بیوہار کبھی یکساں نہیں ہو سکتے، تیرا بگلوں کے ساتھ کوئی میل نہیں۔

اَے ہنس! (رُوحانیت کے متلاشی) تُجھے تو ہیرے موتی (یعنی ساتوِک بھوجن) کھانا ہے! مینڈک اَور مچھلی (گوشت وغیرہ) کی تلاش میں تو بگلے جاتے ہیں، ہنس نہیں۔

فہرست مضامین

مضمون		مؤلفہ	صفحہ
۱۔	ہنسا ہیرا موتی چگنا	سردار کرپال سنگھ نارنگ	۹
۲۔	گورباٹی اور گوشت خوری	سردار سنتوکھ سنگھ	۲۹
۳۔	گورو گوبند سنگھ جی اور شکار	سردار سنتوکھ سنگھ	۶۵
۴۔	گورمت کی رُو سے گوشت خوری بارے پڑتال	ڈاکٹر مان سنگھ نرنکاری	۷۶
۵۔	تواریخی اور فلسفانہ ثبوت	سردار سنتوکھ سنگھ	۸۵
۶۔	دیگر مذہبی کتابوں میں گوشت خوری کے بارے دلائل		۹۳
۷۔	سنتوں اور بھگتوں کے خیالات		۱۰۳
۸۔	اِنسان کی خوراک	پرنسپل نرنجن سنگھ	۱۱۶
۹۔	سبزی خور یا گوشت خور	پادری جیمز میلسی	۱۲۲

ضمیمے

		صفحہ
۱۔	ہُکمنامے	۱۲۷
۲۔ (ا)	گورو گرنتھ صاحب میں سے	۱۳۶
(ب)	بھائی گورداس کی بانی میں سے	۱۳۷
(ج)	بھگتوں کی بانی میں سے	۱۳۸
۳۔	مہاراج ساون سنگھ جی کے سخن	۱۳۹
۴۔	جین مذہب اور اہنسا	۱۴۱
۵۔	بدھ مذہب اور اہنسا	۱۴۳
۶۔	عیسائی مذہب اور گوشت کھانا	۱۴۵
۷۔	دی ایسینی گاسپل آف پیس	۱۴۶
۸۔	لنکاوتار سوتر کے آٹھویں کانڈ میں سے	۱۴۸
۹۔	ترو ولر کے سخن	۱۵۱
۱۰۔	مشہور صوفیوں کے سخن	۱۵۲
۱۱۔	کچھ مہاتماؤں کا مت	۱۵۴
۱۲۔	کچھ بڑے داناؤں کے سخن	۱۵۶
۱۳۔	مصنفوں کا تعارف	۱۶۷
۱۴۔	متعلقہ کتابوں کی فہرست	۱۶۸

گُزارش احوال

کتاب "ہنسا ہیرا موتی چگنا" بزبان پنجابی جوکہ لوگوں میں بہت ہی مقبولِ عام ہُوئی ہے، اِس کا پہلا ایڈیشن چند ہی مہینوں میں ختم ہو گیا۔ اُردو خواندہ بھائیوں کی پُرزور مانگ پر اِس کا اُردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اِس کتاب کی شروعات اِس خیال کے ساتھ ہُوئی کہ جس طرح دُوسرے سب مذہبوں کے فُقراء کاملِ، سنتوں اور بھگتوں نے دئیا مہر اور بخشش پر زور دیا ہے، کیا اِسی طرح سکھ گورو صاحبان نے بھی اِنسانی اور اخلاقی اوصاف کی تعلیم دی ہے؟ اگر دی ہے تو کیا اُنہوں نے گوشت خوری کی، جو رحم اور پریم و پیار کے اُصولوں کے ساتھ کبھی میل نہیں کھاتی، اجازت دی ہے؟ کیا متلاشیانِ حق اور نجاتِ حقیقی کے طلبگاروں کے لِئے گوشت کھانا ضروری ہے؟ اِن سب باتوں کو مدِّنظر رکھ کر کچھ عُلماءِ دین سے بات چیت کی گئی اور اُس کے نتیجہ میں اِس کتاب کی اِشاعت ہُوئی۔

اِس دَوران پنجابی یُونیورسٹی پٹیالہ کی طرف سے چھپوائے گئے گورو صاحبان کے حُکم ناموں میں سے شری گورو ہرگوبند صاحب اور شری بندہ بہادر کے حُکم ناموں پر بھی دھیان دیا گیا۔ گوربانی کے مُطالعہ اور اِن حُکم ناموں کی روشنی میں اِس کتاب کے لِکھنے والوں کے دِل میں کوئی شک باقی نہ رہا اور وُہ پُختگی سے اِس نتیجہ پر پہنچے کہ گورو صاحبان کی تعلیم کے مُطابق گوشت خوری ہر طرح سے غیر واجب اور ممنوعہ خُوراک ہے۔ "اور "من سنتوکھ سرب جیہ دَئیا" (من میں سنتوش اور سب جانداروں کے تئیں دَئیا اپناؤ۔ دیکھو آد گرنتھ گوڑی محلہ ۵ صفحہ ۲۹۹) کی تعلیم دینے والے فُقراءِ اعلےٰ کبھی بھی گوشت خوری کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔

اِس تحقیقات کے سِلسلہ میں کچھ دِیگر مذہبوں کے فُقراء کی تعلیمات اور مشرق و مغرب کے کئی عُلماؤں کے سُخن بھی سامنے آئے۔ اُن میں سے چند اِقتباسات کتاب میں شامِل کِئے گئے ہیں۔

آج دُنیا کے سب مُلکوں میں شاکاہاری خُوراک اپنانے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ مذہب رُوحانیت، اِنسانیت، صحت، عِلاج اور درازیٔ عُمر کی بُنیادوں پر گوشت، مچھلی اور انڈہ وغیرہ کا ترک اور پھل، سبزی اناج کے اِستعمال کے حق میں بہت زیادہ کہا اور لِکھا جا رہا ہے۔ آجکل کے وئیدوں، ڈاکٹروں، حکیموں اور حفظانِ صحت کے ماہرین میں سینکڑوں عالِم و فاضِل شاکاہاری خُوراک کی برتری کو مانتے ہیں۔ دُنیا کے قُدرتی طریقہ عِلاج

کے سبھی معالج گوشت اور مچھلی وغیرہ کے اِستعمال کو بہت ہی نقصان دہ خُوراک قرار دیتے ہیں۔

اِس کِتاب کی اِشاعت کا مقصد صحت، بیماریوں کے عِلاج یا لمبی عُمر کے حصُول کی بُنیاد پر شاکاہاری خُوراک پر غور و خوض کرنا نہیں ہے۔ اِس میں صرف رُوحانی، سماجی اور اِخلاقی نکتۂ نظر سے ویشنُو اور گوشت آمیز خُوراک پر غور کیا گیا ہے۔

خالِص رُوحانیت کا پرچار کرنیوالے ہر گورُو پیر نے جیو دئیا اور رحم پر زور دیا ہے اور سادہ ویشنو خُوراک کی تعلیم دی ہے۔ جُوں جُوں وقت گزرتا گیا اُن فُقراء کی اصلی تعلیم اور پاکیزہ رہن سہن کے ڈھنگوں میں آمیزش ہوتی گئی اور اُن کے پیروکار اُن اعلیٰ اصُولوں کو بھُولنے لگے جن مذہبوں کی اصل بُنیاد ہی جیو دئیا اور سادہ ویشنو خوراک تھی، اُنکے پیروکار تشدّد اور گوشت خوری میں پڑ گئے۔ "گھٹ گھٹ میں سائیں لبے،" ماننے والے لوگوں کو مذہب کے نام پر ظُلم اور تشدّد کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ رہی۔ پھر بھی جنکا اِس بات پر یقین واثق ہے کہ "سبھ گھٹ تیں کے سبھ تیں کے ٹھاؤ" وہ آج بھی گوشت خوری سے دُور رہتے ہیں۔

سینکڑوں سال گزر جانے پر بھی عیسائی مذہب میں آج بھی ایسے کئی فِرقے ہیں جو ویشنو خُوراک اِستعمال کرتے ہیں۔ سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ، ٹرےپسٹ، میتھوڈسٹ، رومن کیتھولک میں سینٹ بینڈکٹ فرقہ کے لوگ، روزی کیوشی انز وغیرہ عیسائی مذہب کے فرقے آج بھی گوشت سے پرہیز کرتے ہیں اور شاکاہاری خوراک پر گزارہ کرتے ہیں۔ اِسی طرح مذہب اِسلام میں بھی کئی صُوفی فقیر اور ولی ہُوئے ہیں جو گوشت خوری سے پرہیز کرنے پر زور دیتے ہیں۔ ہندوستان میں ویدوں اور شاستروں میں خُوراک کو تین حِصّوں میں مُنقسم کیا گیا ہے۔ (۱) ساتوِک (۲) راجسک اور (۳) تامسک۔ ساتوِک خوراک میں پھل، سبزیاں، میوہ جات، اناج اور دُودھ دہی وغیرہ آتے ہیں۔ راجسک خُوراک میں دالوں کی کچھ قسمیں، مرچ مصالحے، کھٹی اور چٹپٹی اشیاء اور گرم تاثیر رکھنے والی اشیاء شامل ہیں۔ گوشت، مچھلی، انڈے اور اِن سے بنی ہُوئی سب چیزیں تامسک خُوراک ہیں۔ تامسک خُوراک راکشسی فِطرت کو پیدا کرتی ہے اور اِسے راکشسوں کی خُوراک کہا گیا ہے۔ خُدا کے بندوں، متلاشیانِ حق اور دائمی نجات کے خواہش مند لوگوں اور حبسُ الدم کے عاملوں کے لئے ساتوِک خُوراک لازمی اور نہایت ضرُوری ہے۔

شاکاہاری خُوراک صِرف طریقۂ خُوراک ہی نہیں ہے بلکہ مغربی ممالک میں ویشنُوپن یعنی شاکاہاری ہونا ایک ضبط، اصُول اور قاعدہ کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ شاکاہاری خُوراک کا مطلب صِرف گوشت مچھلی اور انڈہ وغیرہ سے پرہیز کرنا ہی نہیں ہے بلکہ سب چرند و پرند اور ہر جاندار کے تئیں رحم، دئیا اور پیار کا جذبہ

پیدا کرنا ہے۔ صرف بنی نوع اِنسان ہی نہیں بلکہ چرند و پرند کا قتل اور اُن پر ظلم اور تشدد کی مُخالفت کرنا، عالمگیر امن و آشتی کی کھوج، آپسی میل مِلاپ کی خواہش اور ہر جاندار پر رحم کرنا ویشنوپن کا ہی حِصّہ مانا جاتا ہے۔ صِرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ سب مُلکوں کے سنتوں اور مہاتماؤں نے اِنسانیت کے اِس گہرے جذبے کو بُنیاد اور اصُول مان کر ویشنوپن کی تعلیم دی ہے۔ اِس کتاب کے مُصنّفوں نے بھی اِنسانیت کے اِس وسیع جذبہ کو قبُول کرتے ہُوئے اپنے خیالات پیش کِئے ہیں۔

اِس کِتاب کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر سُرجیت سِنگھ امرتسر نِواسی نے جس محنت اور جانفشانی سے کِیا ہے اُس کے لِئے ہم اُن کے تہہ دِل سے ممنُون و شُکرگزار ہیں۔

سنتوکھ سِنگھ

تِلک راج شِنگاری

ہنسا ہیرا موتی چگنا

—— کرپال سنگھ نارنگ

جس اِنسان نے خُدا کے وِصال کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہو، جو اِس مقصد کی حصُول کو ہی ایمان سمجھے، کیا اُس اِنسان کے لِئے گوشت کھانے اَور شراب پینے سے پرہیز کرنا ضرُوری ہَے؟ یہ خیال کئی برسوں سے میرے دِماغ میں چکر لگا تار ہا ہَے۔ اِس مضمُون کے جُدا جُدا پہلوؤں پر عالم و فاضِل لوگ اپنی عقل و دانش کے مُطابِق اپنے اپنے خیالات پیش کرتے رہے ہَیں۔ اِس مضمُون پر مَیں نے کئی پُرانے گرنتھوں، بھگت بانی اور گورُبانی کا بغور مُطالعہ کیا ہَے۔ اِس کے عِلاوہ مغربی مُلکوں کے مذہبی پیشواؤں، معُزز و نیک اِنسانوں کی سوانح حیات کا مُطالعہ بھی بڑے غور و خوص سے کیا ہے اور اُن لوگوں کی زِندگیوں کا مُطالعہ بھی کیا ہے جنہوں نے اپنا وقت دُنیا کے عَیش و عِشرت میں گزُارا ہَے۔ اِن دونوں پہلوؤں کے مُطالعہ کے بعد مَیں نے یہ محسُوس کیا ہَے کہ دُنیا میں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے جو اِس 'کائنات' کا اپنے من کی مرضی کے مُطابِق زیادہ سے زیادہ اِستعمال کرنا ہی اِس زندگی کا مقصد سمجھتے ہَیں۔ وُہ دُنیا داری میں بُری طرح اُلجھے ہُوئے ہیں۔ اُن کے دِل میں نہ تو پرماتما کو پانے کی خواہش ہے اور نہ ہی وُہ اِس کی ضرُورت سمجھتے ہیں۔ اُن کی زِندگی کا مقصد ہی کائنات کا من مانا اِستعمال و خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل ہَے، وُہ جو مرضی ہو کھائیں، جو جی کرے نوش فرمائیں۔ لیکن اَیسے رُوحانیت کے متلاشی یا نیک سیرت اِنسان جن کے من میں مالِک کا پریم ہے، پرماتما سے مِلنے کی تڑپ ہَے، جن کو دائمی آنند کی کھوج ہَے جن کے واسطے مذہب صِرف دِکھاوا ہی نہیں، بلکہ جان کی بازی ہَے، اُن لوگوں کے لِئے گوشت کھانا تو منع ہے ہی، علاوہ ازیں اِندریوں کو طاقت دینے والی اور من کو اِندریوں کی طرف راغب کرنے والی، جِسم میں اُکساہٹ اَور من میں خرابی پَیدا کرنے والی ہر چیز کا تیاگ کرنا ضرُوری ہَے۔

اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ گوشت، مچھلی، انڈہ اور شراب رُوحانی ترقی میں رُکاوٹ

ڈالنے والی اشیاء ہیں۔ رُوحانیت کا شوق رکھنے والوں کو نہ صرف گوشت، مچھلی انڈہ، وغیرہ تامسک خُوراک سے ہی پرہیز کرنا پڑتا ہے بلکہ وہ پاک اور سادہ خُوراک بھی بہت تھوڑی مقدار میں کھاتے ہیں تاکہ اِندریاں پربل نہ ہوں۔ گوربانی گورمکھوں کے واسطے "ان پانی تھوڑا کھائیا" کا اصُول قائم کرتی ہے۔ ایک خُدا رسیدہ فقیر کے یہ سُنہری الفاظ ہمیشہ یاد رکھنے والے ہیں "یہ جسم کو زندہ رکھنے کے لیئے بہت تھوڑی خُوراک کی ضرورت ہے۔ اِس جسم کو جِتنا کم دو گے یہ تُمہیں (رُوحانیت میں) اُتنا زیادہ کام دے گا۔ جس قدر اِس کو زیادہ دو گے یہ تُم کو تھوڑا کام دے گا اور اگر کہیں دھوکے یا غلطی سے اِس کو گوشت، مچھلی، انڈہ کی کھانے کی عادت پر ڈال دیا تو پھر اِس سے کوئی اُمید نہ رکھو۔"

گورُو نانک دیوجی نے 'جپ جی صاحب' کی ستارھویں اور اٹھارھویں پوڑی میں اِن دونوں قِسم کے سوبھاؤ والے لوگوں کا ذکر اِن معنی میں کیا ہے: "ایک ایسے سوبھاؤ والے اِنسان ہیں جو دُنیاوی لذتوں میں مدہوش ہیں، ابھی وُہ رُوحانی زندگی میں محو ہونا نہیں چاہتے۔ وہ ناسمجھی سے من کے ماتحت ہو کر دُنیا کی اصلیت سمجھے بغیر زندگی گزار رہے ہیں۔" اٹھارھویں پوڑی میں آپ لِکھتے ہیں:

اسنکھ مُورکھ اندھ گھور * اسنکھ چور حرام خور
اسنکھ امر کر جاہہ جور * اسنکھ گل وڈھ ہتیا کماہہ
اسنکھ پاپی پاپ کر جاہہ * اسنکھ کُوڑیار کُوڑے پھراہہ
اسنکھ ملیچھ مل بھکھ کھاہہ (آدی گرنتھ صاحب صفحہ ۴)

دُوسری طرف اِس کے برعکس ستارھویں پوڑی میں گورُو نانک دیوجی اُن سادھکوں، گورمکھوں، سنتوں، بھگتوں، سُورماؤں اور مونیوں کا ذکر کرتے ہیں جو جھُوٹ اور پاپ والی اُوپر بتائی جماعت سے علیحدہ ہیں:

اسنکھ جپ اسنکھ بھاؤ
اسنکھ پُوجا اسنکھ تپ تاؤ
اسنکھ گرنتھ مُکھ وید پاٹھ

اسنکھ جوگ من رہہ اُداس
اسنکھ بھگت گُن گیان وِیچار
اسنکھ ستی اسنکھ داتار   (آدی گرنتھ صاحب صفحہ ۳-۴) لہ

'جپ جی' کی اِن پوڑیوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گوشت کھانے والوں کو گورو نانک صاحب نے کس جماعت میں رکھا ہے۔ میرے سِکھ بھائی کہتے ہیں کہ گرنتھ صاحب میں کہاں لکھا ہے کہ گوشت نہیں کھانا؟ گورو گرنتھ صاحب رُوحانیت کا عظیم گرنتھ اَور خزانہ ہے۔ اِس میں اعلیٰ زندگی گزارنے کی خوبصورت تعلیم اَور اِشارے ہیں اَور یہ تعلیم اَور اِشارے بالکُل صاف ہیں۔ "اسنکھ گل وڈھ ہتّیا کما ہِ، اسنکھ پاپی پاپ کر جا ہِ"، کا مطلب صاف ہے۔ اِن شبدوں کا یہ مطلب نکالنا کہ آدمیوں کو قتل کرنے کی تو گورو گرنتھ صاحب نے مُمانعت کی ہے، جانوروں کو قتل کرنے کی نہیں، بانی کے من مانے معنی نکالنا ہے۔ گورو کی بانی اور گورو کے شبدوں کے صاف معنی نِکلتے ہیں اور وُہ ہر سِکھ پر لاگو ہوتے ہیں۔ یہ کہنا کہ فلاں جنم ساکھی میں کورو کشیتر میں گورو صاحب نے گوشت پکا کر لوگوں کے وہم دُور کِئے، جپ جی کی بانی کے شبدوں کے خِلاف ہے۔ اور لوگوں کو ایک بہُت بڑے بھرم میں پھنسانے کے برابر ہے۔ اِسلئے یہ کہانی، دیگر کئی کہانیوں کی طرح مانی نہیں جا سکتی۔ اِس کہانی کی مِثال دینے والے یہ بھُول جاتے ہیں کہ جب ڈھکنا اُٹھایا گیا تو برتن میں سے کڑاہ پرشاد (حلوہ) ہی نکلا تھا، بالکُل اُسی طرح جس طرح جب گورو انگد صاحب مُردہ کھانے لگے تو وہاں مُردہ نہیں، حلوہ تھا۔

شری گورو ارجن دیو جی اپنی بانی میں اِس بات کو ایک اَور مِثال دے کر صاف کرتے ہیں۔ وُہ خُدا کے ساتھ سچی محبّت کرنے والوں کو سِکھ یا ہنس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر جو رب کے رنگ میں نہیں رنگے ہوئے، صرف شریعت کو ہی مذہب کا بڑا انگ مانتے ہیں، اُن کو بگلے بھگت کہتے ہیں۔ ہنسوں اور بگلوں کی خوراک نہ کبھی ایک ہوئی ہے اَور نہ ہو ہی سکتی ہے۔ ہنسوں کی خوراک موتی ہے اَور بگلوں کی مچھلی، مینڈک۔ آپ فرماتے ہیں:

لہ اِس کِتاب میں گورو گرنتھ کے جو صفحے دیئے گئے ہیں، وُہ ۱۴۳۰ صفحوں پر چھپے ہوئے آدی گرنتھ صاحب کے مطابق ہیں۔

"ہنسا ہیرا موتی چگنا بگ ڈڈا بھالن جاوے۔" (آدگرنتھ صاحب صفحہ ۹۶۰)
عام لوگ گوشت خوری کے بارے ایک بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ گوشت تو ساری دُنیا کھاتی ہے؟ کیا وہ سب ہی گناہوں کے حق دار ہوں گے؟ کیا گوشت کھانے کی وجہ سے وہ ادنیٰ درجہ کے آدمی ہیں؟ اِس کی بابت میرا خیال ہے کہ صِرف بڑی اکثریت کا کسی طرف ہونا اپنے آپ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ گوربانی میں کئی بار آیا ہے کہ دُنیا میں مومن (گورمکھ) یا سچا صِدقی سِکھ تو کروڑوں میں سے کوئی ایک ہی نکلتا ہے (کوٹن مہہ نانک کوئی)۔ یہ کہہ دینا کہ کروڑوں آدمی گوشت کھاتے ہیں، صِدقی سِکھ یا ابھیاسی (سادھک) کے طریق کو غلط ثابت نہیں کرتا۔ اِس بات سے شاید ایک غلط معنی یہ بھی نِکالا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اُس نے گوشت کھانا چھوڑ دیا ہے، اِس واسطے وہ نیک یا گورمکھ بن گیا ہے، تو یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ وہ اِنسان جن کے دِل میں ربّ کا سچا پیار پیدا ہو جاتا ہے، وہ ہنسوں کی طرح پاک اور سادہ خوراک اپنا لیتے ہیں۔ اِس لئے وہ گوشت خوری سے ضرور پرہیز کریں گے۔ گوشت چھوڑ دینے سے ہی آدمی ہنس نہیں بن جاتا۔ اگر کسی اِنسان کے دِل میں خُدا کی سچی محبت جاگ پڑے وہ آدمی تشدد اور قتل کر ہی نہیں سکتا اور گوشت کھا ہی نہیں سکتا۔

کوئی آدمی اُس وقت تک خُدا کی راہ پر چل ہی نہیں سکتا جب تک کہ اُس کے دِل میں درحم، نہ ہو۔ اُس کا تو ہر جاندار کے ساتھ پیار ہوتا ہے درحم، (دئیا) دھرم کی بُنیاد یا جڑ ہے۔ سنگدل آدمی کو خُدا کی ہستی کا احساس ہو ہی نہیں سکتا۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں۔

"دئیا دِل میں راکھیئے تو دے کبھی نہ ہوئے۔ سائیں کے سبھ جیو ہیں کیڑی کُنجر دوئے"

"جپ جی" میں آیا ہے "دھول دھرم دئیا کا پُوت"۔ راگ گوڑی میں گورو ارجن دیو جی لکھتے ہیں، (جیتے جیہ تیتے سبھ تیرے)۔ گورو ارجن دیو جی گوڑی باون اکھری (صفحہ ۲۵۲) میں فرماتے ہیں: "دکھیت ہست مہہ پُور سمالے"۔ گوربانی تو صاف لفظوں میں کہتی ہے "ہنسا ممتا موہ چُکاوے۔" (آدی گرنتھ صاحب صفحہ ۸۴۰) اور "ہنسا تو من تے نہیں چھوٹی جیہ دئیا نہیں پالی۔" (گرنتھ صفحہ ۱۲۵۳)

جبکہ خُدا ہر ایک کے اندر موجود ہے۔ ظُلم کی مُمانعت ہے اور ہر جاندار پر رحم کرنا خُدا کی عبادت کے واسطے ضروری ہے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی نیک سیرت اِنسان جانوروں کو مارنے، کو مُرشد پرستی کے لیئے کس طرح جائز سمجھتا ہے؟ وَیسے بھی کبھی کبھی قیاس کرنا چاہیئے کہ اگر کوئی ہمارے ساتھ ظُلم کرتا ہے تو ہم پولیس یا جج سے اِنصاف مانگ کر اپنے بچاؤ کی بات سوچ لیتے ہیں۔ اگر ہم گوشت خور ہیں، تو پھر شیر اور چیتے کا گوشت تو نہیں کھاتے، البتہ اُن معصُوم جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جنہوں نے کبھی ہمارا کُچھ نہیں بگاڑا۔ اگر اِن معصُوم جانوروں کی زبان ہوتی اَور ہم اُن کی بولی سمجھتے، تو ہمیں پتہ لگتا کہ وہ خُدا کی حضُوری میں کیا دُعا کر رہے ہیں:۔ اے خُداوند کریم! آج ہماری فریاد سُن لے۔ یا خُدا! ہم معصُوم جانور اِتنا دُکھ پا رہے ہیں۔ یہ دُنیا والے کب سمجھیں گے کہ ہمیں بھی تُو نے ہی بنایا ہے۔ اور ہمارا درد بھی اِن کے درد جیَسا ہی ہوتا ہے۔ اے پرماتما! تُو اِن گمرُاہ اور بھُولے لوگوں کو کب احساس کرا دے گا کہ ہم بھی تیرے ہی ہیں؟ یہ ہنیں کب اِنسان (تیری خُوشی حاصِل کرنے کے لیئے) دھرم، ایمان، رحم اور پیار کو اپنائے گا اور ہمیں اِس ظُلم سے آزاد کرے گا۔ اے خُدا! سُن لے یہ ہماری پُکار۔[۱]

---

[۱] If animals could voice their prayer, they would say :—

"Let our cries be heard to-day,
This, O Lord, is what we pray ;
We the creatures who suffer so,
Want all mankind to know,
And hope they will understand,
That we too were fashioned by Your Hand,
That our flesh feel pain the same as they,
O, tell them Lord, we belong to you,
So, we ask, allow this plea,
To reach all men, and set us free
Let compassion and kind be man's way,
Thus, O Lord, is what we pray."

کبیر صاحب (اپنی بانی میں، جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہے) فرماتے ہیں،

" بید کتیب کہو مت جھوٹے جھوٹھا جو نہ بچارے
جو سبھ مہہ ایک خدائے کہت ہو تو کیوں مُرغی مارے (آدی گرنتھ، صفحہ ۱۳۵۰)

کبیر صاحب کی یہ بانی شری گورو گرنتھ صاحب کا حصّہ ہے اور گورو روپ ہے۔ میرا کوئی بھی سکھ بھائی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بانی کبیر صاحب کی ہے۔ اس لیئے یہ لاگو نہیں۔ جب بانی گورو گرنتھ صاحب میں درج ہو گئی تو وہ منظور شدہ ہو کر لکھی گئی۔ یہ بانی بڑے صاف الفاظ میں گوشت، مچھلی اور شراب کی ممانعت کرتی ہے۔

کبیر بھانگ ماچھلی سُرا پان جو جو پرانی کھانہہ
تیرتھ برت نیم کیئے تے سبھے رساتل جانہہ (آدی گرنتھ صاحب، صفحہ ۱۳۷۷)

پھر اور جگہ آپ فرماتے ہیں۔

سر جیو کا ٹہہ نر جیو پُو جہہ انت کال کو بھاری (آدی گرنتھ صاحب، صفحہ ۳۳۲)

کبیر جیہ جو مارے جور کر کہتے ہہہ جو حلال
دفتر دئی جب کاڈھ ہے ہوئے گا کون حوال (آدی گرنتھ صاحب، صفحہ ۱۳۷۵)

پھر کہتے ہیں،۔

کبیر خُوب کھانا کھیچری جا مہہ امرت لون
ہیرا[1] روٹی کارنے گلا کٹاوے کون (آدی گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۷۴)

کبیر صاحب کفر اور ایمان کے مسئلے کو بالکل صاف کر دیتے ہیں اور کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں رہنے دیتے۔ آپ فرماتے ہیں 'اے پنڈتو! کیوں تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ تم رام نہیں جپتے، تم بمعہ خاندان ڈوبو گے۔ وید اور پران پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ اگر اِن پر عمل نہیں کرنا تو اِن کا علم ہونا اسی طرح ہے جس طرح گدھے کی پیٹھ پر چندن لادا ہُوا ہو۔ تم نے رام نام کی

---

[1] گوشت والی روٹی۔

اصلیت نہیں جانی، پار کس طرح جاؤ گے؟ تم جانوروں کے قتل کو تو ایمان کہتے ہو تو پھر یہ بتاؤ کہ کفر کیا ہوتا ہے؟ جانوروں کے قتل کرنے کا اُپدیش کر کے اپنے آپ کو بڑے مُنی سمجھتے ہو، اگر جانوروں کو قتل کرنے والے لوگ مُنی ہوتے ہیں تو یہ بھی بتاؤ کہ قصاب کون لوگ ہوتے ہیں؟

پڈِیا[1] کون کُمت تم لاگے۔

بُوڈ ہو گے پروار سکل سیوں رام نہ جپہو ابھاگے۔ رہاؤ۔

بید پُران پڑھے کا کیا گُن خر چندن جس بھارا

رام نام کی گت نہیں جانی کیسے اُترس پارا۔۱۔

جیہ بدھہو سو دھرم کر تھاپہو ادھرم کہو کت بھائی

آپس کو مُنی ور کر تھاپہو کا کو کہہو قصائی۔۲۔

(آدگرنتھ صاحب صفحہ ۱۱۰۲-۱۱۰۳)

اِسی ضمن میں گورُو نانک صاحب کے شبدوں "ماس ماس کر مُورکھ جھگڑے" اور "پہلاں ماسہو نمیّا" (صفحہ ۱۲۸۹-۱۲۹۰) جن کا عام چرچا ہے، کا ذکر کرنا ٹھیک رہے گا۔ دُوسرے کئی شبدوں کو بھی مضمون میں سے علیحدہ کر کے من مرضی کے معنی لگانے کے واسطے اِستعمال کیا جاتا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گورُو صاحب نے گوشت کھانے کی اِجازت دی ہے۔ اصل میں یہ شبد بھی اُن پنڈتوں کے تعلق میں لکھے گئے ہیں، جو ایک قِسم کے گوشت کو جائز اور دُوسری قِسم کے گوشت کو ناجائز کہتے تھے، جو کِسی وقت پر گوشت کھانا ثواب سمجھتے تھے اور کِسی وقت پر اِس کے اِستعمال سے منع کرتے تھے۔ یہ حالت آج بھی سماج میں پائی جاتی ہے۔ آج بھی ہم بُدھ جینتی، مہاویر جینتی، گاندھی جینتی وغیرہ کے دِنوں میں بُوچڑ خانے اور گوشت کی دُکانیں بند رکھتے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ اگر ایک دِن گوشت کھانا جائز نہیں ہے تو دُوسرے دِن کِس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ گورُو صاحب کا پہلا مقصد پنڈتوں کے مندرجہ بالا طریق کا خاتمہ کرنا تھا اور

---

[1] پنڈِت۔

دُوسری طرف یہ تعلیم دینا تھا کہ گوشت نہ کھانے کا غُرور بھی دیگر ہر قسم کے غرُور کی طرح غرُور ہی ہے۔ ہر قسم کے غرُور کی طرح اِس غرُور سے بچنا بھی لازمی ہے۔ گورُو صاحب بار بار اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ صِرف گوشت کے بارے جھگڑے کھڑے کرنا ہی کافی نہیں "گیان دھیان بجُھنا" خُدا کے ساتھ محبّت کرنا اَور نام جپنا بھی ضرُوری ہے۔

گورُبانی میں کئی اَیسی اَور سطریں بھی ہیں جن کو جُدا کر کے یا کاٹ چھانٹ کر کچھ عالموں نے اپنی پسند کے معنی نِکال کر یہ ثابت کرنے کی کوشِش کی ہے کہ گورُبانی گوشت کھانے کی اِجازت دیتی ہے۔ جَیسا کہ!

"ہسندیاں کھیلندیاں پینندیاں کھاوندیاں وِچے ہووے مُکت"

(آدی گرنتھ صاحب صفحہ ۵۲۲)

لیکن گورُبانی میں یہ بہت بڑی خُوبی ہے کہ سارے کا سارا شبد ایک ایسے چوکھٹے میں جڑا ہوتا ہے کہ ایک تُک یا کڑی کو دُوسری سے جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اُوپر والی کڑی کو پہلے والی کڑی کے ساتھ جوڑ دِیا جاوے تو معنی بالکُل صاف ہو جاتے ہیں۔ اُوپر والی کڑی کی پہلی سطر ہے، "نانک ستگُور بھیٹئے پُوری ہووے جُگت"۔ اگر کوئی اپنے من اَور اِندریوں کی لذّات اور حرص و ہوس کو چھوڑ کر مُرشدِ کامِل کی اطاعت میں آجاتا ہے، اُس کو ترکِ دُنیا کی ضرُورت نہیں پڑتی۔ وُہ اپنے آپ کو کٹھن سادھنوں کے ذریعہ کشٹ دے کر دُکھوں میں نہیں ڈالتا۔ وُہ مُرشد کی رضا میں رہتا ہُوا، دُنیا میں ہنستا، کھیلتا، کھاتا پیتا خُدا سے وِصال کر سکتا ہے۔ کوئی روشن دِماغ شخص اِس کڑی کے یہ معنی نہیں نِکال سکتا کہ گورُو صاحب نے ہر شَے کے کھانے اور پینے کی اِجازت دی ہُوئی ہے۔ اگر اَیسا ہوتا تو گورُو صاحب شری کبیر صاحب کے اِس شبد کو کبھی بھی گورُو گرنتھ صاحب میں درج نہ کرتے:۔

"کبیر بھانگ ماچھلی سُرا پان جو جو پرانی کھانہہ
تیرتھ برت نیم کیئے تے سبھے رساتل جانہہ۔" (آدی گرنتھ، ۱۳۷۷)

گورُو صاحب نے گورُو گرنتھ صاحب میں بھگتوں و دِیگر مہاتماؤں کی بانی درج کرتے وقت

اُن کی ساری بانی کو رُوحانیت کی کسوٹی پر لگایا۔ اُنہوں نے بھگت کبیر صاحب کے وہی شبد گورُو گرنتھ صاحب میں داخِل کیئے جو گورُو صاحبان کی تعلیم اَور فلسفہ کے مُطابِق تھے۔ مثلاً کبیر صاحب سے مُنسلِک عورت ذات کا درجہ گھٹانے والے کئی شبد گورُو گرنتھ صاحب میں شامِل نہیں کیئے۔ اِسی طرح بابا فریدؔ جی کے بھی کئی شلوک جو گورُمت کے بُنیادی اصُولوں کے ساتھ مُطابقت نہ رکھتے تھے شامِل نہیں کیئے گئے اور بابا فریدؔ جی کے کئی ایسے شلوکوں کی وضاحت بھی کی جو اُن کی تعلیم کے بارے میں شکُوک پیَدا کرتے تھے۔ گوشت خوری کی مُمانعت کرنے والے شلوک یا شبد منظُور فرماکر اِسی واسطے گورُو گرنتھ صاحب میں شامِل کیئے گئے کیونکہ گوشت خوری کی ممانعت گورُو صاحبان کی تعلیم کا ایک بُنیادی اُصول تھا، جیَساکہ اُوپر بھی " جپ جی " کی ایک پَوڑی کے حوالے سے صاف طور پر بتایا گیا ہے۔

آدی گرنتھ صاحب کا فرید کوٹی ترجمہ عالموں اور بہت بڑے مذہبی رہنماؤں نے کیا ہے۔ وہ ترجمہ اِس بات کو صاف کرتا ہے کہ اِس شبد سے کسی طرح بھی گوشت خوری کی اِجازت کے معنی نِکالنا ٹھیک نہیں۔ اِسی طرح بسنت محلہ ۵، میں سے ایک سطر کے آدھے حِصّے "سِنگھ رُچے سد بھوجن ماس" میں سے گوشت خوری کی اِجازت کے معنی نِکال لینا گورُبانی کی توہین کرنا ہے۔ سارے کا سارا شبد نیچے فُٹ نوٹ۱؎ میں درج ہے جو گورُو صاحب کے اصل مقصد کو بالکُل صاف کر دیتا ہے۔ گورُو صاحب مِثال دیتے ہیَں کہ جِس طرح نشئی کو نشے سے پیار ہے، دوکاندار کو دولت سے پیار ہے، مور کو بادل، ماں کو بچّہ اور سِنگھ کو یعنی شیر کو گوشت سے پیار ہوتا ہے اُسی طرح خُدا کے بندوں کو خُدا کے ساتھ مُحبت کرنے میں خُوشی حاصِل ہوتی ہے۔ پنجابی ڈِکشنری میں بھی سِنگھ کے معنی "شیر" ہی کے ہیَں، نہ کہ سِکھ کیئے گئے ہیَں۔

۱؎ ہٹوانی دھن مال ہاٹ کِیت ٭ جُوآری جوُئے ماہہ چِیت
امِلی جیوے امل کھائے ٭ تیئوں ہرجن جیوے ہر دھیائے۔ ۱۔
اپنے رنگِ سبھ کو رچے ٭ جِت پربھ لائیا تِت تِت لگے۔ ۱۔ رہاؤ
(بقیہ فُٹ نوٹ صفحہ ۱۸ پر دیکھیں)

گورو صاحبان کے زمانے کے ایک مؤرخ نے اپنی فارسی تصنیف "دبستانِ مذاہب" میں صاف لکھا ہے کہ گورو ارجن دیو جی کو ایک خاص حکم صادر کرنا پڑا کہ "گوشت کھانا گورو نانک کے گھر میں منع ہے"۔ اسی طرح چھٹی پاتشاہی کے حکم نامے، بندہ بہادر کے حکم نامے، جو تخت ہری پٹنہ صاحب سے موصول ہوئے ہیں، سنگت کو صاف حکم دیتے ہیں کہ "ماس مچھلی کے نزدیک نہیں جانا"۔ (دیکھو ضمیمہ نمبر ۱)

سکھ مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب اور ان کے رہنما بھی جانوروں کے قتل اور گوشت خوری کو خدا کے وصل کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بتاتے ہیں۔ بدھ مذہب کے دھرم پدوں میں اور لنکا اوتار کے سوتروں میں (جو اس کتاب کے ضمیمے میں دیئے گئے ہیں) صاف بتایا گیا ہے کہ گوشت کھانا ایک 'عامل' کے واسطے مناسب غذا نہیں۔ بدھ مذہب کے پانچ بنیادی اصولوں (پنچ شیل) میں سب سے بڑا اصول گوشت اور شراب سے پرہیز کرنا ہے۔ اسی طرح جین مذہب نے بھی پانچ بڑے 'ورتوں' میں جانور کو قتل نہ کرنے پر بڑا زور دیا ہے کیونکہ بھولے بھٹکے بھی کسی جانور کا قتل انسان کو گناہ کا ذمہ وار بنا سکتا ہے۔ اگر زبان کے مزے کی خاطر قتل کیا جاوے، تو اگر کوئی الٰہی قانون ہے، تو آپ اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس کی سزا کیا ہوگی۔

سنت تلسی صاحب (۱۷۶۳ء سے ۱۸۴۳ء) اپنے مشہور گرنتھ "گھٹ رامائین"

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۶ کا گورو گرنتھ صاحب)

میگھ سمۓ مور نرتت کار ※ چند دیکھ بگسہہ کولار
ماتا بارک دیکھ انند ※ تیوں ہر جن جیو ہہ جپ گوبند۔ ۲۔
سنگھ رچے سد بھوجن ماس ※ رن دیکھ سورے چت اُلاس
کرپن کو اتِ دھن پیارُ ※ ہر جن کو ہر ہر آدھارُ۔ ۳۔
سرب رنگ اِک رنگ ماہہ ※ سرب سکھا سکھ ہر کے ناکے
تِسہہ پراپتِ ایہو نِدھان
نانک گورو جس کرے دان۔ (آدگرنتھ صاحب صفحہ ۱۱۸۰)

ہیں ایک جگہ گورُو نانک صاحب کی تعلیم کی وضاحت کرتے ہیں۔ آپ گورُو نانک صاحب کی مہما بیان کرتے ہُوئے فرماتے ہیں :۔

صاحب نانک سنت نیار[1] آنا ⁑ جو کچھُ کہن کہی پرمانا
خُود صاحب نانک مُکھ بانی ⁑ کہی اگم کوئی برلا جانی
وے پُہنچے چڑھ سُرت نِسانے ⁑ سبد بیدھ گئے اگم ٹھکانے
وہ سوامی اتی اگم اپارا ⁑ تُلسی بندے بار مبارا[2]

جانداروں کو مارنے کے خلاف گورُو نانک صاحب کی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہُوئے تُلسی صاحب فرماتے ہیں :۔

نانک صاحب بڑے دیالا ⁑ جیو ہتن گرنتھن نہیں ڈالا
یہ سب رِیت سواد کی لاری ⁑ سوارتھ جیھیا پیٹ سنواری[3]
جیو کو مار ماس جو کھائی ⁑ پڑ کھاتا سُو نرک میں جائی
نانک گرنتھ میں نہیں بکھانا ⁑ شبد[4] ماس نہیں کین بدھانا[5]

رِشی مُنی، سنت مہاتما تو جانور کے قتل اَور گوشت کھانے کے اِس قدر خلاف ہیں کہ وُہ کہتے ہیں کہ یہ عادتیں دُنیا کی دُوسری بے شُمار گراوٹوں اَور خرابیوں کا باعث بنتی ہیں۔ فُقراء سمجھاتے ہیں کہ جانوروں کو مارنے اَور اُن کا گوشت کھانے سے ایک تو ہماری ذہنی قُوت برقرار نہیں رہتی اور دُوسرے قتل و خُون کے اِن اعمال سے پَیدا شُدہ جابرانہ خواہشات کا اَور ترنگوں کا اثر ہمارے پڑوسیوں اور ہمارے تعلق میں آنے والے اشخاص و اشیاء پر بھی پڑتا ہے۔ جنگ و جدل بھی اِسی کڑی کا ہی

---

1. پرم سنت
2. گھٹ رامائین حِصّہ دوم، صفحہ ۱۲۴
3. گھٹ رامائین حِصّہ دوم صفحہ ۱۴۹
4. گھٹ رامائین صفحہ ۱۵۲
5. اپنے شبدوں یا بانی میں گوشت کھانے کا حُکم نہیں دیا۔

ایک حصّہ ہیں۔ کیونکہ اِنسانوں کا قتل حیوانوں کے قتل ہی کا اگلا قدم ہے۔ یہ وحشت یہیں ختم نہیں ہو جاتی، کیوں کہ ظالمانہ خیالات اَور جبر و تشدّد کا جو زبردست سِلسلہ ہم ایک بار شروع کر لیتے ہیں وہ اپنا چکّر پُورا کر کے ہی دم لیتا ہے اور آخر کار ہم خُود بھی اُس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تشدّد کے چکّر کی یہ لہریں ہم تک پہنچتی ہیں اور آئندہ کسی وقت، اِسی جنم میں یا کسی اگلے جنم میں، ہمیں اِن کا پھل بھوگنا پڑتا ہے۔

حضُور مہاراج ساون سنگھ جی، جن کے مشرقی و مغربی ممالک میں رہ رہے ہیں لاکھوں ست سنگی، ہندو، مُسلم، سِکھ عیسائی، یہُودی اور پارسی گوشت اَور شراب سے پرہیز کرتے ہیں، گوشت نہ کھانے کے بارے میں بڑا پُر دلیل اور سائنسی نظریہ پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "اِس نظر آنے والی دُنیا کے دو حِصّے ہیں۔ سمندری اور خُشکی۔ پانی میں جیو کیا کھاتے ہیں؟ جیو! بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔ چھوٹی مچھلیاں اُن سے چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔ اُن سے چھوٹی مچھلیاں اور بھی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔ یہی حالت زمین پر ہے۔ باز چھوٹے پرندوں یعنی چڑیوں کو کھا جاتے ہیں۔ چڑیاں کیڑے مکوڑوں کو کھا جاتی ہیں۔ شیر، گیدڑوں کو کھا جاتے ہیں، گیدڑ بھیڑ بکریوں کو کھا جاتے ہیں، بھیڑ بکریاں پیڑ پودوں کو کھا جاتی ہیں۔ گورُو نانک صاحب کہتے ہیں" جیتے دانے ان کے جیا با جھ نہ کوئے" کہ جتنے بھی اناج کے دانے ہیں اُن سب میں آتما ہے۔ یہ تمام کُرّہ ہوائی جراثیم سے بھرا ہُوا ہے۔ جب ہم سانس لیتے ہیں تو کئی جراثیم مرتے ہیں، چلتے پھرتے وقت بھی بہت سے کیڑے مکوڑے ہمارے پاؤں تلے آکر کُچلے جاتے ہیں، اور کئی ٹکرا کر مر جاتے ہیں۔ پانی میں بھی جیو بھرے پڑے ہیں۔ اگر خوردبین کے ذریعہ دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پانی کے ایک گلاس میں بے شُمار جراثیم ہیں، جو روز پانی کے ساتھ ہمارے اندر چلے جاتے ہیں اَور مر جاتے ہیں۔ یہ سارا کُرّہ اِن جانداروں سے بھرا پڑا ہے۔ اگر ہم زمین کے اُوپر ایک سُوئی بھی رکھیں تو سُوئی کی نوک کے تلے آکر بے شُمار جاندار مر جاتے ہیں۔

اِس طرح دُنیا میں ہر طرف جاندار جانداروں کو ختم کر رہے ہیں۔ ایسی دُنیا میں جہاں جاندار جانداروں کی خُوراک بن رہا ہے، اِنصاف اور امن کی اُمید رکھنا مُشکل ہے۔ دُنیا میں کسی طرف بھی آرام یا بچاؤ نہیں ہے۔ اِس لِئے جب پُرانے رِشیوں اور مُنیوں نے دیکھا کہ دُنیا میں ایک

جاندار دُوسرے جاندار کو کھا رہا ہے تو اُنہوں نے سوچا کہ کرموں کے قانُون کے نظریے سے اُتنا ہی بوجھ اُٹھایا جائے جو کم سے کم ہو۔

اُنہوں نے دیکھا کہ عناصِر کی رُو سے دُنیا کے سب جانداروں کو پانچ حِصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ عناصِر سے اُنکی مُراد آجکل کے سائنس دانوں کے بتائے ہُوئے نوّے عناصِر سے نہیں ہے بلکہ مادّہ کی بڑی بڑی قِسموں یا حالتوں سے ہے۔ یہ عناصِر پانچ قِسم کے ہیں اَور اِن عناصِر کی بُنیاد پر قائم جانداروں کی تقسیم اِسطرح ہے:۔

پہلی قِسم اُن جانداروں کی ہے جنمیں پانچوں عناصِر زِندہ ہیں، یعنی اِنسان جو کہ اشرفُ المخلُوقات ہے۔ دُوسری جماعت میں وُہ جاندار ہیں جنمیں چار عناصِر پوری مِقدار میں ہیں اَور ایک عنصر برائے نام ہے۔ اِس میں چوپائے اور حیوان آتے ہیں۔ اُن میں آکاش کا عنصر نہ ہونے کی وجہ سے سوچنے کی طاقت برائے نام ہے۔ تیسری قِسم اُن جانداروں کی ہے جن کے اندر تین عنصر پوری مِقدار میں یا پربل ہیں اور دو عنصر برائے نام ہیں۔ اِس میں پرندے شامِل ہیں اور اِن میں ہوا، پانی اور آگ کے عنصر موجُود ہیں۔ مِٹّی اور آکاش کے عنصر کم ہوتے ہیں۔ چوتھی قِسم سانپ، بِچھّو وغیرہ کی ہے، جس میں آگ اور مِٹّی کے عنصر ہوتے ہیں آخری قِسم اُن جانداروں کی ہے جن میں صِرف ایک پانی کا عنصر ہی ہوتا ہے۔ باقی چار عناصِر برائے نام ہوتے ہیں۔ اِس جماعت میں ساگ سبزی، پھل پُھول بنا سپتی وغیرہ آتے ہیں۔ سائنسدانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کئی سبزیوں میں پچانوے فیصدی پانی ہوتا ہے۔

جو پاپ ایک اِنسان کو مارنے کا ہے وہ ایک گھوڑے کو مارنے کا نہیں۔ اگر کوئی کِسی کا گھوڑا مار دے تو جج پھانسی نہیں دیگا۔ اِسی طرح جو پاپ ایک گھوڑے کو مارنے میں ہے وُہ ایک مُرغی کو مارنے میں نہیں۔ جو پاپ ایک مُرغی کو مارنے میں وہ ایک چیونٹی کو مارنے میں نہیں ہے اور جو پاپ ایک چیونٹی کو مارنے میں ہے وہ ایک بینگن توڑنے میں نہیں۔ اِسی لئے سنتوں مہاتماؤں، رشیوں مُنیوں نے ساگ سبزی وغیرہ کھانا جائز مانا ہے۔ یہ تو رِشی مُنی بھی مانتے ہیں کہ اِن سبزیات میں بھی آتما ہے۔ ڈاکٹر بوس نے اپنے تجربوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پودوں وغیرہ میں بھی جان ہے۔ ساگ سبزیاں وغیرہ کھانے میں بھی پاپ تو ضرور ہے لیکن دو، تین یا چار تتوؤں والے جانداروں کا گوشت کھانے کے مُقابلے میں بہت کم ہے۔ اِنکے اِستعمال میں کرموں کا بہت کم بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ یہ بھی بوجھ تو ہے لیکن یہ اِتنا ہلکا ہوتا ہے کہ اِسے

روزانہ بھجن سمرن کر کے ختم کیا جا سکتا ہے اپنے اُوپر ہزاروں من بوجھ لاد لینے کی بنسبت چار پانچ سیر بوجھ اُٹھا لینا بدرجہا بہتر ہے۔ اِس لئے سنتوں مہاتماؤں نے وَیشنو بھوجن کو جائز مانا ہے اور گوشت خوری کو ناجائز قرار دِیا ہے۔

اِسی طرح مہاراج جگت سنگھ، جو کیمسٹری کے ایم۔ ایس سی تھے اور جن کو رُوحانیت اور سائنس کے بارے بہت زیادہ واقفیت تھی، اپنی مستند کتاب "آتم وگیان" (Science of the Soul) میں فرماتے ہیں، "ہمارا جسم خُدا کا گھر ہے اور سچّا ہرمندر ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اِس میں گوشت، انڈے اور شراب وغیرہ ڈال کر اِس کو غلیظ و ناپاک نہ بنائیں۔ زندگی سب کو پیاری ہے۔ اُن بے زبان جانوروں کے دُکھ کا احساس کرو جن کو ہر روز ہماری خوراک کے لیے ذبح کیا جاتا ہے۔ اُن بے زبان جانوروں کے دُکھ اور تکلیف کا اندازہ لگاؤ جن کو ہم شکار کے وقت زخمی کرتے ہیں یا مار ڈالتے ہیں۔ ہمیں جو اِنسانی وجُود خُدا کے وِصال کے واسطے بخشا گیا تھا ہم اُسے اُلٹا خُدا کی مخلُوق پر ظُلم کرنے میں برباد کر دیتے ہیں۔ جب اِنسان اِس حد تک نیچے گر جاتا ہے تو وُہ حیوان سے گھٹیا یا ادنےٰ بن جاتا ہے۔ حیوان تو بھلا اپنی بھُوک مٹانے کی خاطر جانوروں کو مارتے ہیں، مگر اِنسان تو صِرف اپنا مزہ پُورا کرنے کے واسطے اِس طرح کرتا ہے اور اِنسان یہ سوچنے کی کوشش بھی نہیں کرتا کہ جب اِس کے اپنے جِسم کو معمُولی سی خراش بھی آ جائے تو یہ چیخ اُٹھتا ہے۔ یہ دُنیا کتنی عجیب ہے جس میں نہ تو کوئی محفُوظ ہے اور نہ ہی کسی کو کوئی سُکھ اور آرام ہے۔"

مہاراج چرن سنگھ جی فرماتے ہیں کہ اینٹوں اور پتھّروں کی جو جگہیں، مثلاً مندر، مسجد، گوردوارے اور گرجے وغیرہ ہم خُود بناتے ہیں، اُن کی کتنی عزّت کرتے ہیں۔ اُن کے اندر دھُوپ جلاتے ہیں۔ قالین بچھاتے ہیں۔ وہاں جا کر کوئی بُرا کرم نہیں کرتے، کوئی بُرا خیال نہیں اُٹھاتے، اونچا نہیں بولتے۔ مگر جو جگہ خُدا نے خُود اپنے رہنے کے واسطے بنائی ہے اور جس کے اندر خُدا خُود بیٹھا ہُوا ہے، یعنی ہمارا جسم یا وجُود، ہم اِس کے اندر کبھی گوشت ڈالتے ہیں، کبھی شراب ڈالتے ہیں۔ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ اپنی بنائی ہُوئی چیز کی تو ہم اِتنی قدر کرتے ہیں، لیکن خُدا کی بنائی ہُوئی چیز کی قدر

نہیں کرتے ۔"

عشقِ الٰہی کے نشہ میں چُور فقیر سرمدؔ گوشت اَور انڈہ اِستعمال کرنے کے خلاف فرماتے ہیں کہ "زندگی کا نُور (خُدا) دھاتوں میں سو رہا ہے، نباتات میں خوابیدہ حالت میں ہے، جانوروں میں جاگ پڑتا ہے اَور اِنسان کے اندر پُوری طرح زندہ یا چیتن ہو جاتا ہے۔"

توَریت (اولڈ ٹیسٹامنٹ) کی جینیس صاف کہتی ہے:-

"ربّ نے کہا کہ، دیکھو میں نے زمین پر ہر طرح کا اناج پیدا کیا ہے اَور ہر درخت میں پھل لگایا ہے، جس میں سے بیج نکلتے ہیں تُم گوشت کی جگہ یہ کھاؤ۔" یسُوع کو رُوحانیت کی روشنی جان دی بپٹسٹ سے ملی، جو ایسینز کی تعلیم پر یقین رکھتے تھے، جو ویشنو خُوراک کھاتے تھے اَور جنہوں نے پُر زور الفاظ میں گوشت کھانے کی مُمانعت کی ہے۔[۱]

اِسی طرح نئی کھوج سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح یسُوع مسیح نے اپنے طالبوں کو "جان دی گاسپل آف پیس" کے ذریعہ (جو آرمک زبان میں سے چھاپی گئی ہے اور جس میں ای ۔ بی ۔ زیک [E. B. SZEKLEY] نے پُورانی اِنجیل کی چھان بین کر کے کئی باتوں کی تردید کی ہے) گوشت کھانے کی مُمانعت کی۔ وہ لکھتے ہیں:-

"قتل نہ کرو اور نہ ہی معصُوم جانوروں کا شکار کر کے اُن کا گوشت کھاؤ، نہیں تو تُم شیطان کے غُلام بن جاؤ گے۔ دُکھ دینے کا یہی پھل بھوگنا پڑے گا۔ اِس لئے خُدا کا حُکم مانو کہ ------

---

[۱] مَیں تُم سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ جو دُوسرے کو مارتا ہے، وہ اپنے کو مارتا ہے اَور جو کوئی ذبح کیے ہُوئے (مارے ہُوئے) جانوروں کا گوشت کھاتا ہے، موت کا نِوالا کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کے جسم میں اُن جانوروں کے خُون کا ہر قطرہ زہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

"For I tell you truly, he who kills, kills himself and he who eats the flesh of slain beast eats the body of death for in his blood every drop of their blood turns to poison."

– (Ed Szekley Essene Gospel of Peace Jesus Christ pp 44-45,

" دیکھو مَیں نے زمین پر ہر طرح کا اَناج پَیدا کیا ہے "

"Kill not, neither eat the flesh of your innocent prey, lest you become the slaves of Satan. For, that is the pain of suffering, and it leads you unto death, Obey therefore, the word of God : Behold I have given you every herb ...

" زمین پر رہنے والے ہر چرند و پرند کے لیئے، اَور کیڑے و مکوڑوں کے لیئے، گویا کہ ہر جاندار کے لیئے مَیں نے گوشت کی جگہ اناج پَیدا کیا ہے "

"And to every fowl of the air, and to everything that creepeth upon the Earth, wherein there is breath of life I give every herb for meat."

زمانہ قدیم کے اعلیٰ درجہ کے عالِم اَور سائنسدان پائی تھاگورس (فیثاغورس) گوشت کھانے اَور جانوروں کو مارنے کے سخت خلاف تھے۔ وُہ پُر زور الفاظ میں یُوں کہتے ہیں:۔

" اپنے جِسم کو گُناہ آلُودہ خُوراک سے بھرنے سے گُریز کرو۔ دیکھو دُنیا میں کیسے عُمدہ اناج و پھل، انگُور وغیرہ مِلتے ہیں۔ سبزیوں کی بھرمار ہے۔ آگ پر پکا کر کیسے بڑھیا کھانے بن جاتے ہیں۔ ہمیں کھانے کے واسطے دُودھ اَور شہد مِل سکتا ہے۔ اِس خُوبصُورت زمین نے ہمیں کیسا صاف سُتھرا کھانا بخشا ہے۔ یہ سب کُچھ ہمیں جانوروں کا خُون بہائے بغیر بھی نصیب ہو سکتا ہے "

"Beware, O mortals, of defiling your bodies with sinful food. There are cereals, there are fruit bending the branches down by their weight and luxurious grapes on the vines. There are sweet vegetables and herbs, the flame can render palatable and mellow Nor wa are denied milk nor honey ..the beautiful earth offers you an abundance of pura food and provides for meale obtainable without slaughter and bloodshed."

میرداد، ایک کامِل فقیر اپنی مشہُور کتاب 'میرداد کی کتاب' میں لِکھتا ہے،

" خُدا کی راہ پر چلنے والوں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ جِس جانور کا گوشت کاٹ کر تُم نے کھایا ہے، تُمہیں اپنے گوشت سے ہی (اِسی جنم میں یا اگلے جنم میں) اُس کا عِوض دینا پڑے گا۔ اِسی طرح اگر تُم نے کِسی جانور کی ہڈی توڑی ہے تو تُمہاری ہڈیاں توڑ کر بدلہ چُکانا پڑے گا۔ اگر تُم نے کِسی کے خُون کا قطرہ بھی گرایا ہے تو تُمہیں اپنا خُون دے کر ہی بیباق کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جِسمانی دُنیا کا یہی اٹل اَور امِٹ قانُون ہے "

"And the yearners know that every flesh they tear, they must inevitably repair, soon or late, and every bone they crush, must rebuild with their own bone. And every drop of blood they spill, they must replenish with their own blood. For that is the law of the flesh."

مغرب کے کئی اَور مشہور فُقراء نے گوشت خوری کو ایک گُناہِ عظیم کہا ہے۔

پلوٹارک گوشت خوری کے بارے لِکھتے ہَیں کہ مُجھے سمجھ نہیں آتی کہ لوگوں کی آنکھیں کِس طرح جانوروں کے گلے کٹتے دیکھتی ہیں اَور کِس طرح اُن کا گوشت اُن کے ناک پر اثر نہیں کرتا اور اُن کے مُنہ میں ڈالنے سے اُن کو پلید نہیں کرتا۔ ہم لوگ شیر اور بھیڑیئے کا گوشت تو نہیں کھاتے کہ وُہ ہمیں نقصان پُہنچاتے ہیں یا پُہنچا سکتے ہَیں۔ ہم تو اُن بے گُناہ جانوروں کو مارتے ہیں جنہوں نے ہمارا کُچھ نہیں بِگاڑا۔ نہ تو اُن کے ڈنک اِتنے زہریلے ہَیں، اَور نہ ہی دانت خطرناک۔ قُدرت نے تو اِن کو خوبصُورتی اور خُوشنمائی کے لئے پیدا کیا تھا۔ مگر۔۔۔۔۔ یہ جابر اِنسان، جو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کُچھ پیٹتا ہے اور کرتا کُچھ ہے، یہ اُن کے جینے اَور پھلنے پھُولنے کے اُس بُنیادی حق کو بھی اپنی زبان کے رس اَور چسکے کے واسطے چھین لیتا ہَے۔

"How could his eyes endure the slaughter when throats were slit and hides flayed and limbs torn from limb ? How could his nose endure the stench ? How was it that the pollution did not turn away his taste, which made contact with the bones of others and sucked juices and serums from mortal wounds?........ It is certainly not lions and wolves that we eat out of self defence, on the contrary we ignore these and slaughter harmless, tame creatures without stings or teeth to harm us, creatures I swear, appear to have been produced for the sake of their beauty and grace.... But nothing abashed us...No I for the sake of a little flesh, we deprive them of sun, of light, of the duration of life to which they are entitled by birth and being. (Janet Barkas: The Vegetable Passionp. 53)

سولہویں صدی کے رِنیسانس کے زمانہ کا مشہُور فن کار لیونارڈو ڈاوِنسی بھی گوشت خوری کو اِنسانیت کے برخِلاف سمجھتا تھا۔ ڈاوِنسی ہر ایک جاندار میں ربّ کی جھلک دیکھتا تھا۔ کئی بار اگر وُہ کِسی پرندے کو پنجرے میں بند دیکھتا، تو وہ اپنی جیب سے پیسے دے کر اُس کو رہا کروا دیتا تھا۔ وُہ کِسی جانور یا پرندے کی تکلیف دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ وُہ کہا کرتا تھا جو کِسی دُوسرے کی زِندگی کی قدر نہیں کرتا، اُس کو زِندہ رہنے کا حق نہیں[1]۔

میتھوڈسٹ لہر کے بانی، جان وِیزلی، جن کے اِنگلینڈ میں (اٹھارھویں صدی میں) تقریباً

(فُٹ نوٹ صفحہ ۲۵ پر دیکھیے)

پچاس ہزار سے بھی زیادہ شاگرد تھے، نے بھی گوشت خوری کو خُدا کی عبادت کی راہ میں بڑی بھاری رُکاوٹ بتایا ہے۔ میتھوڈسٹ فرقہ کے لوگوں کے لئے بھی اگر انہوں نے رُوحانی ترقی حاصل کرنی ہے تو گوشت اور شراب سے پرہیز ضروری ہے۔

جان فرینک نیوٹن، شیلی، ٹالسٹائے اور جی۔ بی شاہ وغیرہ عظیم عُلماء بھی مذہبی اور رُوحانی ترقی کے لئے گوشت خوری کے بہت خلاف تھے۔

جارج برنارڈ شاہ بیسویں صدی کے مانے ہوئے عالم ہوئے ہیں۔ ایک بار وہ سخت بیمار ہو گئے تو ڈاکٹروں نے اُن کی زندگی بچانے کی خاطر گوشت کھانے کا پُرزور مشورہ دیا، مگر انہوں نے کہا:-

"میری حالت عجیب ہے۔ میری زندگی کے اُس صُورت میں بچ سکنے کا یقین دلوایا جاتا ہے اگر میں گائے کا گوشت کھاؤں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دُوسروں کا خُون پی کر جینے سے مر جانا اچھا ہے۔ میں نے اپنے جنازہ کے بارے میں وصیّت کر دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری میّت کے ساتھ بگھیوں اور موٹروں کی جگہ گائے بھینس اور بھیڑوں کے غول اور مُرغیوں کے ٹولے ہوں۔ اُن کے گلے میں سفید پٹّے ڈالے ہوں جو اُس آدمی کے لئے عزت اور توقیر کا نشان ہوں، جس نے جانوروں کو کھانے کی نسبت موت کا دامن پکڑنا بہتر سمجھا۔"

"My situation is solemn one. Life is offered to me on the condition of eating beefsteaks. But death is better than cannibalism. My will contains directions for my funeral which will be followed not by mourning coaches but by oxen, sheep, flock of poultry and a small travelling aquarium of live fish-all wearing white scarfs in honour of the man who perished rather than eat his fellow creatures."

گوشت خور لوگوں کا حال دیکھ کر جارج برنارڈ شاہ نے ایک چھوٹی سی نظم لکھی جس کے کچھ شعر اس طرح ہیں:-

We are living graves of murdered beasts
slaughtered to satisfy our appetites.
Like Carrion crows we live and feed on meat, regardless of the suffering and the pain.

لے *To Leonardo da Vinci all life was sacred. He states, "He who does not value life does not deserve it." Claiming that nature did not intened for one animal to live by the death of another, he reiterates his outrage at the injustice of eating sheep, cows and goats. (Barkas; The Vegetable Passion pp 70. 71.)

ہم گوشت کھانے والے وُہ چلتی پھرتی قبریں ہیں، جن میں کئی ذبح کیے گئے جانوروں کی لاشیں دفن کی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ ہم نے اپنی بھُوک مِٹانے کی خاطر کیا ہے۔"

"مُردار کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے والی چیلوں کی طرح ہم اپنے آپ کو گوشت پر پالتے ہیں۔ ہمیں اِس بات کا اندازہ ہی نہیں کہ اِس طرح کرنے سے جانوروں کو کتنی دردناک تکلیف ہوتی ہے۔"

لُبِّ لُباب

—— گوشت، انڈے اور نشیلی اشیاء انسانی خُوراک نہیں ہیں۔

—— ابھیاسیوں اَور دُنیادار لوگوں کی طبع اور خُوراک ایک جیسی نہیں ہوتی۔ خُدا کی عِبادت کرنے والوں اَور رُوحانیت کے متلاشی لوگوں کو گوشت، شراب اَور انڈہ کا تو خیال تک بھی نہیں آنا چاہیئے۔

—— یہ اشیاء اعمال کا بوجھ بڑھانے، سلسلۂ تناسخ میں پھنسانے، رُوحانیت کو برباد کرنے، رُوح کو بوجھل بنانے، توجّہ کو باہر کی طرف پھیلانے اور نیچے گرانے۔ نفسانی خواہشات اَور غصّہ کو بھڑکانے کا کام کرتی ہیں۔

—— یہ اِنسان کو خالق کی طرف سے ہٹا کر اُس کی مخلُوق میں پھنسائے رکھنے کے لِئے، شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

—— "دھول دھرم دَیا کا پُوت" (گورُو نانک) "دیا دھرم کا مول ہے" (تُلسی داس جی) "کومل چت دَیا من دھارو، پرمارتھ کا کھوج لگانا" (سوامی جی)۔ جس طرح دِن اور رات اِکٹھے نہیں ہو سکتے رُوحانیت اور تشدّد، خُدا کی بندگی اَور گوشت، شراب و انڈے وغیرہ کا اِستعمال ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔

—— دُنیا کے سب مذاہب کے رہنماؤں اَور عابد لوگوں نے اِن اشیاء سے پرہیز کیا ہے۔

—— دُنیا کے سب جانور ہماری طرح جینے اور سُکھ لینے کے واسطے پیدا ہُوئے ہیں۔ سب کو زِندگی سے پیار ہے اَور مَوت تکلیف دہ۔ اپنی خُوراک اَور زبان کے ذائقہ یا چسکا کے واسطے کِسی کی زِندگی چھین

لینا دانائی، اِنسانیت اور رُوحانیت کے اُلٹ ہے۔

_____ گورُو گرنتھ صاحب میں درج شُدہ بانی کا غیر جانبدارانہ اَور صحیح مُطالعہ، بھائی گُوردآس کی بانی، گورُو ہر گوبند صاحب کے حُکم نامے، بابا بندہ سِنگھ بہادر کے حُکم نامے، گورُو گھر کی روایت، بے شُمار تواریخی اَور فلسفیانہ ثبوت اِس بات میں رتّی بھر شک بھی نہیں رہنے دیتے کہ گورُو گھر میں کبھی بھی گوشت اَور شراب وغیرہ کے استعمال کی اجازت اَور رواج نہیں تھا۔ بابا بندہ سِنگھ بہادُر سے بڑا گورسِکھ اَور کون ہوسکتا ہے اَور دسویں گورُو صاحب کی چلائی ہُوئی رہت کا عِلم اُن سے زیادہ اور کِس کو ہوسکتا ہے؟۔ تواریخی پہلُو سے بھی گورُو ہر گوبند صاحب اور بابا بندہ سِنگھ بہادُر ہمارے سب سے زیادہ نزدیک تھے۔ اِس واسطے اُن کے حُکم نامے کِتاب میں شامِل کئے گئے ہیں۔

_____ سب نیک بندوں، بڑے فلاسفروں، صُوفی فقیروں کی زندگی اَور فلسفہ سے رُوحانیت اور نیک و پاک زِندگی کے لِئے تو اِن اشیاء کے اِستعمال کی اِجازت نہیں پائی جاتی، تو پھر سچّے رب کے عاشِق اَور رُوحانیت کے پریمی، جن کے لِئے یہ کِتاب خاص طَور پر لکھی گئی ہے، اپنا فیصلہ خُود کرلیں

گوُربانی اور گوشت خوری

—— سنتوکھ سِنگھ

کوئی ہندُو کہلائے یا سِکھ، ہر مذہب کی بُنیاد رحم (دَئیا) ہے۔ مُسلمان، یہوُدی، جین مت یا بُدھ مت سب مذہبوں کی بُنیاد یا اصل ایک ہی ہے اور ہر مذہب کی بُنیاد رحم ہے۔

گورُو نانک دیوجی کا فرمان ہے کہ جِس اِنسان کے دِل میں رحم نہیں، اُس کے اندر اللہ کا نوُر ظاہر نہیں ہو سکتا:۔

"بِن دَئیا نہی جوت اُجالا۔ (صفحہ ۹۰۳)

'رحم' مُرشد پرستی یا گوُرسِکھی کا نہایت ضرُوری انگ ہے:

(۱) دَئیا کپاہ سَنتوکھ سُوت 'جت' گنڈھی سَت 'وَٹ'؛ (صفحہ ۴۷۱)

(۲) سَت سَنتوکھ، دَئیا کماوَے ایہہ کرنی سار۔ (صفحہ ۵۱)

(۳) سَت سَنتوکھ، دَئیا دھرم: سیگار: بناوؤ (صفحہ ۸۱۲)

(۴) دَئیا دیوتا کھما جپ مالی تے مانَس پردھان (صفحہ ۱۲۴۵)

(۵) سَرمے دِیا مُندا کنّیں پائے جوگی کھنتھا کِر تُو دَئیا (صفحہ ۹۰۸)

(۶) جیتے جیہ جنت جل تھل ہی اِل جتر کتر توَ سرب جیا دَئیا (صفحہ ۱۱۲۷)

(۷) بِتر سَترُو نہ کچھُو جانئے سرب جیہ سمت۔ (صفحہ ۱۰۱۸)

(۸) مِن سَنتوکھ سرب جیہ دَئیا۔ اِن بِدھ برت سمپُورن کِیَا۔ (صفحہ ۲۹۹)

(۹) خصم پچھانِ ترس کر جیہ مہہ مارِ مَنیٰ کر پھیکی۔ (صفحہ ۴۸۰)

(۱۰) جیوت مرے تا سبھُ کچھُ سُوجھے انتر جانے سرب دَئیا۔

نانک تا کو مِلے وڈائی آپ پچھانے سَرب جیا۔ (صفحہ ۹۴۰)

سِکھ مذہب کے عِلاوہ باقی دھرموں نے بھی رحم (دَئیا) کو مذہب کا لازمی اور ضرُوری

جزُ مانا ہے۔ ہندو اور عیسائی مذہب میں رحم (دئیا) پر بہت زور دیا گیا ہے، مگر بُدھ مت اور جین مت والے تو اِس کو بہُت دُور تک آگے لے گئے ہیں۔ رحم، بخشش اور دئیا کے مُعاملے میں اِسلام بھی کِسی سے پیچھے نہیں۔ دُنیا کے سب مذہبوں، متوں اور دھرموں کی متفقہ آواز اور زور دار تعلیم کے باوجُود اِنسان رحم اور بخشش کا نظریہ اپنانے سے قاصِر رہتا ہے کیونکہ رحم و کرم کا نظریہ بھی مالکِ کُل، قادرِ مُطلق، خُداوند کریم کی رحمت یا مہربانی سے ہی حاصِل ہو سکتا ہے۔

(۱) جپ تپ، سنجم دئیا دھرم جس دیہہ سو پائے۔ (صفحہ ۹۶۶)

(۲) دئیا دھرم تپ ہیچلو جس کرم لِکھا دھا۔ (صفحہ ۱۱۰۱)

ایک جوت سگل سریرا

دُوسرے تمام فقُراء اعلٰی، پیغمبر، گورُو صاحبان اور پیروں فقیروں نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ ہر ایک جاندار میں ایک ہی نُور جلوہ گر ہے:

(۱) ایکا جوت جوتِ ہے سریرا۔ (صفحہ ۱۲۵)

(۲) اُوچ نیچ مہہ جوت سمائی گھٹ گھٹ مادھو جیا۔ (صفحہ ۶۱۷)

(۳) سبھ مہہ جوت جوتِ ہے سوئے۔ تِس کے چانن سبھ مہہ چانن ہوئے۔ (صفحہ ۶۶۳)

سب قالبوں کے اندر ایک جیسی ہی رُوح ہے!

(۱) جیو ایک اَر سگل سریرا۔ (صفحہ ۳۳۰)

(۲) ایکا سُرتِ جیتے ہے جیہ۔ (صفحہ ۲۴)

(۳) سبھ مہہ جالو کرتا ایک۔ (صفحہ ۳۷۷)

(۴) ایکو ایک آپ اِک ایکے ایکے ہے سگلا پاسارے۔ (صفحہ ۳۷۹)

(۵) سبھ مہہ دیے پربھُ ایکو سوئے۔ (صفحہ ۶۶۳)

سبھی اُس پربھُو کا رُوپ ہیں:

(۱) جو دِیسے سو تیرا رُوپ (صفحہ ۷۲۴)

(۲) تیری مُورتِ ایکا بہُت رُوپ (صفحہ ۱۱۶۸)

(۳) جہ جہ دیکھا تہہ جوتِ تمھاری تیرا رُوپ کِنیہا۔
اِکتُ رُوپ پھرِ ہیہ پرچھنّا کوئے نہ کِس ہی جیہا۔ (صفحہ - ۵۹۶)

ساری مخلُوق میں وہی سما رہا ہے!

(۱) سرب جِیا مہہ ایکو روَے (صفحہ - ۲۲۸)
(۲) رَارے رو رہیا سبھَ انتر جیتے کیۓ جنتا۔ (صفحہ - ۴۳۴)

ساری خلقت پرماتما کے اندر سمائی ہُوئی ہے!

(۱) تِس نو کہو کہیۓ جو دُوجا ہووے سبھ تُدھے ماہہ سمائے (صفحہ - ۱۱۳۱)
(۲) تُوں دریاؤ سبھ تُجھ ہی ماہہ۔ تُجھ بِنُ دُوجا کوئی ناہہ۔ (صفحہ - ۳۶۵)
(۳) سبھ کو تُجھ ہی وِچ ہَے میرے ساہا تُجھ تے باہر کوئی ناہہ۔
سبھ جِیا تیرے تُو سبھس دا میرے ساہا سبھ تُجھ ہی ماہہ سماہہ۔ (صفحہ - ۶۷۰)

جِتنی بھی مخلُوق ہے وُہ سب اُسی کی ہے۔ سب کا مالِک وُہ ایک خُدا ہی ہے:

(۱) جیتے جیہ تیتے سبھ تیرے۔ (صفحہ - ۱۹۳)
(۲) جیہ جنت سبھ تِس دے سبھنا کا سوئی۔ (صفحہ - ۴۲۵)
(۳) سبھ تیرے جنت تیرے سبھ جِیا۔ (صفحہ - ۱۰۶۲)

ہاتھی میں بھی وہی مالکِ کُل ہے، جو چیونٹی میں ہے:

(۱) کیٹ ہَستِ مہہ پُور سمانے۔ (صفحہ - ۲۵۲)
(۲) اُوچ نیچ سبھ اِک سمان کیٹ ہستی بَنیا۔ (صفحہ - ۳۱۹)
(۳) کیٹ ہستِ پاکھان جنت سرب مے پرتِ پاتال تُو۔ (صفحہ - ۱۲۳۱)
(۴) کیٹ ہست پُورن سبھ سنگا۔ (صفحہ - ۱۳۰۵)

کامل مُرشد کی تعلیم ہر کِسی میں اُس مالکِ کُل کی جُز کا احساس کرنا ہے!

(۱) گھٹ گھٹ انتر پار برہمُ پچھانۓ۔ (صفحہ - ۷۴۱)
(۲) آتم رامُ سرب مہہ پیکھُ۔ (صفحہ - ۸۹۲)

سب میں خالق کے نُور کا احساس کرنے سے ہی خودی ختم ہوتی ہے!

سرب جیا مہہ ایکو جانے تا ہَو مے کہے نہ کوئی۔ (صفحہ ۔ ۴۳۲)

خُدا کی اصلی عبادت تو یہی ہے کہ اِنسان اُس کو ساری خِلقت میں یکساں بستا ہُوا سمجھے۔ اگر اِس طرح نہیں کرے گا تو بار بار قالبوں میں قَید ہو کر خوار ہونا پڑے گا۔

اِن سطور سے صاف پتہ لگتا ہے کہ گُور بانی کی اِس اعلےٰ تعلیم کے ہوتے ہُوئے کون عقلمند اِنسان جانور کو مار کر اِندریوں کا چسکا پُورا کرنے کا حوصلہ کر سکتا ہے۔ جِس سچّے عابد نے خُدا کی عبادت کرنی ہے، وہ گُور بانی کی مندرجہ بالا تعلیم کے مُطابق گوشت کے نزدیک تک نہیں جا سکتا۔

اگر وہ جانوروں کو مارتا ہے، گوشت کھاتا ہے تو ہر شئے کے اندر خُدا کو نہیں دیکھتا۔ ہاں! اگر چاہو مذہبی رسم و رواج، کار بیوہار اور رُوپ چاہی سِکھی یا مُسلمانی ہے تو جو چاہے کوئی کرے۔

دُنیا کی بناوٹ

داناؤں نے خالِق کی اِس مخلُوق کو چار حِصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے اِنسان، دُوسرے حیوان، پرندے اَور مچھلیاں وغیرہ۔ تیسرے بناسپتی اَور چوتھے نباتات۔ حیوانات اَور پرندوں کی پَیدائش کے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔ ایک وِیرج کے ذریعہ دُوسرا انڈوں کے ذریعہ اَور تیسرے پسینہ یا مَوسم کی تبدیلی کے ذریعہ اِن کو چار کھانیں انڈج، جیرج، سیتج اور اُتبھج کہا جاتا ہے۔ جیر سے پَیدا ہونے والوں کا درجہ انڈے سے پَیدا ہونے والوں سے تھوڑا اُونچا ہے۔ انڈوں سے پیدا ہُوئے جانداروں کا درجہ پسینے یا مَوسم کی تبدیلی سے پَیدا ہونے والوں سے کچھ اُونچا ہے چوتھی جماعت یعنی بناسپتی کا درجہ باقی تین طریقوں سے پَیدا ہونے والے جانداروں سے بہت نیچے ہے۔ رُوحانیت کے مُطابق مخلُوق کی یہ چاروں قسمیں ایک ہی خالِق کی بنائی ہُوئی ہیں اَور سب میں اُسی ایک خُدا کا نُور ہے۔

(۱) انڈج جیرج اُت بھج سیتج تیرے کِیتے جنتا۔ (صفحہ ۔ ۵۹۶)

(۲) انڈج جیرج سیتج اُت بھج گھٹ گھٹ جوت سمائی۔ (صفحہ ۔ ۱۱۰۹)

گورُو صاحبان نے بناسپتی، گھاس پھُوس، پھل، پودے، سبزیوں اَور اناج وغیرہ میں

رُوح کے مَوجُود ہونے کے مُتعلق بالیقین فرمایا ہَے :۔

(۱) آپے وِنُ ' برنَ ' ترِبھونُ سارُ۔ (صفحہ ۱۱۵۰)

(۲) جیتے دانے انّ کے جیا باجھُ نہ کوئے۔ (صفحہ ۴۷۲)

دُنیا کے سائنس دان جس نتیجے پر اب پہنچے ہَیں، وُہ گورُو نانک دیوجی نے آج سے پانچ سَو سال پہلے نِکال لیا تھا۔

اِنسان کے علاوہ چاہے حیوَانوں، پرِندوں، پوَدوں اور نباتات میں بھی رُوح ہے، مگر کِسی میں زیادہ ترقی یافتہ ہوتی ہَے اَور کِسی میں کم اور کِسی میں برائے نام۔ سُورج کی چمک جس قدر صاف شیشے پر سے پڑتی ہے، اُتنی گردآلُود شیشے پر سے نہیں پڑ سکتی۔ مٹی یا پتھر سے تو چمک بہت کم ہوتی ہے۔ اِسی طرح اِنسان کے اندر خُدا کا نُور سب سے زیادہ مُنوّر ہَے۔ یہ حیوَانوں اَور پرِندوں میں اِنسان کی نِسبت بہت کم روشن ہَے اَور اناج، گھاس پھُوس اور پوَدوں میں بالکل تھوڑا ہَے۔ اِس کو اِنسان کے اندر نُور کی بیدار حالت، حیوَانوں اَور پرِندوں میں خوابیدہ، اَور بناسپتی میں خُفتہ حالت کہا گیا ہَے۔ اِس لِئے چرِند۔ پرِند اَور بناسپتی میں سمجھنے کی طاقت بہُت کم ہَے۔ دُکھ اَور درد کو آدمی کافی محسُوس کرتا ہَے۔ چرِند اَور پرِند اُس سے کم اَور بناسپتی، درخت اَور پوَدے وغیرہ بہُت کم محسُوس کرتے ہیں۔

گوُربانی کے مُطابق اَور سائنس کی رُو سے یہ ماننا پڑے گا کہ چرِند، پرِند، درخت، پوَدے، اناج، پھل اَور سبزیات وغیرہ میں رُوح ہے مگر چیتن شکتی یا رُوح اِنسان کے اندر بہت زیادہ طاقتوُر ہوتی ہَے، حیوَانات اَور پرِندوں میں اُس قدر نہیں۔ گھاس، پتوں اَور اناج وغیرہ میں یہ بالکُل ہی کم ہوتی ہَے۔ مشہُور اور نامور سائنس دان سر جگدیش چندر بوس نے یہ بھی ثابت کِیا ہَے کہ چیتن شکتی یا رُوح سب کے اندر مَوجُود تو ہَے مگر گھاس پھُوس، پوَدوں، درختوں، پھلوں، سبزیوں اَور اناج وغیرہ میں اُس قدر نہیں ہوتی جس قدر حیوَانوں و پرِندوں میں ہوتی ہے۔ اِس لِئے اگر اِنسان نے اپنی زندگی کے واسطے ضرُوری کِسی جیون شکتی کا آسرا لینا ہَے تو اُس کو سبزیوں پر ہی گُزارہ کرنا ہوگا۔ کیوں کہ ساری کائنات میں سے اِن میں چیتن شکتی بہُت ہی کم ہَے۔

پرماتما رازق ہے۔

سارے جہان کا روزی دہندہ داتا، کارساز، خُداوندکریم آپ ہے۔ وُہ پروردگار جیرج، انڈج، سیتج اَور اُت بھُج (بناسپتی) کی پرورش کئی طرح سے کرتا ہے:۔

اَنڈج جیرج سیتج اُت بھُج بہو پرکاری پالدا۔ (صفحہ ۔ ۸۵ ۔ ۱۰۸۴)

جہاں بھی کوئی ہے اُس کو روزی وہیں بل رہی ہے:۔

(۱) سَیل پتھّر مہہ جنت اُپائے تا کارِ جک آگے کرِ دھریا۔ (صفحہ ۔ ۴۹۵)

(۲) جن جیو دِیا سو رِجک ابڑاوے۔ سبھ گھٹ بھیتر ہاٹ چلاوے" (صفحہ ۔ ۷۹۴)

خُدا نے کسی کی خُوراک گوشت بنادی ہے اَور کسی کی گھاس پھُوس و پتّے:۔

اِک ماس ہاری اِک ترِن کھاہے۔ (صفحہ ۔ ۱۴۴)

پروردِگار کو سمُندر میں رہنے والے جانداروں کا بھی فِکر ہے:۔

(۱) نانک چنتا مت کرہو چِنتا تِس ہی ہے۔
جل مہہ جنت اُپائِین تِنا بھی روجی دے۔
اوتھے ہٹ نہ چلئی ناکو کِرس کرے۔
سَودا مُول نہ ہووہی ناکو لئے نہ دے۔
جیاں کا آہار جیہ کھانا ایہہ کرے۔
وِچ اُپائے سائِرا تِناں بھی سار کرے۔
نانک چِنتا مت کرہو چِنتا تِس ہی ہے۔ (صفحہ ۔ ۹۵۵)

(۲) نا کرِ چِنت چِنتا ہے کرتے ۔
ہر دیوے جلِ تھلِ جنتا سبھتے" (صفحہ ۔ ۱۰۷۰)

سب جانداروں کی خُوراک پہلے سے ہی مُقرر کی ہوئی ہے۔ شیر کی خُوراک گوشت ہے، وُہ گھاس اَور پتّے کھاتا ہی نہیں:۔

(۱) سِنگھ رُچے سد بھوجن ماس ۔ (صفحہ ۔ ۱۱۸۰)

ہاتھی، گھوڑے، گائے بکری وغیرہ کی خوراک گھاس اور پتے ہے۔ وہ گوشت نہیں کھا سکتے۔ یہ ہر ایک جنس کی مقرر شدہ خوراک کے بموجب ہی ہوتا ہے:-

(۱) بگلا کاگ نہ رہئی سرور جے ہووے اتِ سیانا۔
اوناں رِجک نہ پائیو اوتھے اوناں ہورو کھانا۔ (صفحہ۔ ۹۵۶)

(۲) ہنسا ہیرا موتی چگنا بگ ڈڈاں بھالن جاوے۔ (صفحہ۔ ۹۶۰)

کوّے کو چاہے امرت یا آبِ حیات بھی ملتا ہو، اُس کی تسلی گندگی کھانے سے ہی ہوتی ہے:-

کوآ کاگ کو امرت رس پائیے ترپتے وِشٹا کھائے مُکھ گو ہے۔ (صفحہ ۱۲۹۴)

قدرت نے جس کسی کے لیئے جو خوراک مقرر کر دی ہے، اُس کے واسطے وہی پاک ہے:

کھانا پینا پوِتر ہے دِتوُ نو رِجک سنبا ہے۔ (صفحہ۔ ۴۷۲)

قدرت کی طرف سے جو حدیں مقرر کی گئی ہیں اُن کو پار کرنا اصل میں قادرِ کریم کے حکم کی عدولی کرنا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قدرت نے اِنسان کے واسطے کونسی خوراک مقرر کی ہے؟ اِس بارے آگے چل کر سوچا جائے گا۔

شیر چیتے اور دوسرے خونخوار جانور و پرندے دیگر جانداروں کو مار کر اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ بلی چوہے کو ہڑپ کر جاتی ہے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ یہ سب قدرت کا دستور ہے۔ قادرِ کریم نے سب کی فطرت علیٰحدہ علیٰحدہ بنائی ہے۔ حیوان اور پرندے اپنی فطرت کے زیر ہیں۔ وہ اُس کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس فطرت اور عادت سے باہر کچھ کر سکنے کی طاقت نہیں ہے۔ قدرت کے قانون کے مطابق پرند و چرند کو اپنی عادت کے مطابق ہی چلنا ہوتا ہے۔ اِس لیئے اُن کا اپنی اپنی فطرت اور عادت کے مطابق زندگی گزارنے میں کوئی قصور یا گناہ نہیں۔ عادت اور فطرت کے مطابق کیئے ہوئے کاموں کی جانوروں پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ شیر اور چیتے کو دَیا یا رحم سے کوئی غرض نہیں۔ اپنی فطرت اور عادت کے مطابق چلنا ہی اُن کا دھرم ہے۔ وہ گناہ اور ثواب سے بالاتر ہیں۔

چرند - پرند اَور اِنسان کی ذِمہ واری

خُدا نے اِنسان کو عقل کی دولت بخشی ہَے ۔ اِس کے ساتھ اُس کی ذمہ واری بڑھ جاتی ہَے ۔ اُس کے پاس کام کی اچھائی یا برائی کی تمیز کر سکنے کی طاقت ہَے ۔ وہ اپنے کردہ افعال کی وجہ سے گناہ و ثواب کا حقدار بنتا ہَے ۔ اِس عقل و دانِش کی وجہ سے ہی اِنسان کو ساری مخلُوق کا سر تاج کہا جاتا ہَے :-

(۱) سگل جونِ مہہ توُ سِر دھریا ۔ (صفحہ ۔ ۹۱۳)

(۲) اَور جُونِ تیری پنہاری ۔ (صفحہ ۔ ۳۷۴)

اِنسان کو بھی اُس کی فِطرت اَور عادت کھینچتی ہیں مگر اُس پر عقل اَور دانش کو اِستعمال کرنے کی ذِمہ واری آ جاتی ہَے ۔ جو آدمی عقل و دانش ہونے کے باوجُود اُس کا اِستعمال نہیں کرتا وہ اِنسان کی شکل میں حیوان ہَے ۔ اِنسان کی اِنسانیت بے عقلی کو چھوڑ کر دانِش اِختیار کرنے میں ہَے ۔ اگر کوئی جانتا اور سمجھتا ہُوا بھی کُنوئیں میں گرے تو وُہ اپنا کیا آپ ہی پاتا ہَے ۔

"کبیر من جانے سبھ بات جانت ہی اَوگن کرے ۔

کاہے کی کُسلات ہاتھ دِیپ کُوئے پرے ۔ (صفحہ ۔ ۱۳۷۶)

شکُوک تو صِرف آدم ذات میں ہی پَیدا ہوتے ہیں ۔ یہ اِنسانیت کی پہلی نِشانی ہَے ۔ اِس کا باعث فِطرت اَور عقل کا تال میل نہ ہونا ہَے ۔ حیوانوں اَور پرندوں کے واسطے صِرف ایک ہی راستہ ہَے اَور وُہ ہَے فِطرت یا عادت کے پیچھے چلنا ۔ اِس کا باعث یہ ہے کہ اُن کے پاس گُناہ و ثواب کا فیصلہ کرنے کی تمیز نہیں ہَے ۔ اِسی لئے اُن کو کوئی گُناہ نہیں ۔ خُداوند کریم نے اِنسان کو عقل اَور فیصلہ کر سکنے کی طاقت دے کر اُس کے سِر پر ایک ذمہ واری بھی ڈال دی ہَے ۔ اُس کا فرض ہے کہ جو کام کرے ، سوچ سمجھ کر کرے !

"ایسا کمُ مُولے نہ کیچے جِت انتِ پچھوتا ئیے ۔ (صفحہ ۔ ۹۱۸)

شکُوک صِرف دو حالتوں میں ہی پَیدا نہیں ہوتے ۔ ایک تو ہے برہم گیانی کی حالت اور دُوسری وُہ ہَے جِس میں کوئی سُوجھ بُوجھ ہی نہیں ۔ جو آدمی خُدا کی دِی ہُوئی عقل کے باوجُود اُس کا

اِستعمال نہیں کرتا، وہ اِنسان کی شکل میں جانور یا حیوان ہے۔

"اوئے مانس جُونِ نہ آکھیئِن پسُو ڈھوڑ گاوار۔ (صفحہ - ۱۴۱۸)

اِنسان کی ذمہ واری اِس قدر ہے کہ بھگت کبیر جی فرماتے ہیں:

کبیر جنھوں کچھُو جانیا نہیں تن سُکھ نیند بہائے۔

ہمہو جو بُوجھا بُوجھنا پُوری پری بلائے۔ (صفحہ - ۱۳۷۴)

شبدوں کو اصل مفہوم سے جوڑ کر کھوج کرنے کی ضرورت

زندگی کو قائم رکھنے کیلئے ایک جاندار دُوسرے جاندار کو کھاتا تو ہے، مگر کھانے پینے کے علاوہ بھی تو ہر وقت ہر پل، ہر گھڑی جاندار مرتے ہی رہتے ہیں۔ مکمل عدم تشدد قانُونِ قُدرت نہیں۔ اِنسانی وجُود کے علاوہ ہر حیوان، جانور اَور پرندے کے جسم میں بیشمار جراثیم ہوتے ہیں۔ سانس لیتے وقت بیشمار جراثیم مرتے ہیں۔ کئی کیڑے مکوڑے نادانستہ پاؤں کے نیچے آکر کُچلے جاتے ہیں۔ کھیت میں ہل چلاتے وقت بھی کئی جاندار مرتے ہیں۔ ٹیکے کے ذریعہ خاص قسم کے جراثیم جِسم کے اندر داخِل کیئے جاتے ہیں تاکہ جِسم کے اندر موجُود خطرناک اَور نقصان دہ جراثیم مرجائیں۔ اِسی طرح ملیریا بُخار کے واسطے کُونین کھائی جاتی ہے۔ جانداروں کا کسی نہ کسی طریقہ سے ختم ہوتے رہنا قُدرت کا اٹل قانُون ہے۔ اِس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ چاہے کوئی لاکھ کوشش کرے دُنیا میں عدم تشدد ہو ہی نہیں سکتا۔ قُدرت کے اِس اٹل قانُون کو باریک عقل سے سمجھنا چاہیئے۔

ماس ماس کر مُورکھ جھگڑے

قُدرت کے اِس اٹل قانُون کو، جس میں مکمل عدم تشدد نامُمکن ہے، گورُو نانک دیو جی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو اِس اصلیت کو نہیں سمجھتے، اُن کو بے وقوف (مُورکھ) جاہل (اگیانی) اَور اندھے کہا ہے!

ماسُ ماسُ کرِ مُورکھُ جھگڑے گیانُ دِھیانُ نہی جانے
کوَنُ ماسُ کوَنُ ساگُ کہاوے کِسُ مہِ پاپ سمانے
گیَنڈا مارِ ہوم جگ کیئے دیوتیاں کی بانے
ماسُ چھوڈِ بیَس نکُ پکڑہِ راتی مانس کھانے

پھڈُ کر لوکاں نوُ دِکھلاوہہ گیان دِھیان نہی سُوجھے
نانک اندھے سیئو کیا کہیئے کہے نہ کہیا بُوجھے
اندھا سوئے جِہ اندھ کماوے تِس رِدے سے لوچن ناہی
مات پِتا کی رکت نِپنے مچھی ماس نہ کھاہی
استری پُرکھے جاں نِس میلا اوتھے مندھ کماہی
ماسہو نِمّے ماسہو جمّے ہم ماسے کے بھانڈے
گیان دِھیان کچھ سُوجھے ناہی چتر کہاوے پانڈے
باہر کا ماس مندا سوامی گھر کا ماس چنگیرا
جیہ جنت سبھ ماسہو ہوئے جیئے لئیا واسیرا
ابھکھ بھکھیہ بھکھ تج چھوڈہہ اندھ گورو جِن کیرا
ماسہو نِمّے ماسہو جمّے ہم ماسے کے بھانڈے
گیان دِھیان کچھ سُوجھے ناہی چتر کہاوے پانڈے
ماس پُورانی ماس کتیبی چہوں جُگ ماس کمانا
جج کاج وِیاہ سُہاوے اوتھے ماس سمانا
استری پُرکھ نِپجہہ ماسہو پاتساہ سُلطانا
جے اوئے دِسہہ نرک جاندے تاں اُن کا دان نہ لینا
دیندا نرک سُرگ لیندے دیکھہو ایہہ دِھگانا
آپ نہ بُوجھے لوک بُجھائے پانڈے کھرا سیانا
پانڈے توُ جانے ہی ناہی کِتھہو ماس اُپنّا
تویئے اِہہ انّ کماد کپاہاں تویئے اِہہ ترِبھون گنّا
توا آکھے ہوں بہو بدھ ہچھا تویئے بہت وکارا
ایتے رس چھوڈ ہووے سنیاسی نانک کہے وِچارا

(صفحہ - ۱۲۸۹)

ماسُ ماسُ کرِ مُورکھُ جھگڑے گیانُ دِھیانُ نہی جانَے

ماس ماس (گوشت)، کے جھگڑے کون کھڑے کرتا ہے؟ بے وقوف یا مُورکھ! بے وقوف جھگڑے کیوں کرتا ہے؟ کیونکہ اُس کو گیان دھیان نہیں ہے۔ اُس کو سمجھ نہیں ہے اِس شبد میں گورُو نانک دیو جی کی تعلیم گیان اَور دھیان کی ہے۔ اِس میں دو بار "گیان دِھیان کچھ سُوجھَے ناہی چتر کہاوے پانڈے"، ایک بار "گیانُ دھیان نہی جانَے"، ایک بار پھر "گیان دِھیان نہی سُوجھے"، آیا ہے۔ اِس سے پتہ لگتا ہے کہ اِس شبد میں تعلیم صِرف گیان۔ دھیان کی ہے۔ پہلی کڑی میں گیان سے خالی آدمی کو مُورکھ یا بے وقوف کہا گیا ہے۔ چھٹی کڑی میں اَندھا کہا ہے۔ نانک اندھے سیُوں کیا کہیئے"۔ اَندھے سے کیا مُراد ہے؟ یہ بھی بتایا ہے کہ اَندھا وُہ ہے جس کی چشمِ باطن نہ کھُلی ہو۔ انڈھا سوئے جے اَندھ کماوے تِسُ رِدے سو لوچن ناہی۔ گیان سے خالی آدمی اپنے آپ کو چاہے چتر یا ہوشیار کہلائے یا سمجھے اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔

(۱) گیان دھیان کچھ سُوجھَے ناہی چتر کہاوَے پانڈے۔ (صفحہ ۔ ۱۲۹۰)

(۲) من کے انڈھے آپ نہ بُوجھہ کاہے بجھاوہو بھائی۔ (صفحہ ۔ ۱۱۰۳)

(۳) باہر ہوُ پنڈِت سدائندے منہُو مُورکھ گاوار۔ (صفحہ ۔ ۱۰۹۱)

ہر زیرِ بحث مسئلے کے دو پہلو ہونا ضروری ہے۔ کسی مسئلے کا ایک ہی پہلو لینے سے اُسے پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔ نانو پنڈت، جس سے متعلق یہ شبد ہے، ایک ہی پہلو سے واقف تھا۔ بابا نانک جی نے دُوسرا پہلو سامنے لاکر اُسے اُس کی ناسمجھی کا احساس کروا دیا۔ آدمی کئی متضاد باتیں کرتا ہے۔ ایک طرف تو ناک پکڑ کر گوشت خوری کے بارے اَور جانوروں کو مارنے کے متعلق بڑی نفرت ظاہر کرنا و پاکیزگی کے جھُوٹے مُظاہرے کرنا۔ اَور دُوسری طرف بُرے کرم عیش و عشرت اَور ناپاک چیزیں کھانے سے بھی گُریز نہ کرنا۔

بِن بُوجھے کچھُ سُوجھے ناہی منمکھُ وِچھڑِ دُکھُو پائے۔ (صفحہ ۔ ۱۳۳۲)

شاستروں اَور پُورانوں میں ذکر ہے کہ، چاروں یُگوں میں پُوجا و یگوں اَور بیاہ شادیوں میں، دیوتاؤں کو خُوش کرنے کیلئے گوشت اور گینڈا یا ہرن مار کر ہوم یگ وغیرہ کرنا، پنڈتوں کے کرم ہیں

اَور ساتھ ہی ساتھ گوشت سے اِس قدر نفرت کا دِکھاوا بھی ہے۔

ماں باپ کے خُون سے ہی اِنسان کے جِسم کی بُنیاد قائم ہوتی ہَے۔ گوشت میں ہی وہ جنم لیتا ہے اَور گوشت ہی کا پُتلا ہَے۔ اِنسان کو دُنیا میں وجُود اِختیار کرنے کے لِئے گوشت کے اندر ہی ٹھہرنا پڑتا ہے۔ یہ کہنا کہ کوئی شخص پُوری طرح سے دئیاوان یا رحیم ہے اَور کسی شکل میں بھی وہ جانداروں کو نہیں مارتا، بالکُل جھُوٹ ہوگا۔

گوشت کی پیدائش کِس طرح ہُوئی، یہ بھی سمجھنے کی ضرُورت ہے۔ سب کا اصل سبب پانی ہی ہَے۔ ساری بناسپتی اَور چھوٹے بڑے سب جاندار ہی نہیں بلکہ تینوں لوک بھی پانی سے ہی پَیدا ہُوئے ہیں۔ بھلا سوچیں! کہ اِن سب چیزوں کو جِن کا اصل سبب پانی ہے، کوئی کِس طرح چھوڑ سکتا ہَے؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہاں تعلیم تو زبان کے رس و چسکے وغیرہ چھوڑنے کی ہَے جَیسا کہ مندرجہ ذیل کڑیوں میں بیان کِیا ہَے:۔

ایسے رس چھوڑ ہووئے سنّیاسی نانک کہے وِچارا۔ (صفحہ ۱۲۹۰)

جو بھی جِسمانی رس و چسکے ہیں، وُہ دُکھوں کا باعث بنتے ہَیں:۔

(۱) جیتے رس سریر کے تیتے لگہہ دُکھ (صفحہ ۔ ۱۲۸۷)

(۲) جیوں رس بھوگ کِیئے تیتا دُکھ لاگے (صفحہ ۔ ۹۰۶)

(۳) بہو سادہُوں دُوکھ پراپتِ ہووئے۔ (صفحہ ۔ ۱۰۳۴)

اِس شبد میں گوشت کھانے یا نہ کھانے کی کوئی ہدایت نہیں۔ تعلیم تو گیان دھیان کے سمجھنے اَور زبان کے چسکوں اَور رسوں کو چھوڑنے کی ہَے۔ چاہے وہ رس یا سواد گوشت کا ہی کیوں نہ ہو۔

(۱) کھان پان میٹھ رس بھوجن انت کی بار ہوت کت کھاری۔ (صفحہ ۔ ۱۳۸۸)

(۲) جب لگ رس تب لگ نہی نیہو۔ (صفحہ ۔ ۳۲۸)

(۳) اینتے رس سریر کے کے گھٹِ نام نواسُ۔ (صفحہ ۔ ۱۵)

اِس شبد سے کِسی گوُرمکھ یا ابھیاسی کا گوشت اَور مچھلی کھانے کی اِجازت کا مطلب نکالنا بڑی بھاری بھُول ہوگی۔ گورُو صاحب کا کہنا ہے:۔

(۱) اے من میرے باولے ہر رسُ چکھ ساد پائے۔
ان رسِ لاگا تُوں پھر ہِہ بِرتھا جنم گوائے۔ (صفحہ۔ ۴۳۰)

(۲) جاکو آئیو ایک رسا۔
کھان پان آن نہی کھُدھیا تاکے چِت نہ بسا۔ (صفحہ۔ ۶۷۲)

(۳) جاکو رسُ ہر رسَ ہے آئیو۔
سو آن رس ناہی لپٹائیو۔ (صفحہ۔ ۱۸۶)

(۴) اِیا رس مہہ مگنُ ہوت کِر پاتے مہا بِکھیاتے توِر۔ (صفحہ۔ ۷۰۱)

اِس شبد میں یگوں وغیرہ کے موقعہ پر ہرن وغیرہ کا مارنا، بیاہ شادیوں میں گوشت کا اِستعمال پُرانے وید شاستروں میں گوشت کے بارے میں اندراج وغیرہ گورمت کے خیالات اَور وِچار نہیں ہیں :۔

(۱) خصم وِسارِ کیئے رس بھوگ۔
تاں تنِ اُٹھِ کھلوئے روگ۔ (صفحہ۔ ۱۲۵۶)

(۲) سبھ رس بھوگن بادِ ہہ سبھ سیگار وکار۔ (صفحہ۔ ۱۹)

گورُو نانک دیوجی نالُو پنڈت کو اُس کے دھرم گرنتھوں میں سے ہی مِثالیں دے کر اَور ہِندُو مذہب کے کچُھ وُہ طریقے، جن کے ساتھ پنڈتوں اَور براہمنوں کا تعلق تھا، بتا کر اُس کی جہالت دُور کر رہے ہیں، گوشت کھانے کی اِجازت نہیں دے رہے۔

پہلاں ماسہُو نمّیا

اُوپر والے شبد سے پہلے بھی شری گورُو نانک دیوجی کا ایک شلوک ہے۔ اُس سے بھی گوشت مچھلی وغیرہ کھانے کی اِجازت ہونے کا غلط مطلب لیا جاتا ہے:۔

پہلاں ماسہُو نمّیا ماسے اندرِ واسُ
جیو پائے ماس مُنہ مِلیا ہڈُ چم تن ماسُ
ماسہُو باہر کڈھیا مماّ ماسُ گراسُ

مُنہ ماسے کا جیبھ ماسے کی ماسے اندر ساسُ
وڈا ہوآ وِیاہیا گھر لے آئیا ماسُ
ماسہُو ہی ماسُ اُوپجے ماسہُو سبھو ساکُ
ستگور مِلیئے حُکم بُجھیئے تاں کو آوے راسِ
آپِ چھُٹے نہ چھُوٹیئے نانک بچن بِناسِ (صفحہ - ۱۲۸۹)

اِس شلوک کی پہلی چھ کڑیوں میں صِرف گوشت کی مِثالیں دے دے کر تعلیم کو سمجھانے کے واسطے تیار کیا گیا ہے۔ تعلیم تو صِرف آخری دو کڑیوں میں ہے۔ اِن دو کڑیوں کو بڑے غور و دھیان سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

اِس شلوک میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح شروع سے آخر تک اِنسان کا تعلّق گوشت کیساتھ بنا رہتا ہے۔ گوشت کی کئی اَور مِثالیں دے کر اِس تعلّق کو مضبوط کر کے بتایا گیا ہے۔

آخری دو کڑیوں میں آدمی کو اِس سے چھُٹکارہ حاصِل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اِس سے فائدہ اُٹھانے کے واسطے اِن دونوں کڑیوں کو ذہن میں رکھکر ہی گورُو صاحب کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیئے۔

ستگور مِلیئے حُکم بُجھیئے تاں کو آوے راسِ
آپِ چھُٹے نہ چھُوٹیئے نانک بچن بِناسِ (صفحہ - ۱۲۸۹)

تعلیم تو حُکم بُوجھنے کی ہے۔ حُکم بُوجھنا کس طرح ہوتا ہے؟ اگر مُرشِد کامِل مِل جائے، پھر کیا ہوتا ہے؟ کام پُورا ہو جاتا ہے۔ اگر کامِل مُرشد نہ مِلے تو کیا اپنی ہمّت سے حُکم نہیں بُوجھا جا سکتا اور کام پُورا نہیں کیا جا سکتا؟ نہیں، اِس طرح اُن کے بچنوں کا صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ آپِ چھُٹے نہ چھُوٹیئے ...... اپنی ہمّت سے کسی کا چھُٹکارہ نہیں ہو سکتا۔ حُکم بُجھیئے تاں کو آوے راس .... وہ کونسا کام ہے جو حُکم بُوجھنے سے پُورا ہو جاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ گوشت کا وُہ اَٹُوٹ اَور مضبوط رِشتہ جس کا پہلی چھ کڑیوں میں بیان کیا گیا ہے، ٹُوٹ جاتا ہے۔ حُکم بُوجھنے سے یہی کام ہے جو راس یعنی پُورا ہو جاتا ہے۔

گوشت سے تعلّق سے کیا مُراد ہے؟ جسم کا بندھن۔ اِنسان کی بُنیاد بھی گوشت میں ہے،

وُہ پَیدا بھی گوشت میں سے ہوتا ہے اور جب تک جیتا ہے اُس کا سب برتاؤ بھی گوشت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ تو پھر یہ تعلّق ٹوٹ کیس طرح سکتا ہے؟ اگر وُہ دُنیا میں دوبارہ پَیدا نہ ہو تو اُس کا گوشت سے تعلّق نہ رہا۔ گوشت سے تعلّق ٹُوٹنے سے مُراد کیا ہے؟ جنم مرن سے خلاصی پانا یہی شری گورُو گرنتھ صاحب کی تعلیم کا مقصد ہے:۔

(۱) کر جوڑِ نانک دانُ مانگے جنم مرن نِوارِ لیہُو۔ (صفحہ۔ ۴۵۸)

(۲) جنم مرنُ نِوارِ دھرنی دھر پتِ راکھُ پرماند۔ (صفحہ۔ ۵۰۸)

(۳) اب کی بار بخشِ بندے کو بہُرِ نہ بھَوجلِ پھیرا۔ (صفحہ۔ ۱۱۰۴)

(۴) پربھ جنم مرن نِوارِ۔ ہارِ پرِیو دوار۔ (صفحہ۔ ۸۳۷)

حُکم بُوجھنے سے ہی آدمی جنم مرن سے مُکت ہوتا ہے۔ یہ سمجھ اُس وقت حاصِل ہوتی ہے جب مُرشدِ کامِل کی صُحبت حاصِل ہو اور اُس کی بخشِش ہو جائے۔ جنم مرن سے چُھٹکارہ یا خُدا سے وِصال حُکم بُوجھنے اور سمجھنے کا ہی پھل ہے:۔

حُکمِ پچھانِ تا خصمے مِلنا (صفحہ۔ ۹۲)

اگر حُکم نہ بُوجھا جاوے تو:۔

حُکم نہ بُوجھے آوَن جائے۔ (صفحہ۔ ۶۷۶)

حُکم بُوجھنے سے آدمی سچ میں سما جاتا ہے:۔

(۱) حُکم بُوجھے سو سچ سمانا۔ (صفحہ۔ ۱۲۷۰ اور ۱۹۳)

(۲) حُکمِ پچھانے بُوجھے سچ سوئے۔ (صفحہ۔ ۲۳۲)

جو حُکم کو جان لیتا ہے وُہ خُدا کی درگاہ میں قبُول ہو جاتا ہے:۔

مانے حُکم سیجھے در سوئے۔ (صفحہ۔ ۸۳۲)

بندہ وہی ہے جو حُکم کو پہچان لے:۔

حُکمِ پچھانے سو ایکو جانے بندہ کہیئے سوئی (صفحہ ۱۳۵۰)

حُکم بُوجھنا ہی اصلی عقلمندی یا دانائی ہے۔

حُکم پچھانے خصم کا دُوجی اور بیانپ کائے ۔ (صفحہ - ۱۹۹)

خُدا کے ساتھ مِلاپ یا وصال کی نشانی یہ ہے کہ اُس کے حُکم کو پہچان لے ۔

پربھ مِلنے کی ایہہ نِیسانی

مِن ایکو سچّا حُکم پچھانیٔ (صفحہ - ۱۶)

(شبدارتھ) میں لکھا ہے 'کہ مہاراج گورُو نانک دیوجی نے کُورُوکشیتر تیرتھ پر گوشت پکایا اور فضُول اندھ وِشواسوں کو تار تار کیا ۔ یہ بات ماننے کے قابل نہیں کہ جگت گورُو نے گوشت پکایا ہو۔ گوشت پکانے والی روایت کو بھی ہمیں اُسی نظریئے سے دیکھنا چاہیئے جیساکہ 'کل تارن آئے' نے 'مکّہ گھُمایا تھا ۔ ہردوار میں سُورج کی طرف پیٹھ کر کے پانی دینے کی طرح، فُقراء کامِل دُنیا والوں کو سبق دینے کے لیئے کئی طرح کی عجیب باتیں کر دیتے ہیں ۔

شبدارتھ (تشریح آدی گرنتھ) میں تحریر شُدہ اِس بات سے کہ ہندوؤں کے گورُو اَور مُسلمانوں کے پیرنے گوشت پکایا، اُن کے گوشت خور ہونے کی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے ۔ گورُو صاحب کا گوشت خور ہونا تو کہیں پڑھنے یا سُننے میں نہیں آیا ۔ بھائی مردانہ جی سدا گورُو جی کے ساتھ رہتے تھے ۔ وہ کئی اِسلامی مُلکوں میں بھی گئے ۔ کیا وہ گوشت حلال ہوتا تھا یا ہندوؤں کا تیار کیا ہُوا؟ بابا سِری چند جی کے چلائے ہُوئے اُداسی مت میں تو گوشت سے ہمیشہ پرہیز ہی رہا ہے اَور گورُو کے لنگر میں بھی گوشت پکنا کہیں پڑھا یا سُنا نہیں گیا ۔

لنگر دَولتِ ونڈ یئے رسُ امرِت کھیر گھیالی ۔ (صفحہ - ۹۶۷)

سِری گورُو گرنتھ صاحب میں بھگت کبیر جی کے شامِل کیئے فرمان گوشت اَور مچھلی وغیرہ کی صاف الفاظ میں مُمانعت کرتے ہیں ۔

سِری گورُو نانک دیوجی کے شلوک ۔ پہلاں ماسہو نمیا ۔ (صفحہ - ۱۲۸۹) اور شبد مُاسُ ماسُ کرِ مُورکھُ جھگڑے '' (صفحہ ۹۰ - ۱۲۸۹) کو 'جپ جی صاحب میں سے ۔ دَھول دھرم دَئیا کا پُوت' (صفحہ ۳) اَور دَئیا کے مُتعلق دِیئے جا چُکے دُوسرے فرمانوں کو سامنے رکھ کر پڑھنا چاہیئے ۔ دَئیا یا رحم اَور بخشش ہر دھرم، مذہب اَور مت کا لازمی جُز مانا گیا ہے ۔ کسی مذہب میں بھی گوشت

کھانا جائز نہیں بتایا گیا۔

اِنسانی جسم خُدا کا گھر ہے، اِس کے اندر خُدا رہتا ہے۔

انتر یُوجا تھان مُرارا (صفحہ - ۴۱۱)

پرماتما نرمل (پاک) ہے۔

منُ میلا سچُ نِرملا کیونکر مِلیا جائے۔ (صفحہ - ۷۵۵)

اگر نفسِ اَمّارہ (من) صاف نہ ہونے کی وجہ سے دِل پاک و صاف نہیں ہے تو خُدا کا بسیرا اندر ہو نہیں سکتا۔

سُوچے بھانڈے ساچُ سماوے وِرلے سُوچاچاری۔ (صفحہ ۵۹۷)

ناپاک اَور بے قاعدگی سے کھانے پینے سے دِل صاف نہیں ہو سکتا۔ دِل کی صفائی کے واسطے پاک اَور سادہ خُوراک کا ہونا لازمی امر ہے۔ کھانے پینے کا اثر ہمارے من پر بہُت ہوتا ہے۔ اِس لیئے ہماری غِذا جِسم کو تندرُست رکھنے والی اَور نہایت سادہ ہونی چاہیئے۔

رُوحانی راستے پر چل سکنے کے لِئے من پر قابُو پانا ہوتا ہے۔ من پر قابُو پانے کے طریق کی شروعات زبان کے رس اَور لوازمات پر قابُو پانے سے ہوتی ہے۔ جِس کا لوازمات پر قابُو نہیں، رُوحانیت اُس کی راہ نہیں۔ گورُو نانک دیوجی نے اُسی شخص کو اصلی اَور سچّا سنیاسی مانا ہے جو اِن رسوں اور لوازمات کا غُلام نہیں:-

(۱) ان رسُ چُوکے ہر رسُ منِّ وسائے۔ (صفحہ - ۱۱۵)

(۲) اِیہہ رس چھاڈے اوہ رسُ آوا
اوہُ رسُ پیا اِیہہ رسُ نہی بھاوا (صفحہ - ۳۴۲)

(۳) ہرِ رسُ جِنّی چاکھیا ان رس ٹھاکِ رہائیا۔ (صفحہ - ۱۰۸۸)

ہسنڈیاں کھیلنڈیاں پینڈیاں کھاونڈیاں وِچے ہووے مُکتِ۔

نانک ستگورُو بھیٹیئے پُوری ہووے جُگت

ہسنڈیاں کھیلنڈیاں پینڈیاں کھاونڈیاں وِچے ہووے مُکتِ۔ (صفحہ ۵۲۲)

عام طور پر اِس فرمان کا غلط اِستعمال کیا جاتا ہَے۔ اِس کے یہ معنی بالکُل نہیں کہ طالب کو جو دِل چاہے' اَور جِس قدر چاہے' کھانے پِینے کی اِجازت ہے؛-

تِس وِنُ سبھ اَپوِتر ہے جیتا پہنن کھانُ' (صفحہ ۱۶)

پہلے وقتوں میں لوگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جاکر بڑی سخت عِبادت کرتے تھے۔ جِسم پر کپڑے نہ پہننا' ننگے پاؤں رہنا۔ گرمی میں آگ تپنا' سردی میں دریاؤں کے بہتے برفانی پانی میں کھڑے رہنا' پہاڑوں کی غاروں میں پڑے رہنا' اور برفوں میں پڑے گلنا' کئی کئی دِن تک کُچھ نہ کھانا پینا اور چِلّے کاٹنا یا کِسی دُوسرے طریقہ سے اپنے جِسم کو دُکھ اَور تکلیف دینا۔ یہ سب عمل گورُو گھر میں قبول نہیں ہیں۔ یہ شلوک (صفحہ ۔ ۵۲۲) جِسم کو بے فائدہ دُکھ دینے کے طریق کو رَد کرتا ہَے۔ پر اِس سے کھانے پِینے اور عیش و عِشرت کی کُھلی اِجازت لینا بھی بڑی بھاری غلطی ہو گی؛-

(۱) کھانا پِینا ہسنا سَونا وِسر گیا ہَے مرنا ۔
خصم وِسارِ خُواری کِینی دھرِگ جِیوَنُ نہی رہنا ۔ (صفحہ ۔ ۱۲۵۴)

(۲) انِک پرکار بھوجن نِتّ کھاتے مکھ دنتا گھس کھِین کھئیا ۔
میری میری کرِ کرِ مُوٹھَو پاپ کرت نہ پری دَئیا ۔ (صفحہ ۔ ۸۲۶)

گورُو صاحب کا ایک اَور فرمان ہَے اِس کا اِستعمال بھی عام طور پر غلط کِیا جاتا ہے؛-

کھانا پِینا پوِتر ہے دِتوںُ رِجک سنباہ ۔ (صفحہ ۴۷۲)

جِسم کو تندرست رکھنے کیلئے سادہ و جائز خُوراک ہی پاک غِذا ہے۔ پرہیزگاری سے کھانے پِینے کی مناہی نہیں ہَے۔ جائز خُوراک سے مُراد وُہ خُوراک ہَے جو قُدرت نے کِسی جاندار یا اِنسان کے واسطے مُقرر کی ہو۔ قُدرت نے اِنسان کے واسطے کھانے پِینے کے لِئے کیا کُچھ مُقرر کِیا ہے؟ اِس کے مُتعلق آگے سوچ وِچار کی جائے گی۔

گورُسِکھ یا جگیاسُو' جِس نے یہ سمجھ لیا ہَے کہ میرا زندگی کا سب سے بڑا مقصد خُدا سے وِصال کرنا ہے اَور گورُبانی کو ہی گورُو اِختیار کر لیا ہے' کے واسطے گوشت و مچھلی کا اِستعمال جائز و قابلِ قبُول ہے یا نہیں؟ اِس کے مُتعلق غلط وِچار کر کے کئی طرح کی غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہَیں۔ یہ تو پہلے ہی

بڑے صاف لفظوں میں کہا جا چُکا ہے کہ خُدا کی عبادت کرنے والے کا زبان کے چسکا کی خاطر کسی جانور کا گوشت کھانا خُدا کے گھر میں قبُول نہیں ہے۔ گیتا کے ادھیائے نمبر ۱۶ : ۲ میں تشدّد اَور جبر و ظُلم سے منع کیا گیا ہے۔ اُسی طرح گورُو صاحبان نے تشدّد یا ظُلم نہ کرنے کے اِشارے دیئے ہَیں۔ اُنہوں نے صاف الفاظ میں "گوشت نہ کھانا" کہنے کی ضرُورت نہیں سمجھی۔ اگر جور و ظُلم منع ہے تو گوشت و مچھلی وغیرہ کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۱) ہنسا ممتا موہ چُکاوے۔ (صفحہ۔ ۸۴۰)

(۲) ہنسا تَو من تے نہی چھوٹی جِیہ دَئیا نہی پالی۔ (صفحہ۔ ۱۲۵۳)

آخری فرمان میں تشدّد کو چھوڑنے اَور خِلقت و مخلُوق کے لیئے رحم کی تعلیم اِس قدر صاف ہے کہ اِس میں اَور اِضافہ کرنے کی ضرُورت نہیں۔

جور کِیا سو جُلم ہے۔

دُنیا کے سب مذہب، جو اِس وقت رائج ہیں یا پہلے ہو چُکے ہیں، رحم اَور بخشش کی تعلیم دیتے ہَیں۔ جانوروں اَور پرندوں کو چُھری سے ذبح کیا جاوے، یا بندوق کا نشانہ بنایا جاوے، اُن کے پیچھے کُتّے لگائے جائیں یا باز اور شِکرے وغیرہ لگائے جاویں۔ جھٹکہ کیا جائے یا حلال، یہ سب کارروائی رحم اَور بخشش سے خالی مانی جائے گی۔ ہر کوئی جِینا چاہتا ہے۔ جان سب کو پیاری ہے۔ دُکھ اور تکلیف کے ہوتے ہوئے بھی کوئی مرنا نہیں چاہتا۔ موت سے ہر کوئی ڈرتا ہے۔ تھامس نیوٹن نے کہا ہے کہ تشدّد کرنا صِرف حماقت ہی نہیں، بلکہ مالکِ کُل کی بے ادبی اَور توہین بھی ہے۔[1]

کبیر صاحب نے جھٹکہ اَور حلال دونوں کو بُرا کہا ہے۔ کیوں کہ دونوں ہی رحم اور بخشش سے خالی ہَیں، وہ لکھتے ہَیں :-

اُن جھٹکہ اُن بِسمل کِیتا دئیا دونوں سے بھاگی ॥ کہت کبیر سُنو بھائی سادھو آگ دونوں گھر لاگی

---

[1] Cruelty to animals is not only a stupid act, but it is an insult to God—Thomas Newton.

کبیر صاحب نے اُن لوگوں کو جو ہوم ـ یگ کے موقع پر جانور کی قربانی دیتے ہیں، خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عاقبت میں ایسے لوگ سزا کے حقدار ہوں گے۔

ماٹی کے کر دیوی دیوا تس آگے جِئو دیہی
ایسے پِتر تمارے کہیئے آپن کہیا نہ لیہی
سر جیو کا ٹھہر جیو پوجہہ انت کال کو بھاری (صفحہ۔ ۳۳۲)

ظلم و تشدّد، رحم اور بخشش کو کبھی نزدیک نہیں پھٹکنے دیتی مگر رحم اور دئیا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں رحم نہیں وہاں عامل بھی قصائی ہوجاتا ہے۔ "دئیا بن سِدھ قصائی" فقیروں کا مشہور فرمان ہے۔ کبیر صاحب نے جگہ جگہ دئیا یا رحم کی تعریف کی ہے اور تشدّد کی برائی کی ہے۔ آپ کا ایک شلوک قاتلوں کو پھٹکار دیتا ہے:۔

کبیر جیہ جے مارہہ جوُر کر کہتے مو جو حلال۔
دفتر دئی جب کاڈھ ہے ہوئیگا کون حوال۔ (صفحہ۔ ۱۳۷۵)

کبیر صاحب کا ایک اور پاک اور مبارک فرمان ہے:۔

جو سبھ مہہ ایک خُدائے کہت ہو تو کیوں مُرغی مارے۔ (صفحہ۔ ۱۳۴۰)

پھر فرمایا ہے:۔

کبیر جوری کیئے جُلم ہے کہتا ناؤ حلال۔
دفتر لیکھا مانگیئے تب ہوئے گو کون حوال (صفحہ۔ ۱۳۷۴)

جو لوگ جانوروں کو زبردستی ذبح کر کے کھاتے ہیں، اُن کو خُدا کے حضور میں بدلہ دینا پڑیگا۔

(۱) کبیر جور کیا سو جُلم ہے لیئے جباب خُدائے۔
دفتر لیکھا نِکسے مار مُوہے مُنہ کھائے۔ (صفحہ۔ ۱۳۷۵)

(۲) کبیر بھانگ ماچھلی سُرا پان جو جو پرانی کھاہہ
تیرتھ برت نیم کیئے تے سبھے رساتل جاہہ (صفحہ ۱۳۷۷)

کبیر صاحب فرماتے ہیں کہ گوشت مچھلی وغیرہ کھانے والوں کے تیرتھ، برت یعنی روزے

دھرم اَور نیم سب ضائع چلے جاتے ہیں۔

جیسا کہ اِس سے پہلے لکھا گیا ہے کہ کبیر صاحب نے جھٹکہ اَور حلال دونوں کو تشدّد اَور ظلم کی کارروائی بتایا ہے۔ دِن بھر روزہ رکھ کر نماز پڑھ کر شام کو مُرغی مارنے سے مُسلمان بہشت میں نہیں جاسکتے۔ اَور نہ ہی تیرتھ برت وغیرہ کرتے ہُوئے بھی جانوروں کو مارنے والے ہندو سورگ میں جاسکتے ہیں۔ مُسلمان جانوروں کو حلال کر کے مارتے ہیں اَور ہندو جھٹکے سے۔ لیکن یہ دونوں ہی گُناہ ہیں۔ دونوں ہی فریقین کے گھروں میں آگ لگی ہُوئی ہے اور دونوں ہی نرکوں میں جانے کا سامان کر رہے ہیں۔

سنتو! راہ دوؤ ہم ڈِیٹھا۔
ہندو تُرک ہٹا نہہ مانے سواد سبھن کو میٹھا۔
ہِندو برت ایکادس سادھے دُودھ سنگھاڑا سیتی
اَنّ کو تیاگے من نہیں ہٹکے پار نہ کرے سگیتی
روزہ تُرک نماز گُذارے بِسمل بانگ پُکارے
اُن کی بھِست کہاں تے ہوئے ہے سانجھے مُرگی مارے
ہِندو دیا مہر کو تُرکن دونو گھٹ سوں تیاگی
وے حلال وے جھٹکہ ماریں آگ دونوں گھر لاگی
ہندو تُرک کی ایک راہ ہے ستگورُ کہیں بتائی
کہہ کبیر سنُو رے سنتو رام کہیئو خُدائی

مُرشد نے بتایا ہے کہ ہندو اَور مُسلمانوں کی راہ ایک ہی ہے۔ مگر دونوں کی اصلی راہ تو رام یا خُدا کی راہ ہے۔ جس پر چل کر وُہ جنّت یا سورگ سے اُوپر اُٹھ کر لافانی ہستی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

کبیر صاحب مُسلمانوں کو سمجھاتے ہُوئے صاف طور پر فرما رہے ہیں کہ وُہ روزے بھی بے فائدہ ہیں، جن کو رکھنے والا اپنی زبان کے رس اَور چسکے کی خاطر جانوروں کو ذبح کرتا ہے۔ اِس

طرح اللہ خُوش نہیں ہوگا۔

روزہ دھرے مناوے اللہ سوادت جیہ سنگھ ارے

آپا دیکھ اور نہی دیکھے کاہے کو جھکھ مارے

قاضی صاحب ایک توہی مہہ تیرا سوچ بچار نہ دیکھے

خبر نہ کر ہہ دین کے بورے تاتے جنم الیکھے [صفحہ ۴۸۳]

کبیر صاحب کا ہی فرمان ہے :۔

(۱) اللہ اوّل دین کو صاحب جور نہی فرماوئے (صفحہ ۴۸۰)

(۲) کبیر جور کیا سو ظُلم ہے لئے جباب خُدائے (صفحہ۔ ۱۳۷۵)

گور سِکھ یا جگیاسُو کی زندگی کا مقصد خُدا کا وِصال ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پتھر دِل اور بے رحم آدمی کے اندر نُور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اِس لِئے گورسِکھ یا طالب کو لازمی طور پر رحم دِل ہونا چاہیئے۔ رحم کرنا ہمارا دھرم ہے۔ صِرف رحم کرنے والا اِنسان ہی دِیندار یا دھرمی ہو سکتا ہے۔ اگر تُم چاہتے ہو کہ خُدا تُم پر بخشِش کرے، رحم کرے تو تُم بھی ہر کسی پر رحم کرو۔ حیوانوں و پرندوں کو مار کر کھانا رحمدل اِنسانوں کا کام نہیں :۔

جیئتے دانے ان کے جیا باجھُ نہ کوئے۔ (صفحہ ۴۷۲)

یہ ٹھیک ہے کہ ساری بناسپتی میں رُوح ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ اناج کے دانے دانے میں بھی رُوح ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جا چُکا ہے کہ پرند اور چرند اور ساگ سبزی، پھل، اناج وغیرہ کی رُوح یا چیتن شکتی میں بڑا فرق ہے۔ گھاس اور پودے اِتنا دُکھ اور درد محسُوس نہیں کرتے جتنا کہ جانور، حیوان اور پرندے۔ ایک جاندار کا دُوسرے کی خُوراک بننا قُدرت کا کھیل ہے۔ اِس لِئے مُناسب یہی ہے کہ اِنسان جانوروں کے لِئے کم سے کم دُکھ اور درد کا باعث بنے۔ اور بِلا ضرُورت جان بُوجھ کر جانوروں کا قتل نہ کرے۔ رحم کی زیادہ تر ضرُورت حیوانوں اور پرندوں کو ہے۔ مذہبی کتابوں میں 'ہتیا' کا مطلب جانوروں، حیوانوں پرندوں اور مچھلیوں وغیرہ کو مارنے سے ہے اور رحم، ترس، اور دَیا کی تعلیم بھی زیادہ تر اِن پر رحم کھانے کی

بہت سے درختوں سے پھل پک کر خود بخود گر پڑتے ہیں۔ درختوں اور پودوں کی ٹہنیاں کاٹے جانے کے بعد وہ پھر سے نکل آتی ہیں۔ موسم خزاں میں پتے خود بخود جھڑتے ہیں کوٹھیوں میں گھاس کے خطوں پر مشین اور رولر پھیرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ کئی پودوں کی قلمیں دوبارہ لگ جاتی ہیں۔ موافق موسم میں پودوں کو ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ پر لگایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی حیوان یا پرندے کا کوئی انگ توڑ دیا جائے تو وہ پھر دوبارہ بن یا جڑ نہیں سکتا۔ اسلام کہتا ہے کہ دائم الخمر یعنی عادی نشہ باز اور قاتل الشجر یعنی درخت کاٹنے والے اور ذابح البکر یعنی جانوروں کو ذبح کرنے یا مارنے والے کو خدا کبھی نہیں بخشا۔

مصیبت کے وقت کی ضروریات

یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں کئی ایسی جگہیں بھی ہو سکتی ہیں، کہ جہاں برف ہی برف ہی یا بالکل ریگستان ہی ہو اور گوشت و مچھلی کے بغیر زندہ رہنا مشکل ہو۔ یہ تو صرف ایک حجت ہے۔ یہ کہنے والوں میں ایسے کتنے لوگ ہیں جن کو ایسی جگہوں پر جانے کا اتفاق ہوا ہو؟ اور کتنے ایسے ہیں جنہوں نے اس دنیا میں آنے کا مقصد ہی خدا کا وصال سمجھا ہو؟ اگر کسی ابھیاسی یا خدا پرست پر ایسا وقت آ بھی جاوے تو بخشنہار خدا اس کی مجبوری کو جانتا ہے۔ اور اگر نیت صاف ہو تو وہ کارساز اپنی رحمت سے اس کی پوری پوری مدد کرتا ہے۔ ہندوستان ایسا ملک نہیں، کہ گوشت وغیرہ کھانے کی یہ مجبوری ہو اور اس آڑ میں گوشت وغیرہ کا استعمال کیا جاوے۔

گوشت خوری اور گناہ و ثواب

شری گورو گرنتھ صاحب میں جگہ جگہ پر زور دیا گیا ہے کہ انسان کا پیدائشی مقصد وصل خدا ہے۔ جو کھانا پینا، رہن سہن، کاروبار، رسم و رواج اور اصول اس مقصد کو پانے میں مددگار ثابت ہو سکے، وہ ثواب ہے۔ جو چیز اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالے، وہ گناہ ہے۔ گوشت خوری اور شراب پینے کی عادت کو بھی اسی کسوٹی پر پرکھا جانا چاہیئے۔ اگر گوشت اور مچھلی کھانے اور شراب پینے سے دل خدا کی طرف زیادہ لگتا ہے، یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ تو پھر خوب پیٹ بھر کر گوشت

کھانا چاہیئے اَور نشہ بھی کرنا چاہیئے۔ اگر اِن اَشیاء کے اِستعمال سے من کے اندر خرابیاں اَور گندے خیالات پَیدا ہوتے ہیں، رُوح کثیف جسم کو چھوڑ کر نُقطہ سویدہ کی طرف جلدی نہیں جاتی تو یہ کھانا جائز نہیں۔ اِن کو اِستعمال کرنے والا گُور بانی کو گورُو کہنے کا حقدار نہیں۔

جِس گھر کے ہم نے غُلام بننا ہے اُس گھر میں تو صِرف نام یا کلمہ ہے:۔

نانک کے گھر کیول نامُ (صفحہ۔ ۱۱۳۶)

کیول سے مُراد ہے صِرف اَور خالِص۔ سب دھرموں اَور مذہبوں میں سے اُونچا اَور سچّا مذہب نام یا کلمہ ہی ہے۔

سرب دھرم مہہ سریسٹ دھرمُ
ہر کو نامُ جپہ نِرمل کرمُ (صفحہ۔ ۲۶۶)

نام یا بانی کا ابھیاس، پربھُو بھگتی، ہری سِمرن، اللہ کی بندگی ہی طالب یا گُور سِکھ کا دھرم ہے۔ اگر سِکھ یا طالب نے جِسم کی پرورش کرنی ہے تو وُہ بھی نام کی کمائی کے واسطے۔ جو کُچھ کھانا اَور پینا ہے اُس پرماتما کے بتائے ہُوئے راستے پر چل سکنے کے لِئے ہونا چاہیئے۔

نام ابھیاس، سِمرن اَور من کی یکسُوئی کے لِئے جو غِذا جائز ہے اُس کو بھی تھوڑی مِقدار میں ہی کھانا چاہیئے، گُور سِکھ یا طالب کھانے پینے کے لئے نہیں جیتا، بلکہ وُہ جِینے کے لِئے کھاتا ہے۔ تاکہ اِسی جنم میں نام بھگتی کے ذریعہ اپنا آواگون کا چکّر ختم کر سکے۔ رُوحانی راستے پر چل سکنے کے واسطے پرہیز اَور طریقہ سے کھانا پینا اَور زبان کے رسوں پر قابُو پانا پہلی سیڑھی ہے۔ شری گورُو گوبند سنگھ جی نے الپ آہار یعنی تھوڑا اور پرہیز سے کھانے کی تعلیم دی ہے:۔

الپ اہار سُلپ سی نِندرا، دئیا چھما تن پریت۔ (شبد ہزارے)

الپ کا مطلب ہے تھوڑا۔ "آسادی وار" میں تھوڑا کھانا، اَور کیا کھانا جائز ہے، بتایا گیا ہے:۔

ہَوں تِس گھول گھُمائیا ستگورُ دا اُپدیس کماوے
ہَوں تِس گھول گھُمائیا تھوڑا سوے تھوڑا ہی کھاوے (واراں بھائی گورداس)

اوبی دُنیا توڑے بندھنا انّ پانی تھوڑا کھائیا ۔ (صفحہ۔ ۴۶۷)

بھائی گُورداس جی فرماتے ہیں :۔

گُور سِکھ تھوڑا بولنا تھوڑا سَونا تھوڑا کھانا ۔ (واراں بھائی گورداس)

زیادہ پیٹ بھر کر کھا لینے سے نام یا بانی کا ابھیاس نہیں ہو سکتا ۔ پیٹ کو روٹی سے ٹھوس کر بھر لینے سے سِمرن نہیں ہوتا ۔ اِس سے تو من کو زیادہ خُمار چڑھتا ہے ۔ آلس پیدا ہوتا ہے ۔ جیسے جیسے نام کا ابھیاس بڑھتا جاتا ہے، کھانا پینا، لذّتیں، رس، گوشت اور نشہ وغیرہ فوراً چھوٹ جاتے ہیں ۔

صِرف گوشت نہ کھانے سے ہی خُدا نہیں مِلتا

یہ کہہ دینا ٹھیک ہو گا کہ صِرف گوشت و مچھلی وغیرہ نہ کھانے سے ہی خُدا کا وِصال نہیں ہو جاتا ۔ اگر صِرف گوشت چھوڑ دینے سے ہی خُدا مِل سکتا تو کئی آدمی ایسے ہیں جو گوشت بالکُل نہیں کھاتے بیشُمار اِنسان ایسے ہیں جو گھاس اور پتّوں پر ہی گُزارہ کرتے ہیں ۔ گوشت وغیرہ نہ کھانے کا یہ فائدہ ہے کہ رُوحانی راستے پر چلنے والے کو مدد مِلتی ہے ۔ اُن کرموں یا اعمال کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے جن کے بوجھ تلے ہماری رُوح دَبی ہُوئی ہے ۔ خُدا کا وِصال آدمی کے اندر بُرے کرم کی جگہ اچھے کرم لانا شُروع کر دیتا ہے ۔ جیسا کہ کرودھ یا غُصّہ کا اُلٹ ہے معافی، لالچ کا اُلٹ ہے قناعت یا صِدق، موہ یا پیار کا اُلٹ ہے وَیراگ اور اہنکار و غرُور کا اُلٹ ہے عاجزی و اِنکساری ۔ اِسی طرح تشدّد، سِتم اور سینہ زوری کا اُلٹ ہے رحم اور ترس ۔ (Negative) منفی کو چھوڑنا اُتنا ہی ضرُوری ہے جتنا (Positive) یعنی مُثبت کو اختیار کرنا ۔ جس شخص نے دہلی سے آگرہ جانا ہے اُس کے لِئے انبالہ والی سڑک کو چھوڑنا اور آگرہ والی پر چلنا ضرُوری ہے ۔ انبالہ والی سڑک کو چھوڑنے سے مُراد ہے بُرے کرموں کو چھوڑنا اور آگرہ والی سڑک پر چلنے سے مُراد ہے اچھے کرموں کو اختیار کرنا ۔

گوشت خوری نہ کرنا مگر ٹھگی، فریب، دھوکہ، بے ایمانی، غریبوں کی حق تلفی کرنا یتیموں اور بے آسرا لوگوں پر ظُلم کرنا وغیرہ صِرف پاکھنڈ کرنا ہے اِس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ۔

ترس یا رحم کا حد سے زیادہ ہونا

تشدّد اور ستم کو گُناہ کہا گیا ہے اور رحم و ترس کو ثواب۔ عقل سے مُناسب کام نہ لے کر رحم اَور ترس دونوں ہی کو حد سے زیادہ دُور تک لیجایا جا سکتا ہے۔ مثلاً نلکے کا پانی اِس وجہ سے نہ پینا کہ اِس میں چمڑے کی نلکی ہے۔ کئی بودھی خُود تو جانور مارتے نہیں لیکن کھا لیتے ہیں۔ اگر انڈہ کھانے کی خواہش ہو تو کسی دُوسرے آدمی سے تڑوا کر گھر میں بنا کر کھا لیتے ہیں۔ حضرت مرزا غُلام احمد قادیانی نے "اِسلامی اُصولوں کی فلاسفی" میں اِس بارے اپنے خیالات بتائے ہیں جو مُناسب معلُوم پڑتے ہیں:-

" ہو سکتا ہے کہ اِنسان اِس قدر رحم دِل ہو جائے کہ اپنے جسم کے اندر پڑے کیڑے مارنے سے بھی گُریز کرے اَور جانداروں کا اِس حد تک لحاظ کرے کہ سر کی جوؤں، پیٹ، آنتوں یا دماغ کے اندر پڑے کیڑوں کو بھی دُکھ دینا مُناسب نہ سمجھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص میں رحم کا مادہ یہاں تک پہنچ جائے کہ وُہ شہد کھانا بھی چھوڑ دے، کیونکہ وُہ بے شُمار مکھیوں کو مار کر اَور اُن غریب مکھیوں کو اُڑا کر اُن کے ٹھکانے سے دُور کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی میرا دوست کستُوری کھانے سے بھی پرہیز کرے کیونکہ وُہ ہرن کے خُون سے پیدا ہوتی ہے اور غریب ہرن کو مار کر اَور اُسے اُس کے بچّوں سے جُدا کر کے ہی حاصِل ہوتی ہے۔ اِسی طرح اِس بات سے بھی اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی شخص موتیوں کا اِستعمال کرنا بھی چھوڑ دے اور ریشم اوڑھنا بھی چھوڑ دے کیوں کہ یہ دونوں اشیاء غریب کیڑوں کو مار کر ہی حاصِل کی جاتی ہیں۔ اِسی طرح یہ بھی مُمکن ہے کہ کوئی شخص بیماری میں جونکیں لگوانے سے بھی گُریز کرے۔ آپ تکلیف برداشت کر لے مگر غریب جونکوں کی موت کا باعث نہ بنے۔ اصل بات یہ ہے کہ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے، مگر میں یہ ضرُور مانتا ہُوں کہ کوئی آدمی دیا یا رحم کے جذبہ کو یہاں تک پہنچا دے کہ وُہ پانی پینا بھی چھوڑ دے اور اِس طرح پانی کے جراثیموں کو بچاتے بچاتے خُود موت کے مُنہ میں چلا جائے۔ میں یہ سب کچُھ مان سکتا ہوں مگر میں یہ بھی نہیں مان سکتا کہ عام حالات ہی سداچار کہلا سکتے ہیں یا اُنکے ذریعہ وُہ ساری اندرُونی غلاظت دھوئی جا سکتی ہے جو خُدا کے وصل کی راہ میں رُکاوٹ ہوتی ہے۔

اِس واسطے جِسم کی صفائی کو دِل کی صفائی میں بدلنا ہے اَور دِل کی صفائی کو نام یا کلمہ کے شغل کا ذریعہ بنانا ہے۔

اتّیا چار یا ظُلم و سِتم

گوشت اَور مچھلی وَغیرہ کھانے والوں کو بڑے غور کے ساتھ دیکھنا چاہیئے کہ جاندار کِس طرح مارے جاتے ہیں:۔

مچھلیاں پکڑنے کے لِئے زِندہ گنڈوے کو کاٹ کر کانٹے کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔ گنڈوا تڑپتا اَور ہِلتا ہے جِس کی وجہ سے وُہ مچھلی کی توجہ کا باعِث جلدی بنتا ہے۔ وُہ گنڈوے کو پکڑنے کے لئے تیزی سے آتی ہے مچھلی کو باہر کھینچ کر کانٹا اچھی طرح مضبُوطی سے پھنسا دِیا جاتا ہے اَور مچھلی کو پھر پانی میں پھینک دِیا جاتا ہے۔ اِس طرح کرنے سے مچھلی نہ تو بھاگ سکتی ہے اَور نہ مرتی ہے۔ جب باہر نِکالو وُہ تازہ ہے۔ اُترپردیش میں کئی مچھلی پکڑنے والے مگرمچھ کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ مگرمچھ کو پکڑ کر رسّہ کے ساتھ باندھ دِیا جاتا ہے اَور ضرُورت کے مُطابق اُس کے ہاتھ پَیر کاٹتے رہتے ہیں۔ اِس طرح مگرمچھ کئی کئی دِن تڑپتا رہتا ہے۔ بکرے کی نِسبت میمنے کا گوشت زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ کئی بار سؤر کے تِین چار دن کے بچّے کو لاٹھیاں مار مار کر مارا جاتا ہے۔ کیونکہ اِس طرح اُسکا گوشت لذیذ ہو جاتا ہے۔

گھڑی چسے کا لیکھا لیجے بُرا بھلا سہو جیا۔ (صفحہ ۱۱۱۰)

فرنٹیئر کے عِلاقہ میں چند دِنوں کے دُنبے کا گوشت پیش کرنا خاص خاطر داری اَور مہمان نوازی سمجھا جاتا ہے۔ اگر زیادہ مہمان نوازی کرنی ہو تو حاملہ دُنبی کو مار کر اُس کے پیٹ سے بچّہ نِکال کر ذبح کر لیا جاتا ہے:۔

پاپ کماوندیا تیرا کوئی نہ بیلی رام۔ (صفحہ ۵۴۶)

دِبنگ قصائیاں دا سہنا، بکرے کے گلے کو آدھا کاٹ کر پھڑ ٹانگے لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے مگر لوگ بھُول جاتے ہیں کہ:۔

دُکھڑی مُہت کا لیکھا لیوے ریتہو ماساتوا، کڈھاونیا۔ (صفحہ ۱۲۷)

اِسلامی قانُون کے مُطابق بیمار جانوروں کو قتل کرنا ممنُوع ہے۔ مگر لوگ بیمار جانور کو، چاہے وہ آخری سانسوں پر ہی کیوں نہ ہو، ریڑھے پر باندھ کر جلدی جلدی ذبح خانہ لاکر اُس کی ٹانگیں یا سینگ لاٹھیاں مار کر توڑ دیتے ہیں اور اِس طرح زخم خوردہ جانور کو ذبح کر لینا جائز سمجھ لیتے ہیں۔ مُول بیادھی بیاپس لوبھا۔ (صفحہ ۱۸۲) یعنی لالچ کے زیرِ اثر اِنسان بیماری اور دُکھ پاتا ہے۔ جیہ تو حدیث میں لکھی شرع کا ناجائز فائدہ اُٹھانا ہے۔ مُرغیاں بیچنے والی دُکان کے اندر گاہک مُرغیوں کو ٹٹول ٹٹول کر بھاؤ کرتے ہیں۔ جالیوں یا ٹوکروں میں بند بھُوکی پیاسی مُرغیوں کے سامنے ایک ایک کر کے مُرغیاں کاٹی جاتی ہیں۔ جِس بے دردی سے بند کر کے مُرغیاں ایک جگہ سے دُوسری جگہ بھیجی جاتی ہیں، جیسا کہ سائیکلوں پر اُلٹی لٹکائی ہوئی دیکھی جاتی ہیں اور جیسا کہ بڑے گھروں کے نوکر ایک ہاتھ میں سبزی، پھل اور دُوسرے ہاتھ میں پروں سے پکڑی ہُوئی مُرغیاں لے جاتے ہیں، وہ بڑا ہی قابلِ رحم منظر ہوتا ہے۔ خُدا ہی ایسے لوگوں کے دِل میں رحم پیدا کرے:۔

سبھنے جیہ سمال اپنی مہر کر (صفحہ ۱۲۵۱)

ذبح خانوں میں جانور خُوشی خُوشی نہیں جاتے جو اُن کے ساتھ بیتنے والی ہوتی ہے، اُس کا احساس اُن کو پہلے سے ہی ہو گیا ہوتا ہے۔ بکریوں کو پچھلی ٹانگوں سے اُٹھا اُٹھا کر دھکیل کر ذبح خانہ کے اندر لے جایا جاتا ہے۔ بیچاری گائے، بھینسوں کو لاٹھیاں مار مار کر اور اُن کی دُمیں مروڑ مروڑ کر اندر کی طرف کھینچا جاتا ہے، مگر جو حالت آج اُن کی ہے کل مارنے والوں کی ہوگی:۔

اپن کمایئے آپے بادھے۔ (صفحہ ۱۹۹) یعنی پاپی جیو اپنے کرموں سے ہی بندھ جاتے ہیں۔ بہتے خُون اور خُون اور لہُو کے ساتھ لت پت فرش پر ساتھ ساتھ بندھے ہُوئے جانور اپنے ساتھیوں کے گلے کٹتے دیکھتے اور اپنی قیامت کی اِنتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگ بھُول جاتے ہیں کہ:۔

مندا چنگا آپنا آپے ہی کیتا پاونا۔ (صفحہ ۴۷۱)

ہمارے مُلک میں سُوَر کو مارتے وقت اُس کی بُری حالت کی جاتی ہے۔ ایسی بے دردی اور ظُلم دُنیا کے کسی دُوسرے مُلک میں نہیں ہوتا۔ سؤر کو رسّے سے باندھ کر دو تین آدمی اُس کے اُوپر

چڑھ جاتے ہیں اور ایک لمبی کیل ٹھونک ٹھونک کر اُس کے دل میں سوراخ کرتے ہیں۔ سؤر کی دُکھ بھری اور دردناک چیخیں میلوں تک سُنائی دیتی ہیں:۔

اگے کرتی کیرت واپیئے بہہ لیکھا کر سمجھائیا۔ (صفحہ ۴۶۴)

یعنی موت کے بعد ہمارے کرموں کا حساب ہمارے سامنے رکھ کر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ تم نے یہ کرم کئے ہیں۔

مجھے ایک بار سؤر کو مارتے دیکھنے کا موقع ملا۔ کیل صحیح ٹھکانہ پر رکھ کر ٹھونکنے کی بجائے غلط جگہ پر ٹھونک دیا گیا جس سے اُس کے دل میں سوراخ نہ ہو سکا۔ کیل باہر نکال کر پھر دوسری جگہ دوبارہ ٹھونکا گیا۔ اُس کو مرنے میں تقریباً پون گھنٹہ لگ گیا۔ اُس کی دل سوز چیخیں مجھے کبھی نہ بھول سکیں گی۔ گورو صاحب یاد کراتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

در لئے لیکھا پیڑ چھُٹے نانکا جیؤں تیل۔ (صفحہ ۴۷۳) یعنی موت کے بعد جب کرموں کے حساب بموجب پھل بھوگنا پڑتا ہے تو جیو کو تلوں کی طرح پیڑا جاتا ہے۔ کئی جگہوں پر آج کل بھی سؤر کے جسم میں گرم گرم سلاخیں چبھو کر اُسے مارا جاتا ہے:۔

لیکھا لیجے تِل جیؤں پیڑی (صفحہ ۱۰۲۸)

مجھے پورا یقین ہے کہ اگر لوگ ذبح خانوں کے اندر جانور ذبح ہوتے اور سؤر مرتے دیکھ لیں، تو زیادہ نہیں تو ساٹھ ستّر فیصدی گوشت نہ کھا سکیں۔ بہت سے لوگ ہیں، جو نہ تو کسی جانور کو خود مار سکتے ہیں اور نہ ہی مرتا ہوا دیکھ سکتے ہیں لیکن وہ گوشت کھانے سے نہیں رہ سکتے۔ عام گھروں میں عورتیں، جب مرغی ماری ہوتی ہے تو منہ دوسری طرف کر لیتی ہیں۔ اِن بال بچوں والی عورتوں کو ذبح خانوں میں سؤر مارا جاتا ہوا دیکھنا چاہیئے، تاکہ اُن کو پتہ لگ سکے کہ دوسروں کے بچوں کے ساتھ انسان کیا کیا ظلم اور تشدّد کر رہا ہے۔

میں نے، جانوروں کے ساتھ جو جو ظلم و تشدّد ہوتا ہے، ذبح خانوں میں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہی نہیں بلکہ جانوروں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اُن کے دلی جذبات کو سمجھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ جو دل اِن بے زبانوں اور بے گناہوں پر ظلم ہوتا دیکھ کر نہیں پگھلتا، وہ ضرور پتھر کا

دِل ہو گا:۔

سو کت جانے پیر پرائی ٭ جاکے انتر درد نہ پائی۔ (صفحہ ۷۹۲)

دُنیا میں سب سے زیادہ گورُو، اوتار، رِشی اور مُنی وغیرہ ہندوستان میں ہوئے ہیں اور جِتنے وید، شاستر اور دھرم گرنتھ یہاں پڑھے جاتے ہیں، اور کسی مُلک میں شاید ہی پڑھے جاتے ہونگے۔ یہ سب کُچھ ہوتے ہوئے بھی جو ہماری رُوحانی اور اِخلاقی حالت ہے، اُس سے شاید اُن مُلکوں کی حالت زیادہ اچھی اور برتر ہو گی، جو خُدا کی ہستی میں عقیدہ یا یقین نہیں رکھتے۔ کئی بار خیال آتا ہے کہ ہندوستان میں اِتنے زیادہ گورُو صاحبان، پیر پیغمبروں، اور رِشی مُنیوں کا آنا بھی ہماری ضرُورت زیادہ ہونے کے باعث ہی تھا۔ جہاں بیماری زیادہ ہو، ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرُورت بھی وہاں ہی زیادہ ہوتی ہے۔

تھیوسوفی کو ماننے والوں کا خیال ہے کہ جاندار کئی طرح کے جِسم اختیار کر کے جب ایک بار اِنسانی جِسم حاصِل کرلے، تو اُس کو دوبارہ واپس نِچلی جُونیوں میں نہیں جانا پڑتا۔ مگر سِکھ دھرم یا گورُبانی کے مُطابق اگر اِنسان بُرے فعل کرتا ہے تو پھر دوبارہ نِچلی جُونیوں میں بھیجا جا سکتا ہے۔

انت کالِ جو لچھمی سِمرے ٭ ایسی چِنتا مہہ جے مرے
سرپ جُونِ وِلِ وِلِ اَوترے ٭ انتِ کالِ جو لڑکے سِمرے
ایسی چِنتا مہہ جے مرے ٭ شُوکر جُونِ وِلِ وِلِ اَوترے (صفحہ ۵۲۶)

اِس کے مُطابق رُوح طرح طرح کے قالِب اختیار کرتی ہُوئی اِنسانی وجُود میں آتی ہے۔ اور بُرے اعمال کی وجہ سے پھر واپس نِچلی جُونیوں میں جا سکتی ہے۔ اِسکا مطلب یہ ہُوا کہ جو جاندار کُچھ عرصہ پہلے نِچلی جُونیوں میں بھٹک رہا تھا آج اِنسانی قالِب میں ہو سکتا ہے۔ اور جِسکے پاس آج اِنسانی وجُود ہے کل وہی اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے پرند یا چرند بن سکتا ہے۔ ایسی حالت میں ہو سکتا ہے کہ آج کا ایک بکرا کل کا قصائی بن جائے اور آج کا قصائی کل کا بکرا بن جائے اور بکرے نے قصائی بن کر ہاتھ میں چُھری پکڑی ہُوئی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جِس سُؤر کو کیل ٹھونک کر یا گرم سلاخیں چبھو چبھو کر مارا اور مزے مزے کھایا جا رہا ہو، وہ اُسی

کھانے والے کا ہی بڑا بھائی ہووے! خُدا ہی سب کو بخشنے :-

مہر دَئیا کر کرنے ہار۔ (صفحہ ۸۹۷)

گورُونانک دیوجی کا یہ ارشاد "آپ مرے اَور نہ مارے"، صفحہ ۱۳۵۶ور ۱۱۲۸ پر دو بار آیا ہے اِس میں خُودی اَور غرُور کے مارنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جِس شخص میں غرُور اَور خُودی نہ رہے وہ کِسی کو مار کیسے سکتا ہے؟ جب اِنسان کِسی پر بھی زور و جبر کرتا ہے تو خُودی کے باعث ہی کرتا ہے۔ جِس نے خُودی اَور غرُور کو مِٹادِیا ہے اصل میں وہی رحمدِل اور ترس کھانے والا ہے۔ آپا بھاؤ، خُودی اور غرُور کو چھوڑنا ہی خُدا کے ساتھ ایک میک ہونا ہے۔ جِس کو ہر ذرّہ اور ہر چیز کے اندر خُدا نظر آتا ہو اُس کے لِئے کِسی کا دِل دُکھانا یا تشدّد کرنا ناممکن ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دُنیا کی سب بہادُر قومیں گوشت کھاتی ہیں۔ یا یُوں کہو کہ سُورما اَور بہادُر بننے کے لِئے گوشت کھانا ضرُوری ہے۔ مگر گورُبانی کے مُطابق سُورما یا بہادُر وہی ہے جِس نے اپنی کمزوریوں اَور خواہشات پر فتح پائی ہو۔

جِن بِل مارے پنچ سُور بیر ایسو کَون بلی رے۔ (صفحہ ۴۰۴)

مہاتما بُدھ کا فرمان ہے کہ ہزار دُشمنوں کو ہزار بار جِیت لینے کی بجائے اپنے آپ کو جِیت لینا کہیں مُشکل ہے۔ یسُوع مسیح کا فرمان ہے کہ ساری دُنیا پر فتح پا لینے کا کیا فائدہ اگر اپنی رُوح گنوادی جائے! گوربانی من کے جِیتنے کو ہی دُنیا کا جیتنا بتاتی ہے!

(۱) مِن جِیتے جگُ جِیتُ۔ (صفحہ ۶)

(۲) جِن گورُ پرسادی مَنُ جِیتیا جگُ تِنہہ جِتانا۔ (صفحہ ۱۰۸۹)

جِس گورُو سِکھ یا سچّے جب گیا سو کے دِل میں 'نِربھو' یعنی بے خوف خُدا البتا ہو، اُس کو ڈر اور خَوف کِس کا اور اُس سے بڑھ کر بہادُر کَون ہو سکتا ہے :-

(۱) جہہ آپُ گیا بھَو بھاگا۔ (صفحہ ۸۷۹)

(۲) نانک سو سُورا وریام جِن وِچہو دُسٹ اہنکرن مارِیا۔ (صفحہ ۸۶)

(۳) جو اِسُ مارے سوئی سُورا۔ (صفحہ ۲۳۷)

وُہ شورمے اَور بہادُر، جو گورُو گوبند سنگھ جی کے وقت اِسلامی حکُومت کے ساتھ جنگ میں شیروں کی طرح لڑے اور شہادت پائی، اُن کے اندر نام کی طاقت تھی۔ وہ تنخواہ دار یا روزگاری سپاہی نہیں تھے۔ وہ سنت سپاہی کے سِکھ تھے اُن میں طاقت گوشت کھانے کی وجہ سے نہیں تھی۔ البتہ گوشت تو دُشمن کی فوج کو قدرے زیادہ مِلتا تھا۔ خالصے کی دیگ تو عام طور پر مست یعنی خالی ہی رہتی تھی اَور بھُوکے پیاسے سِنگھوں کو کئی بار جنگلوں میں پتے کھا کر ہی گزارہ کرنا پڑتا تھا۔ آدمی بہادُر تو جذبہ کی بدولت ہی ہُوا کرتا ہے۔ گوشت کھانے سے اِنسان صِرف پتھر دِل ہوتا ہے اَور ظالمانہ فعل کرتا اور کرواتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندُوؤں کی رحم دِلی کے باعث ہی حملہ آور باہر سے آتے رہے اَور ہندُوستان صدیوں تک غلام بنا رہا۔ اِس بارے میں سومناتھ کے مندر کا ذِکر عام طور پر آتا ہے۔ یہ بات بھی سوچنے والی ہے۔ اِس کا اصل باعث گورُو صاحب نے فرمایا ہے۔ کیا راجہ اور کیا پرجا، سب ہی اپنے دِین و دھرم سے دُور چلے گئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ جیسے دھرم پر لگا کر اُڑ گیا ہو:۔

(۱) کلِ کاتی راجے کا سائی دھرم پنکھ کر اُڈریا۔
کوڑ اماوس سچ چندرما دِیسے ناہی کہہ چڑھیا
ہَوں بھال وِکُنّی ہوئی ※ آدھیرے راہُ نہ کوئی۔ (صفحہ ۱۴۵)

(۲) سرمُ دھرمُ دوئے چھپ کھلوئے کُوڑ پھرے پردھان وے لالو۔ (صفحہ ۷۲۲)

اندھیر گردی مچی ہوئی تھی۔ وُہ جذبہ بالکُل نہیں تھا، جو گورُو صاحب نے بعد میں اُن کے اندر پیدا کیا۔ یہ نہیں تھا کہ ہندُو راجے گوشت نہیں کھاتے تھے یا فَوجیں جنگ نہیں کرتی تھیں۔ اُن کے اندر کمی تو صِرف جذبے یا سچّے دھرم کی تھی۔

اناج کھانے بارے گورُ بانی

گورُ سِکھ کا دھرم ہے کہ گورُو گرنتھ صاحب میں لِکھی گئی ساری بانی کی تعمیل کرے۔ گورُبانی سے مُراد صِرف گورُو صاحبان کی زبانِ مُبارک سے فرمائی ہُوئی بانی ہی نہیں، سارا گورُو گرنتھ صاحب

ہی گورو ہے اَور گورسکھ کی خوراک کے واسطے لکھا گیا ہے:۔

(۱) آدِ پرُکھ تے ہوئے اناد ٭ جپیئے نام ان کے ساد
جپیئے نامُ جپیئے انُّ ٭ انبھے کے سنگ نیکاونّ
انّے باہر جو نر ہووہہ ٭ تین بھون مہہ اپنی کھووہہ
چھوڈ ہہ انّ کرہہ پاکھنڈ ٭ ناسوہاگن نہ اوہ رنڈ (صفحہ ۸۷۳)
(۲) انّے بِنا نہ ہوئے سکالُ ٭ تجیئے انّ نہ ملے گپالُ
کہہ کبیر ہم ایسے جانیا ٭ دھنّ اناد ٹھاکرُ منُ مانیا (صفحہ ۸۷۳)

مطلب یہ ہے کہ اناج پرماتما نے ہی پیدا کیا ہے اَور پرماتما کے نام کی کمائی اناج کھاکر ہی ہوسکتی ہے۔ مُبارک ہے زمین کی پرورش کرنے والا خُدا، جو اناج پیدا کرتا ہے۔ مُبارک ہے مُرشدِ کامِل اَور مُبارک ہے اناج، جس کے کھانے سے بھُوکے آدمی کا دِل کھِل اُٹھتا ہے۔ وُہ فُقرا بھی مُبارک ہیں، جن کی صُحبت سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے۔ پرماتما کے نام کا سمرن کرنا چاہیئے اور اناج بھی تیار کرنا چاہیئے۔ پانی کے ساتھ اِس اناج کا کیسا خُوبصُورت رنگ نِکلتا ہے۔ جو آدمی اناج کو ترک کرتے ہیں اور یہ پاکھنڈ کرتے ہیں، وُہ اَیسی عورتوں کی طرح ہیں جو نہ تو سُہاگنیں ہیں نہ ہی بیوہ۔ اناج کے بغیر خُوشحالی نہیں ہوسکتی۔ اناج چھوڑنے سے خُدا نہیں مِلتا۔ اَے کبیر! ہمیں یہ یقین ہے کہ اناج بڑی اعلےٰ نعمت ہے، جس کے کھانے سے ہمارا دِل خُدا کے ساتھ جُڑتا ہے۔ اناج نہ کھانا جسم کو دُکھ دینا ہے:۔

(۱) انّ نہ کھاہہ دیہی دُکھ دیجے۔ (صفحہ ۹۰۵)
(۲) اِک انّ نہ کھاہہ مُورکھ تِناں کیا کیجئی۔ (صفحہ ۱۲۸۵)

دیکھو دھنّا بھگت جی نے اِس بارے میں خُدا سے کیا مانگا:۔

دال سیدھا مانگوں گھیو ٭ ہمرا خوسی کرے نِت جیو
پنہیا چھادنُ نیکا ٭ اناجُ منگوں ست سی کا
گئو بھینس منگوں لاویری ٭ اِک تاجن تُری چنگیری

گھر کی گیہن چنگی ※ جن دھنا لیوے منگی (صفحہ ۶۹۵)

بھگت نے اناج مانگا ہے۔ گوشت مچھلی نہیں مانگی۔ کیونکہ قادر کریم نے انسان کی خوراک اناج بنائی ہے، گوشت نہیں۔ "آسادی وار" میں آیا ہے کہ گوشت وغیرہ تو کیا خدا کے بندے تو اناج بھی تھوڑا ہی کھاتے ہیں:۔

اوہنی دُنیا توڑے بندھنا ان پانی تھوڑا کھائیا۔ (صفحہ ۴۶۷)

بھائی گوُرداس جی کا ارشاد ہے:۔

جوگ جُگت گوُر سِکھ سمجھائیا
آسا وِچ نراس ولائیا
تھوڑا پانی اَن کھائے پیائیا (واراں بھائی گوُرداس)

قُدرت نے انسانی وجُود کی بناوٹ گوشت کھانے والوں جیسی نہیں بنائی۔ انسان کا پیدائشی فرض خدا کا وصال ہے اور خوراک اُس کی اناج، پھل اور سبزیاں ہیں۔

جو کرے گا سو بھرے گا

دھمپد میں مہاتما بُدھ جی کہتے ہیں کہ جو دُوسروں کو دُکھ دیتا ہے، وہ آپ بھی سُکھی نہیں ہو سکتا۔ آدمی پہاڑوں کی چوٹیوں یا غاروں، سمندر کی نچلی تہہ یا آسمان میں کہیں بھی چلا جائے، کہیں بھی جا کر چھپ جائے، اُس کو اپنے کیئے ہوئے کرموں کا پھل ملے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خدا کے گھر میں پورا پورا انصاف ہے۔

(۱) پُورا نیاؤ کرے کرتار۔ (صفحہ ۱۹۹)

(۲) سچا آپ تخت سچا بہہ سچا کرے نیاؤ۔ (صفحہ ۹۴۹)

(۳) تیرے گھر سدا سدا ہے نیاؤ۔ (صفحہ ۳۷۶)

(۴) ہر کا ایک اچنبھو دیکھیا میرے لال جیو
جو کرے سو دھرم نیائے رام۔ (صفحہ ۵۴۱)

بھائی گوُرداس جی کہتے ہیں:۔

(۱) جیہا بیؤ تیہا پھل پایا۔ (واراں بھائی گوُرداس ۱:۱)

(۲) بھلیہوں بُرا نہ ہووئی، بُرے ہو بھلا نہ بھلا منائے۔ (واراں بھائی گوُرداس ۳۱:۱۶)

یسوع مسیح کا فرمان ہے کہ جو دُوسروں پر رحم نہیں کرتا اُس پر خُداوند کریم بھی رحم نہیں کرتا۔ جو دُوسروں کی خطاؤں کو معاف نہیں کرتا خُدا اُس کی خطاؤں کو درگذر نہیں کرتا۔ جس ترازُو میں ہم دُوسروں کو تولتے ہیں، اُسی پر ہمیں بھی تولا جائے گا۔ جس پیمانے سے تُم دُوسروں کو ماپتے ہو، خُدا اُسی پیمانے سے تُمہیں ماپے گا۔ کسی کے ساتھ جبر و ظُلم، سینہ زوری کرنا اور کسی کو مارنا گُناہ ہے۔

(۱) اللہ اوّل دین کو صاحب، جور نہیں فرماوے۔ (صفحہ ۴۸۰)

(۲) کبیر جورُ کیا سو جُلم ہے لئے جباب خُدائے۔ (صفحہ ۱۳۷۵)

لُبِ لُباب یہ ہے کہ گوُربانی (۱) رحم کرنا سکھاتی ہے۔ (۲) گوشت مچھلی کے اِستعمال کو ردّ کرتی ہے۔ اور (۳) اناج کھانا بتاتی ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ سب کچھ ہوتے ہُوئے بھی لوگ گوشت خوری کو دین یا دھرم کے خِلاف یا بُرا نہیں سمجھتے۔

اکثریت کے گوشت کھانے کی دلیل

دُنیا میں اسّی فیصدی لوگ گوشت کھاتے ہیں۔ یُگوں یُگوں سے لوگ ماس مچھلی کھاتے آئے ہیں اور آئندہ بھی کھاتے رہیں گے۔ یہ اَمر کرنا نامُمکن ہے کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے گا جب کہ ہر کوئی اناج، پھل اور سبزیوں پر ہی گُذارہ کرے گا۔ اِس سے مایُوس ہونے کی ضرُورت نہیں ہے۔

(۱) اکہڑ کرے سُ اکہڑ پائے اِک گھڑی مُہت نہ لگے۔ (صفحہ ۱۰۹۸)

(۲) اکہڑو کرے سُ اکہڑو پائے۔
کوئی نہ پکڑیئے کسے تھائے (صفحہ ۴۰۶)

(۳) کبیر تیری جھونپڑی گل کٹیّن کے پاس۔
جو کرن گے سو بھرن گے توکیوں بھیؤ اُداس۔

گوشت اور مچھلی وغیرہ کی مُمانعت اُن کے لئے ہے جنہوں نے اپنے پیدائشی مقصد کو سمجھا ہے۔

اور جنہوں نے رُوحانیت کی راہ پر چلنا ہے۔ جنہوں نے دُنیا میں آنے کو سپھل کرنا ہے۔ وُہ — 'بابر باہوش کُن کہ عالم دوبارہ نیست'، کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ جو ابھی بے خبر ہیں، جن کو عاقبت کی فکر نہیں، وہ 'بابر باعیش کُن کہ عالم دوبارہ نیست' کو ہی دانائی اور عقلمندی مانتے ہیں۔ مُرشدِ کامل کا طالب غلط فہمی میں مُبتلا نہیں ہوتا۔ وُہ جانتا ہے کہ :-

اِہی تیرا اَوسر اِہہ تیری بار (صفحہ ۱۱۵۹)

اِس لئے وہ گورُو کی تعلیم پر پکّی طرح عمل کرتا ہے، دُنیا چاہے کسی طرف بھی کیوں نہ جاتی ہو، وُہ گورُو کے فرمان پر ہی چلتا ہے۔ اگر دُنیا میں بے شک ایک فی صدی لوگ بھی گوشت و مچھلی وغیرہ سے پرہیز کرنے والے نہ ہوں، وُہ تب بھی بھروسہ رکھتا ہے اور ڈگمگاتا نہیں۔ موتی نایاب ہوتے ہیں، ہنسوں کی قطاریں نہیں ہوتیں اور ہیرے و جواہرات کی بوریاں نہیں ہوتیں :-

سِنہوں کے لیہڑے نہیں ہنسوں کے نہیں پانت
لالوں کی نہیں بوریاں سادھ نہ چلیں جماعت

سِکھ مذہب میں ماس بارے جو مَت بھید ہے، اُس کا باعث صِرف گورُبانی کے باغور مُطالعہ کی کمی ہے۔ اگر نیک نیت ہوکر، ڈر و پیار اور صاف دِلی (Open mind) سے گورُبانی کی تہہ تک پہنچا جائے تو اِن فالتُو وہموں اور غلط فہمیوں کی کوئی گُنجائش نہیں رہتی۔ شری گورُو گرنتھ صاحب کی تو ایک کڑی ہی کافی ہے اگر اُس کو سمجھ کر دِل میں بٹھا لیا جائے۔

جِس سرب سُکھا پھل لوڑئیے سو سچ کماوو
نیڑے دیکھو پار برہم اِک نام دِھیاوو
ہوئے سگل کی رینکا ہر سنگِ سماوو
دُوکھ نہ دیئی کسے جیہ پت سیئو گھر جاوو

(صفحہ ۳۲۲)

گورُو گوبند سنگھ جی اَور شِکار

——— سنتوکھ سِنگھ

اِنسان کا کِسی کو مارنا ایک کرم ہَے اَور کرم کا اثر مرنے و مارنے والے دونوں پر ہوتا ہَے۔ اِس اثر کو سنسکار یا تقدیر کہتے ہیں۔ ساری دُنیا سنسکاروں کا ہی کھیل ہَے۔ جَیسے بھی کوئی کرم کرتا ہے ویسے ہی اُس کے سنسکار بنتے ہیں۔ اِن کرموں کو تین گنُوں میں بانٹا گیا ہَے۔ (۱) ساتوِک، (۲) راجسک اَور (۳) تامسک۔ ہر طرح کے کرم کا پھل لازمی مِلتا ہَے۔ اچھے کرم کا اچھا اور بُرے کا بُرا۔ کرموں کا پھل صرف دُنیا میں رہ کر ہی بھوگا جاسکتا ہَے۔ جِتنی مُدت تک سنسکار ہیں اُتنا عرصہ آنا اور جانا بنا ہی رہے گا۔

ساری مخلُوق اِن تین گنُوں میں ہَے۔ اور تین گنُوں سے اُوپر بھی ایک حالت ہَے جِس کو چوتھا پد یا ترِیا اوستھا کہتے ہیں۔ یہی نِشکاما یا بے غرضی ہَے۔ اِس حالت میں کِیئے ہُوئے کرموں سے سنسکار یا تقدیر نہیں بنتی اگر آئندہ کے لِیئے نئی تقدیر یا سنسکار نہ بنیں تو عرصہ پاکر پچھلے سنسکار ختم ہو جاتے ہیں۔ اِن کے ختم ہونے سے دُنیا میں بار بار پَیدا ہونے کا سِلسلہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ گورُبانی کی تعلیم تین گنُوں سے اُوپر اُٹھ کر تُریا اوستھا میں پہنچنے کی ہَے۔

مرنے والے چرند پرند کو دُکھ اَور تکلیف، اِنسانی وجُود میں پہلے کِیئے ہُوئے کرموں کا پھل ہوتا ہَے۔ مگر مارنے والا اپنے واسطے نئے سنسکار بناتا ہَے۔

اُس کا کرم تین گنُوں کی حد کے اندر ہونے کے باعث نِشکام یا بے غرض نہیں کہا جاسکتا۔ اِس کو اپنے کِیئے کا عوض ضرور مِلے گا۔ اِس نے اپنا حِساب بیباق کرنے کی بجائے اپنے حِساب میں اضافہ کیا ہَے۔

گورُو گوبند سنگھ جی کی اَوستھا پُورن برہم گیانی کی تھی۔ گورُو اَور خُدا میں کوئی فرق نہیں ہوتا:۔

(۱) گورُ پرمیسر ایکو جانُ۔ (صفحہ ۸٦۴)

(۲) گورُ پرمیسرُ ایک ہَے سبھ مہہ رہیا سمائے۔ (صفحہ ۵۳)

بچتر ناٹک میں بھی آیا ہے :-

ہر ہر جن دوؤ ایک ہے

اسی طرح بھائی گورداس جی نے لکھا ہے ۔

(۱) برنکار آکار کر گور مورت ہوئے دھیان دھرائیا ۔ (۱۸ : ۱۴)

(۲) ہوں تس دے چوکھنّیا گور پرمیسر ایکو جائے (۱۲ : ۵)

گوربانی کے بموجب :-

(۱) برہم گیانی آپ پرمیسر ۔ (صفحہ ۲۷۳)

(۲) برہم گیانی سبھ سرسبٹ کا کرتا ۔ (صفحہ ۲۷۳)

اس لئے جو کچھ برہم گیانی کرتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے ۔

(۱) برہم گیانی کے ہوئے سو بھلا ۔ (صفحہ ۲۷۳)

(۲) برہم گیانی تے کچھ بُرا نہ بھئیا ۔ (صفحہ ۲۷۲)

کیونکہ برہم گیانی، گورو اور خدا میں کوئی فرق نہیں ہے، اس واسطے گورو یا مرشد کے کرموں یا اعمال کو خدا کے افعال ہی سمجھنا ہے ۔ پرماتما یا خداوند کریم گناہ و ثواب سے مبرا ہے ۔ جس کرکے گورو یا مرشد کامل کو کوئی گناہ یا ثواب نہیں ہے ۔

گورو کی حالت اور ہماری حالت میں بڑا فرق ہے ۔ اگر گورو یا مرشد پورن برہم گیانی ہے تو ہم پورے دنیادار اور مطلبی ہیں ۔ انسان کے لئے وہ اعمال اور کرم ہی واجب ہیں جو اس کی حالت والوں کے لئے ہوں ۔ اس لئے گورو یا مرشد کا حکم ماننا لازم ہے اس کی نقل کرنا نہیں :-

(۱) کر ہر جے گور فرمائیا سِل جوگ الونی چٹیئے ۔ (صفحہ ۹۶۶)

(۲) گور کہیا سا کار کماوہو ۔ گور کی کرنی کاہے دھاوہو ۔ (صفحہ ۹۳۳)

بھائی گورداس جی کا ارشاد ہے :-

گور سِکھی دا کرم ایہو گور فرمائے گور سِکھ کرنا ۔ (۲۸ : ۱۰)

اپنی حالت سے اونچے کرم کرنے کا مطلب بے وقوفی ہے ۔ ہمیں کبھی بھی مرشد کے کاموں کی نقل

کرکے اُس کا شریک نہیں بننا چاہیئے بلکہ جو مُرشد نے فرمایا ہَے، پُوری ایمان داری سے اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔

گوُر کہیا سا کار کماوہو ۔ گوُر کی کرنی کا ہے دھاوہُو (صفحہ ۹۳۳)

ہماری تواریخ، روایات اور رسم و رواج وغیرہ سب ہی گوُربانی کے ایک لفظ کے برابر بھی نہیں۔ اگر اِن کی نقل کی جائے تو گورُو ہرگوبند اور گورُو گوبند سِنگھ جی کے شکار کھیلنے کی وجہ سے ہمیں بھی شکار کھیلنا، باز رکھنا اور کُتّے پالنا چاہیئے۔ گوُربانی میں سِکھ کے واسطے ایسی کوئی تعلیم نہیں۔ گورُو سے مُراد گورُو کے خاکی جسم سے نہیں، گورُو کے حُکم اور تعلیمات سے ہَے۔ سِکھ کا فرض ہے کہ اُن کی تعلیم پر عمل کرے۔

سنت سِپاہی

شری گورُو گوبند سِنگھ جی سنت سپاہی تھے۔ سنت پہلے سپاہی بعد میں۔ ہم لوگ نہ تو سنتوں کے مارگ پر چلتے ہیں اَور نہ ہمارے کام ہی سنت سپاہیوں والے ہیں۔ پہلے ہمیں سنتوں کے بتائے ہُوئے راستے پر چلنا چاہیئے۔ اِس کے بغیر ہم سنت سپاہی نہیں بن سکتے۔ شری گوبند سِنگھ جی کو ہُوئے تین سو سال ہو گئے ہیں۔ ہم نے سنت سِپاہیوں والے کِتنے جنگ یا دُوسرے کام کئے ہیں؟ دُکانداریاں، بیوپار اور کاروبار، نوکریوں، ٹھیکیداریوں اور دُنیا کے دُوسرے کاموں میں ہماری عُمریں گزر جاتی ہیں۔ عالیشان کوٹھیاں بنوا، ایرکنڈیشن کمرے اَور نئے نئے فرنیچر، قیمتی غالیچے، نرم بِسترے، بڑھیا کھانا پینا، خوبصُورت کپڑے، نوکر چاکر۔ باغ باغیچے۔ بنک کے کھاتے، کمپنیوں میں حِصّہ داری اَور سونا چاندی وغیرہ، گوربانی کو خُود یا غور پڑھنے کی بجائے رُوپیہ پیسہ دے کر اکھنڈ پاٹھ کروانا۔ ہر مہینے گورُو گرنتھ صاحب کا بھوگ ڈلوانے کے لئے پاٹھیوں کو نوکر رکھنا، کیا یہ سب سنت سپاہیوں کے کام ہیں؟ زبان کے رسوں اور چسکے کے لئے مُرغ مُسلّم، تیتر بیٹر، سیخ کباب، گوشت اور مچھلی کے اچار وغیرہ کھانا اور اپنے آپ کو کہلانا سنت سپاہی کے سِکھ!

بچّے کی پیدائش اَور نام کرن کے موقع پر گوربانی کے اکھنڈ پاٹھ رکھوائے جاتے ہیں۔ اور

کیرتن بھی ہوتا ہے۔ گھر میں تو گوروُ کی بانی پڑھی جا رہی ہوتی ہے اور باہر مُرغیوں کی چیخ و پکار ہو رہی ہوتی ہے بھائی صاحب کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کر کے گلے میں پلّو ڈال کر بچے کی لمبی عمر کے واسطے دُعا کر رہے ہوتے ہیں اور باہر مُرغیوں کے گلے کاٹے جا رہے ہوتے ہیں۔ اور ادنٰے چیونٹی تک کی فریاد سُننے والے رب کو بھینٹ لیکر کیرتن کرنیوالے رائی جتھہ یا روپئے لیکر پاٹھ کرنیوالے بھائی کی آواز سُنائی دے رہی ہوگی یا اُن بے گناہ ذبح کی ہوئی مُرغیوں کے پھڑپھڑاتے ہوئے پروں کی آواز؟ وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے۔ جس کو انصاف کا مجسّمہ کہتے ہیں کیا وہ شری گورو گرنتھ صاحب کے سامنے پڑے پھُول اور پھُولوں کے ہار، اُوپر مخملی چندوا، خوبصورت رُومال اور ذرا پیچھے گھر والے کو اپنے ہاتھ میں چاندی کی مُٹھی والا چنور لئے کھڑے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہوگا یا مُرغیوں کے کھینچ کھینچ کر توڑے جا رہے پر، و چاک ہوتے پیٹ اور اُنکی آنتیں کھانے کے لئے پاس کھڑے کُتّوں کو دیکھ کر دُکھی ہو رہا ہوگا؟ کیا اُس رب کو اندر والی اگربتی و دھوپ کی خوشبو پہنچ رہی ہوگی یا باہر کے قتل و غارت کی سڑاند؟ آخر یہ سب کچھ کیوں کیا جاتا ہے؟ صرف زبان کے پل بھر کے ذائقہ کے واسطے؟ گورو صاحبان تو سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں

(۱) برہم گیانی سدا سم درسی۔ (صفحہ ۲۷۲)

(۲) برہم گیانی سدا ایز دوکھ۔ جیسے سوُر سرب کو سوکھ (صفحہ ۲۷۲)

(۳) برہم گیانی کے درسٹِ سمان۔ (صفحہ ۲۷۲)

گورُو صاحبان جنم مرن کو ایک کھیل سمجھتے تھے۔ اگر کسی جانور کو مارتے تھے (اگر سچ مُچ مارتے تھے) تو اُس کی موت کو اُسی طرح کا کھیل سمجھتے تھے، جس طرح کا اپنے چار صاحب زادوں کی شہیدی کو۔ جس طرح گورُو ارجن دیو جی نے اُبلتے پانی کی دیگ میں اور گرم توے پر بیٹھ کر "تیرا بھانا میٹھا لاگے" کو خُود اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنا کر دکھایا اُسی طرح شری گورُو گوبند سنگھ جی نے :-

نا کچھ آوت نا کچھ جاوت سبھ کھیل کیو ہر رائیو۔

کہو نانک اگم اگم ہے ٹھاکر بھگت ٹیک ہر نائیو۔ (صفحہ ۲۰۹)

کو اپنے چار صاحب زادوں کی شہیدی کے ساتھ ثابت کر کے دِکھایا۔ اِس کے برعکس جب ہمارے خاندان، رشتہ داروں یا یار دوستوں کے ساتھ کوئی واردات یا حادثہ ہو جائے تو

ہمارے ہوش و حواس قائم نہیں رہتے اور ہم زندہ درگور ہو جاتے ہیں :۔

مرن جیون جو سم کر نے سویرے پربھ بھائیدا۔ (صفحہ ۱۰۵۹)

ہمیں اپنی لذت، رس اور ذائقہ کے واسطے یہ تو یاد رہتا ہے کہ دشمیش جی شکار کرتے تھے، اور کچھ نہیں :۔

(۱) ایکو ایکُ ایک ہر اپِ ۔ (صفحہ ۲۸۹)

(۲) آپے آپ ورتدا پیارا آپے آپ اُپا ہِ ۔ (صفحہ ۶۰۴)

وہ آپ ہی مچھلی ہے اور آپ ہی جال ہے۔ وہ آپ ہی گائے ہے اور آپ ہی اُس کا رکھوالا۔

آپے مچھلی آپے جالا ٭ آپے گئو آپے رکھوالا ۔ (صفحہ ۱۰۲۱)

بکرا بھی وُہ خود ہے، قصاب، گوشت بیچنے والا، خریدنے والا، پکانے والا ہی نہیں، قیمہ کوفتے اور مرغ مُسلّم سواد اور ذائقہ کے ساتھ کھانے والا بھی وُہ آپ ہی ہے۔ جس نے یہ جان لیا، اُس برہم گیانی کو کوئی گناہ و ثواب نہیں لیکن ہم کل جُگی لوگوں کو خبردار رہنا چاہیئے اور ہمیں گورو صاحبان کی بتائی ہوئی اُس تعلیم پر ہی جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہے، عمل کرنا چاہیئے۔

ہم گوشت اور مچھلی کا زیادہ تر استعمال اپنی زبان کے ذائقہ کے لئے ہی کرتے ہیں۔ بیاہ شادیوں کے موقع پر سینکڑوں مُرغیاں بیتر اور بٹیروں کا خون ہوتا ہے۔ باہر تو ہم گھر ساجن آئے، کا راگ الاپا جا رہا ہے ہوتا ہے اور اندر مُرغیاں کاٹی اور مچھلیاں صاف کی جا رہی ہوتی ہیں۔ ملنی کی رسم ہو جانے کے بعد کیا براتی اور کیا میزبان سب سجی ہوئی میزوں پر تندوری مُرغوں کی پلیٹوں پر اِس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے بھُوکے حیوان چارے پر :۔

جیوں گئو کر بہائیا دھاوے دہ دس جائے ٭ لوبھی جنت نہ جانئی بھکھ ابھکھ سبھ کھائے (صفحہ ۹۰۳)

جس نے بھی غریب، بے بس چرند یا پرند کو مارنے کیلئے چھُری پکڑی ہے، وہ بے رحم ہے۔ اُس کے ہردے یعنی دل میں رحم اور ترس نہیں۔ وہ دل بخشنہار کی رہائش گاہ نہیں بن سکتا۔ بے رحم آدمی کے دل میں گھٹ گھٹ لِوا سی نُور کا اُجالا کس طرح ہو سکتا ہے :۔

نردئیا ہی جوت اُجالا (صفحہ ۹۰۳)

پرمارتھیوں یعنی ابھیاسیوں کیلئے شکار

گورُو ارجن دیوجی مہاراج نے پرمارتھی یا ابھیاسی لوگوں کے شکار مار کر کھانیکے متعلق جو کہا ہے اُسکی تفصیل یہ ہے۔

دس مرگی سہجے بندھ آنی ※ پانچ مرگ بیدھے سِو کی بانی
سنت سنگ لے چڑھیو سکار ※ مرگ پکرے بِن گھور ہتھیار
آکھیر بِرتِ باہر آئیو دھائے ※ اہیرا پایو گھر کے گائے
مرگ پکرے گھر آنے ہاٹ ※ چُکھ چُکھ لے گئے بانڈھے باٹ
ایہو ہیرا کینو دان ※ نانک کے گھر کیول نام (صفحہ ۱۱۳۶)

یعنی دائے سادھک یا زاہد) دسوں اِندریوں کو سہج ہی قابُو کرو۔ پانچ ہرنوں (کام، کرودھ لوبھ، موہ اور اہنکار) کو گورُو کے شبد رُوپی تیر کے ساتھ بیدھ لے، سنتوں کی صُحبت میں شکار کو جا۔ اِس طرح تُو گھوڑے اور ہتھیار کے بغیر ہرنوں کو پکڑ لائیگا۔ شکار کو گھر ہی سے ڈھونڈھ لے۔ سنتوں کی شکار سے مُراد بد عملوں کا شکار کرنا ہوتا ہے۔ اِن کو ریزہ ریزہ کر دینا چاہیئے۔ ستگورُو نے ہمیں ایسے شکار کا طریق بخشتا ہے۔

دولت کے نشہ میں چور اور اندھے لوگ دُوسرے جانوروں کو مار کر کھاتے رہتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جن چیزوں کو وہ کھا اور پی رہے ہیں، اصل میں وہی چیزیں آہستہ آہستہ اُن کو کھائے جا رہی ہیں اور آخر کار جب پتہ لگے گا تو سوائے پچھتانے کے اُن کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اندھے کھاوہہ بِس کے گٹاک[۱]
نَین سردن سریر سبھ ہُٹیو[۲] ساس گیئو[۳] تت گھاٹ
اناتھ رنجھائے اُدر لے پوکھہہ مائیا گئی آہاٹ
کِل بِکھ کرت کرت پچھتاوہہ کبہُو نہ ساکہہ چھانٹ
نِندک جم دُوتی آئے سنگھاریو دیوہہ مُونڈ اُوپر مٹاک[۵]
نانک آپن کٹاری آپس کو لائی من اپنا کینو پھاٹ[۶] (صفحہ ۱۲۲۴)

---

[۱] نوالے، [۲] کمزور ہو گیا [۳] کم ہو گئے [۴] پاپ [۵] چوٹ [۶] زخمی۔

ماس مچھلی اور شراب

ماس مچھلی کھانا بُرائی کی جڑ ہے۔ ماس مچھلی کا تعلق شراب کے ساتھ ہے۔ ماس اور شراب کے بلاپ سے من ہر طرح کی رنگ رلیوں کی طرف دوڑتا ہے۔ بھائی گورداس جی تو 'گھر گھر دھرم سال' کہہ کر چلے گئے مگر ہم نے بھائی صاحب جی کے فرمان کی تعمیل گھر گھر میں مرغی خانے اور گاؤں گاؤں میں شراب کے ٹھیکے کھول کر کی ہے۔ پھر بھی 'خالصہ میرو رُوپ ہے خاص' کہتے ہوئے کسی کو شرم محسوس نہیں ہوتی۔ یہ دھرم اور سیاست کے مشترکہ 'خالصی' راج کی طرف ایک قدم اٹھایا جا رہا ہے؟

گوربانی کہتی ہے:- جت پیتے مت دُور ہوئے برل پوے وچ آئے
آپنا پرائیا نہ پچھانئی خصمہوں دھکے کھائے (صفحہ ۵۵۴)

گوربانی میں نشہ اور شراب کی بہت نندا کی گئی ہے۔ سب گناہوں کی ماں شراب ہے۔ اِس کو پی کر آدمی خواری کا سامان پیدا کرتا ہے۔ شرابی آدمی کو اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہتی اور وہ خُدا کی درگاہ میں سزا کا حقدار بنتا ہے۔ تیسری پاتشاہی شری گورو امرداس جی نے اپنی بانی میں فرمایا ہے:-

جت پیتے خصم وسرے درگہہ ملے سجائے
جھوٹھا مد مُول نہ پیچئی جے کا پار وسائے
نانک ندری سچ مد پائیے ستگور ملے جس آئے (صفحہ ۵۵۴)

بھائی گورداس جی نے کہا ہے کہ نشہ خور کو لاکھ لعنتیں ڈالو، نشے کی لاکھ بُرائیاں بتاؤ، گرنتھوں اور دھارمک کتابوں سے مثالیں بھی دو، وہ نشہ کی عادت پُوری کرنے سے نہیں ٹلتا۔

املی نہ امل تجت جیوں دھکار کیئے
وکھ دُکھ لوگ وید سنت چھکت ہے۔

بھائی گورداس جی کے مندرجہ بالا ارشاد پر بھائی کاہن سنگھ جی نابھہ تاکیداً فرماتے ہیں:-
'اِس کبت میں بھائی صاحب نے نشہ آور اشیاء کے استعمال کو بالکل ادنے اور بہت بُرا کام

بتایا ہے۔ جو سِکھ ہوتے ہوئے نشوں کا اِستعمال کرتے ہیں، وہ دھرم یا مذہب سے گرے ہوئے ہیں۔[۱]

بھنگ اور شراب کو بُرا کہتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا ہے کہ :۔

'افسوس ہے بہت سے پتِت سِکھ بھائی صاحب (بھائی گوُرداس جی) کے پریم رس کے مطلب کو سمجھے بِنا بھنگ اور شراب کے پیالے پی رہے ہیں، اور قوم میں بُرائیوں کا پرچار کر کے کلنک کے ذِمہ دار ہوتے ہیں'[۲]

پریم سُمارگ نامی کِتاب میں مُصنّف نے ہر طرح کے نشہ سے بچنے کے لِئے کہا ہے :۔

'امل یا نشہ کوئی نہ کھائے۔ نشہ کرنا اِس واسطے منع ہے کہ یہ جِسم میں سُستی پیدا کرتا ہے۔ سمرن اور دُنیاوی فرائِض سے ہٹا رکھتا ہے اور بُرے کاموں میں دِلچسپی پیدا کرتا ہے۔ لذات کو چاہتا ہے۔ لذّات کی وجہ سے ہی بُرے کام ہوتے ہیں'۔

شری گوُرو نانک صاحب نے سنگت کو جس رُوحانی شراب کے پینے کی تعلیم دی ہے، اُس کو بنانے کے لِئے مندرجہ ذیل اشیاء کی ضرورت ہے :۔

گیان کا گُڑ، دھیان کے پھوُل، کرنی یعنی نیک اعمال کے چھلکے، جذبات کی بھٹّی اور پریم کا لیپ اِس طریقے سے شراب نہیں، امرت رس ٹپکے گا اُس رس کو پی کر من متوالا ہو جائیگا اور رام رس پیتا ہوُا سہج کے گھر میں پہنچ جائے گا۔ گوُرو صاحب کا فرمان ہے :۔

گُڑ کر گیان دِھیان کر دھاوے کر کرنی کَس پائیے۔
بھاٹھی بھون پریم کا پوچا اِت رس امیو چُو آئیے۔
بابا من متوارو نام رس پیوے سہج رنگ رچ رہیا۔
اہِنِس بنی پریم لو لاگی سبد اناحد گہیا۔
پوُرا ساچ پیالا سہجے تِسہہ پیائے جا کو ندر کرے۔

---

[۱] بھائی کاہن سِنگھ نابھہ، گوُرمت مارتنڈ، امرتسر، ۱۹۶۲ء، صفحہ ۱۲۷

[۲] گوُرمت مارتنڈ، ۱۹۶۲ء۔ صفحہ ۱۷۵

امرت کا واپاری ہووے کیا مدِ جھوچھے بھاؤ دھرے۔

گُور کی ساکھی امرت بانی پیوت ہی پروان بھئیا۔
در درسن کا پریتم ہووے مُکتی بیکنٹھے کرے کیا۔
صِفتی رتّا سد بیراگی جُوئے جنم نہ ہارے۔
کہہ نانک سُن بھرتھر جوگی کھیوا امرت دھارے۔ (صفحہ ۳۶۰)

بالکل ایسے ہی خیالات کبیر صاحب کے ہیں :۔
کائیا کلالِن لاہنِ میلو گُور کا سبد گُڑ کینُ رے
بھَون چترُ دس بھاٹھی کینی برہم اگن تن جاری رے
مُدرا مدک سہج دُھنِ لاگی سُکھمن پوچن ہاری رے
گُڑ کر گیان دھیانُ کر مہوا بھَو بھاٹھی من دھارا
سُکھمن ناری سہج سمانی پیوے پیون ہارا
اَودھو میرا منُ متوارا
اُن مدچڑھا مدن رسُ چاکھیا ترِ بھَون بھئیا اُجیارا۔ (صفحہ ۹۶۸-۹۶۹)

پھر کہا ہے کہ جس نے بُرائی یا بد اعمالی کی کمائی کری ہو، وہ بے شک جھوٹی شراب پیتا رہے :۔
اِت مد پیتے نانکا بہتے کھٹیہہ بِکار۔ (صفحہ ۵۵۳)

بُری مت کی شراب پینے والوں اور "رام رسائن" یعنی امرت رس پینے والوں کا فرق بتاتے ہوئے گُورو صاحب فرماتے ہیں :۔

(۱) دُرمت مدُ جو پیوتے بکھلی پت کملی۔
رام رسائنِ جو رتے نانک سچ املی۔ (صفحہ ۳۹۹)

(۲) جت پیتے خصم وِسرے درگہہ ملے سجائے
جھوٹھا مدُ مول نہ پیچئی جے کا پارِ وسائے (صفحہ ۵۵۴)

بھائی گُورداس جی واضح طور پر فرماتے ہیں :۔

پوست بھنگ شراب دا چلے پیالہ بھگت بھنچایا۔
سادھ سنگت بن بھرم بھلایا۔ (۴۹ : ۱۶)

بھائی نند لعل جی نے پیارے کی نگاہِ کرم سے مست ہونے کو رنگین اور پوشیدہ عیبوں بھری شراب پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے:۔

گویا نگاہِ یار کہ مخمور گشتہ ایم
کے خواہش مئے لے رنگین پُر اسرار مے کنیم (دیوان گویا)

معنی:۔ گویا (بھائی نند لعل جی کا تخلص) پیارے کی نگاہ کرم سے مخمور ہو گئے ہیں اب رنگین اور پُرعیب شراب کی کیا ضرورت ہے؟

شراب انسانی عقل کو حیوانی عقل میں بدل دیتی ہے۔ "گور بلاس چھٹی پاتشاہی"، میں لکھا ہے:

سنت سُنو تن کی بتیا جگ کھوت ہوئے بڑے اری جیتے
اندھ بھئے مدرا مد تے نج راج بہائے پچھے جھن ریتے
گیان اودھیان سیان بڑے نر، ہوت پشو سبھ وارنی پیتے
تاں تے جو مد پان کرے برتھا جنم سو جائے
نج اُدھار کو نہ کیو پرا نرک میں جائے

مسلمان فقیر منصور مستانہ نے جس نشہ، جس شراب عشق کو پینے کا وعظ کیا ہے وہ غرور و تکبر کو جلا کر روحانیت کی سیر کرانے والا نشہ ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:۔

اگر ہے شوق ملنے کا تو ہر دم لو لگاتا جا
جلا کر خود نمائی کو بھسم تن پر لگاتا جا
پکڑ کر عشق کا جھاڑو صفا کر حجرۂ دل کو
دوئی کی دھول کو لے کر مصلے پر اڑاتا جا
مصلہ چھوڑ تسبیح توڑ کتابیں ڈال پانی میں
پکڑ دست تو فرشتوں کا غلام اُن کا کہاتا جا

نہ مر بھُوکا، نہ رکھ روزہ، نہ جا مسجد نہ کر سجدہ
وضُو کا توڑ دے کُوزہ شرابِ شوق پیتا جا

ہمیشہ کھا ہمیشہ پی نہ غفلت سے رہو اِک دم
نشے میں سَیر کر اپنی خُودی کو تُو جلاتا جا

نہ ہو مُلّاں، نہ ہو براہمن دُوئی کو چھوڑ کر پُوجا
حُکم شاہِ قلندر کا اَنَا الحق تُو کہاتا جا

کہے منصُور مستانہ، حق مَیں نے دِل میں پہچانا
وہی مستوں کا مَیخانہ اُسی کے بیچ آتا جا

گورمت کی رُو سے گوشت خوری بارے پڑتال

_____ ڈاکٹر مان سنگھ نرنکاری

گوشت خوری بارے پڑتال کرتے وقت ہمیں تاریخی اور رسمی پہلوؤں کو سامنے رکھنا پڑتا ہے، مگر متصدقہ پڑتال گوربانی کے مطابق ہی ٹھیک ثابت ہوگی۔

ہم پہلے کچھ تاریخی پہلو لیتے ہیں تاریخی ثبوت جن کے بل بوتے پر خالصہ پنتھ کو گوشت خور بتایا جاتا ہے، اُن کے مُتعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مگر کھوٹے یا کھرے کی پرکھ صرف گوربانی کی کسوٹی پر ہی کی جا سکتی ہے۔ تواریخ پگ ڈنڈی یا کچا راستہ ہے اور گوربانی ہی ٹھیک راستہ (پنتھ) ہے جس پر چل کر ہی ہم پار ہو سکتے ہیں۔

سکھ اِتہاس کے مُطالعہ کی ضرورت ہے۔ (سورج پرکاش، پنتھ پرکاش، جیسے گرنتھوں میں کئی ایسی باتیں اور مضمون ملتے ہیں۔ جو گوربانی کے مُطابق نہیں اور اگر اُن کو صحیح اور سچ ماننا شروع کر دیں تو ہم گورو گرنتھ صاحب کی بانی کے اُلٹ چلنے کے ذمہ دار ہونگے۔ مُصنّفوں نے اُس وقت کے رائج رسم و رواج کی زیادہ تر تردید کی معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ خود نشہ خوری کرتے تھے تو گورو صاحبان کو بھی ویسا ہی بتایا گیا ہے۔ اگر مُصنّف خود گوشت خور تھے تو ایسی ہی من گھڑت کہانیاں بنا کر اپنی کمزوریوں کو گورو صاحب کے ساتھ پیوستہ کر کے اپنے دل کو حوصلہ دے لیا یہاں کچھ مثالیں غور طلب ہیں:-

ا۔ شرادھ:-

نانک پرکاش میں آیا ہے کہ گورو نانک دیو جی نے مرے ہوئے پتروں کا شرادھ کیا تھا۔ یہ بات قابلِ تسلیم نہیں، کیونکہ گورو صاحب کے زبانِ مُبارک سے فرمائے ہوئے شبد، پاکھنڈ روپ شرادھ کرنے کو رد کرتے ہیں، جیسا کہ:-

(۱) اِک لوکی ہور چھمچھری براہمن وٹ پنڈ کھائے

نانک پنڈ بخسیس کا کبھو نیکھوٹش ناہہ ۔ (صفحہ ۳۵۴)

(ب) آئیا گئیا موئیا ناؤ۔ پچھے پتل سد ہو کاؤ۔

نانک من مکھ اندھ پیار۔ باجھ گورو ڈبا سنسار۔ (صفحہ ۱۳۸)

۲۔ نشوں کا استعمال :۔

(ا) چھٹی پاتشاہی کے گورو بلاس کے باب نمبر ۱۸ میں گورو ہر گوبند جی کا بھنگ پینا لکھا ہے :۔

چھے جام دن ان رہا یو ٭ سری گورو وجیا پان کرایو

(ب) بھائی سکھا سنگھ دسویں گورو بلاس کے دسویں باب میں لکھتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی :۔

بجیا دھر جھیت[۱] امل منگاوے ٭ آپ چھکے بن اور دِلاوے

(ج) گورو پرتاپ سورج دی رت ۳ باب نمبر ۴ میں پڑھتے ہیں۔

ادھکے سگندھ مہکار سنگ ٭ بہو رگڑ بدامن سہت بھنگ۔

ایلا[۲] لونگ[۳] مرچ[۴] پان کر ٭ میلیو گلاب یت سردوار۔ (۷)

یت چھتر دھار ستگورو چھکائے۔ (۸)

(د) گورو بلاس کے سولھویں باب میں گورو گوبند سنگھ کے نوراتر انشو پوجن کے مضمون میں لکھا ہے :۔

مدرا بجیا کھانڈ ملائی ٭ چرنامرت مل ساگر پائی[۵]

لے رنج بھیٹ کالکا دینے ٭ جے بھوانی کی اُچر پر لینے۔ ۱۳۷۔

(ح) گورو پرتاپ سورج کی رت نمبر ۳ کے باب نمبر ۲۱ میں بھائی سنتوکھ سنگھ لکھتے ہیں کہ دشمیش جی نے کہا :۔

تاں نے سری مکھ واک اُچارا ٭ ہوئے سکھ کی دیگ اُچارا

سنگھ ہوئے جب آلدھ دھاری ٭ مادک چھیئے اند مجھاری۔ ۳۹۔

۱۔ چھتر دھار، افیم۔ ۲۔ الائچی۔ ۳۔ لونگ۔ ۴۔ کالی مرچ۔ ۵۔ شراب ملی بھنگ کا گیسا سندر چرنامرت سکھا سنگھ نے دشمیش کی طرف سے تیار کرنا لکھا ہے

سبھ مادک تے بِجیا آچھی ⁂ کیونکہ مہیش آدی اہہ بانچھی[1]

(س) دِ مل ببیک وار دھ، میں بھگوان سنگھ رہت نامہ، چین پور بھجھوا اور کھتری سنگھوں کے گھروں سے مِلے رہت نامے کے کچھ شعر لکھتا ہے:۔

اچِلیۓ سنگھا چھتر دھار ⁂ رن میں جُوجھے اپر اپار

پھر بھائی منی سنگھ جی کا حوالہ دے کر لکھا ہے:۔

"گورو جی نے سب سنگ کو امرت چھکا کر شستر پکڑا کر سنگھ سجا کر وداع کرتے ہوئے سِکھوں سے کہا کہ کچھ امل کیا کرو، جب سکھ امل کرنے لگے تو کوئی ایک کی لو لگ گئی"[2]

۳۔ خلافِ تواریخ۔

(ا) چھٹی پاتشاہی کے گورو بلاس کے ساتویں باب میں کہانی ہے کہ گورو نانک دیو جی نے 'تمر' گڈریے کو کہا،۔

کچھو بھانگ ہم لیا دیو

پاچھے جو مانگو سو لیو۔ ۱۱۱۔

ایسے مُتا بھانگ کی تمر سات جب پائے۔

ست پاتشاہی ساتھ ہی بری گورو مکھو الائے[3]

تیلسو سات سیس رنج دیوں ⁂ تو پتشاہی اِن تے لیوں[4]

(ب) گورو صاحب نے کہا کہ مسلمان سُور اس لیے نہیں کھاتے کہ وِشنو نے وَیراہ اوتار لیا تھا۔ کوتی جی نے اِس بات کا فیصلہ نہیں کیا کہ وِشنو کے مچھ اوتار لینے پر بھی ہندوستانی لوگ مچھلی کھانے سے

۱۔ بھانگ کے اعلےٰ یا بڑھیا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اِس کو شو جی نے پسند کیا ہے، شو جی نے بھانگ کی نسبت ہلاہل (زہر) زیادہ پسند کیا ہے۔

۲۔ مسرت ٹھہرانے کا کیسا اچھا طریقہ بتایا ہے۔ سِکھوں کی برتی میوا، گوربانی کا ابھیاس اور پراُپکار یعنی فیضِ عام کے ذریعہ ٹھہرتی ہے، نہ کہ نشہ میں چُور ہو کر ہوش کھو بیٹھنے سے

(بقیہ فٹ نوٹ اگلے صفحے پر دیکھیے)

کیوں پرہیز نہیں کرتے۔[5]

مُتذکرہ بالا مضمون سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تواریخ لکھنے والے "ابھل" (غلطی سے بالاتر) نہیں تھے بلکہ "ابھل گورو کرتار" ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی زندگی کو گورو صاحب کی بانی کے مطابق ہی ڈھالنا چاہیئے نہ کہ تواریخی کتابوں میں لکھی ہوئی کہانیوں کے مُطابق، جو کہ بالکل بے وزن اَور ناہموار ہیں۔

شرومنی گورُدوارہ پربندھک کمیٹی نے بڑی محنت اَور تحقیق کے بعد گورُو صاحب کے نشان اَور حُکمنامے کتاب کی شکل میں چھپوائے ہیں۔ اُن میں سے ایک حُکمنامہ کی مثال اپنے پہلو کے حق میں دُوں گا۔ کیونکہ حُکم ناموں کی بہت سی تفصیل آگے اِسی مضمون میں دی ہُوئی ہے۔

حُکمنامہ[6] نمبر ۱۱۳ صفحہ[6] ۱۰۳

حُکم نامہ بابا بندہ بہادر جی

مُہر فارسی

دیگ تیغ و فتح نُصرت بیدرنگ ✻ یافت از نانک گورُو گوبند سنگھ

اِک اوفتح درسن

سری سچے صاحب جی کا حُکم ہے سربت خالصہ جون پُور کا گورُو رکھے گا۔۔۔۔۔ خالصے دی رہت رہنا، بھنگ تماکو ہیفیم پوست دارُو اُمل کوئی ناہی کھانا ماس مچھی۔۔۔۔۔ ناہی کھانا۔۔۔۔

اگر گورُو گوبند سنگھ جی نے بابا بندہ جی کے ڈیرہ پر جاکر بکرا مار کر ماس پکایا ہوتا اور کھایا

(بقیہ فٹ نوٹ)

۳۔ جنم ساکھی والوں نے یہ کہانی بابر کے نام پر منسوب کی ہے، جو تیمور کے بعد چھٹی پُشت تھی۔

۴۔ کیسی دانائی اَور دُور اندیشی ہے، پہلے مُٹھی بھر بھنگ کے عوض بادشاہی دینا پھر سات سر دیکر واپس لینا۔

۵۔ گورُمنت مارتنڈ میں سے بشکریہ

۶۔ دیکھو اِس حُکم نامہ کی پُوری تصویر کتاب کے ضمیمہ نمبر ا صفحہ نمبر ۸

یا کِھلایا ہوتا، تو وُہ صِدقی سِکھ گوُرُو کے حُکم کے خِلاف اُن کی مُہر کیساتھ اس طرح کا حکم نامہ جاری نہ کرتا۔

دُوسری بات یہ ہے کہ بابا بندہ بہادُر نے (جو سبزی خور تھے) اپنے ڈیرہ میں بکرے رکھے ہوں، یہ بات بھی بڑی حیران کُن معلوُم ہوتی ہے۔ اگر بکریاں رکھی ہوں تو یہ مانا جاسکتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے ڈیرہ میں دوُدھ کے واسطے ایسا بندوبست کیا ہوگا۔ مگر ویشنُو یعنی سبزی خور ہوتے ہوُئے بکرے رکھنے والی بات تسلیم نہیں کی جا سکتی۔

میری گُزارش صِرف یہ ہے کہ ہمیں اپنی تواریخ پر دوبارہ غور کرنا چاہیئے۔ اگر پرکھنے پر یہ اِتہاس گوُربانی کی کسوٹی پر پوُرے نہیں اُترتے، تو یقیناً شکوک پیدا ہو جاتے ہیں، جو بحث و مُباحثہ کا باعث بن جاتے ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے بھائی گوشت تو خوُد کھاتے ہیں مگر اپنے آپ کو ٹھیک ثابت کرنے کے لیئے دس گوُرُو صاحبان کو بھی گوشت خور ثابت کرنے کی پوُری کوشش کرتے ہیں۔ گوُرُو کشتیرِ والی کہانی کو ہی لو! لِکھنے والوں نے اِس بات کو علیحدہ علیحدہ ڈھنگوں سے بیان کیا ہے۔ ایک نے مچھلی اور دُوسرے نے ہرن کا گوشت پکوانے کا ذِکر کیا ہے۔ گوشت تھا بھی یا نہیں مگر ظاہر یہی ہو رہا تھا کہ گوشت پک رہا ہے۔ کہانی کے اِختتام پر مورّخ نے گوشت کھانے وکِھلانے کا ذِکر نہیں کیا۔ لِکھا ہے کہ دیگ میں سے 'کھیر' ہی نِکال کر بانٹی گئی۔ اِس پہلو پر غور کرنے سے پہلے ہمیں یہ بات ضرُور ماننی ہوگی کہ گوُرُو نانک دیو جی اپنے وِچاروں اور خیالات کو لوگوں کے سامنے بڑے انوکھے اور کراماتی ڈھنگ سے رکھتے تھے۔ سمجھانے کے لیئے وہ پُر دلیل طریقہ اِستعمال کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ سچے مارگ کا گیان دیتے وقت ایسی کشش پیدا کرتے تھے کہ دیکھنے اور سُننے والے لوگوں کی توجّہ گوُرُو صاحب میں مرکوُز ہو جاتی تھی۔ گوُرُو صاحب اُن پاکھنڈیوں کو آڑے ہاتھوں لے رہتے تھے، جو پوشیدہ طور پر اِنسانیت کا قتل کرتے تھے۔ جو پتھر دِل تھے اور بیرونی طور پر ایسا کھیل کھیلتے تھے جیسے کہ وُہ بڑے پارسا ہیں اور گوشت کے نزدیک جانا بھی گُناہ سمجھتے ہیں۔ گوُرُو صاحب لوگوں کے دِل سے یہ خیال نِکالنا چاہتے تھے کہ خاص خاص دِنوں میں یا کِسی خاص وقت پر گوشت کھانا منع ہے لیکن دُوسرے دِنوں میں گوشت کھانے کی عام اِجازت ہے۔ جیسا کہ منگلوار کے

دِن گوشت کھانا، سُورج گرہن کے وقت آگ جلانا اَور گوشت پکانا گُناہ ہے وغیرہ۔ وُہ اِس طرح کے اَوچھے خیالات کے خِلاف تھے، کیونکہ یہ بالکل جہالت، بناوٹ اَور دماغی اِختراع ہی ہوسکتے ہیں۔ گورُوصاحب زبان کی لذّت کے لِئے کِسی جانور کو مار کر کھانے کے خِلاف تھے۔ مگر ماس یا گوشت کی چھُوت چھات کو ایک وہم سمجھتے تھے۔ اِسی واسطے اُنہوں نے یہ نِرالا طریقہ اَور انوکھا ڈھنگ اُن پاکھنڈیوں کو سمجھانے کے لِئے اِستعمال کِیا۔

ملہار کی وار ـــــ جِس کا ذِکر عام گوشت خور کرتے ہیں اور اپنی گوشت کھانے کی عادت کی تائید کے واسطے اِستعمال کرتے ہیں، میں گورُوصاحب نے اُن سارے گوشتوں کا ذِکر کیا ہے، جو ہمارے جِسم کے حِصّے ہیں۔ جیسا کہ زبان، مُنہ وغیرہ گوشت ہی کے بنے ہُوئے بتائے ہیں۔ عورت، بیٹا، اَور دیگر رشتہ دار بھی گوشت ہی کے پُتلے ہیں اور جب بچّہ پَیدا ہو کر ماں کے پیٹ میں سے باہر آتا ہے تو گوشت کے پِستانوں سے ہی دُودھ پیتا ہے جب کہ ہم پَیدا ہی گوشت میں سے ہوئے ہیں اور گوشت کا ہی جِسم ہے تو اِس سے چھُوت چھات کیسی۔ مگر یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ گورُوصاحب نے مِثالی طور پر اُسی گوشت کا زیادہ ذِکر کیا ہے، جِس کے کھانے یا کھِلانے کا کِسی آدمی کے دِل میں کبھی خیال بھی پَیدا نہیں ہوسکتا۔ کیا ہم کبھی خواب میں بھی اپنی زبان، مُنہ، بیٹے بیٹیاں، عورت یا رشتہ دار وغیرہ کے گوشت کو کاٹ اور پکا کر کھانے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔

گورُو نانک دیوجی کی جنم ساکھیوں میں اپنے سیوکوں اَور بیٹوں کی پرکھ کرنے کے واسطے اُنہوں نے مُردہ کھانے کا حُکم دِیا تھا۔ جب دُوسرے لوگوں نے مُردہ کھانے کی سخت نُکتہ چینی کی تو بھائی لہنا جی پُورے فرمانبردار ثابِت ہُوئے۔ جب مُردہ پر سے چادر اُٹھائی گئی تو بھائی لہنا جی کے کھانے کے واسطے مُردہ نہیں بلکہ کڑاہ پرشاد (حلوہ) کی دیگ تھی۔ یہ کہانی گورُوصاحب کے حُکم کو سچا جان کر ماننے کی کسوٹی پر سیوک کی آتمک سُوجھ کی پرکھ کرنا ظاہر کرتی ہے۔ یہاں مُردہ یا حلوہ (کڑاہ پرشاد) کھانے کی کوئی خاص اہمیّت معلُوم نہیں ہوتی۔ اِسی طرح کورُوکشیتر کی کہانی میں گوشت کی چھُوت کے پاکھنڈ پر وار کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ صِرف گوشت نہ کھانے

اور چھوُت چھات کو ہی راہِ نجات سمجھ لینا جہالت اَور ناسمجھی ہے۔

گورُو صاحب کے بچن علیحدہ علیحدہ آتمک سُوجھ والے آدمیوں کے واسطے بولے گئے ہیں۔ پاکھنڈیوں اَور کرم کانڈ والوں کی سخت بُرائی کی گئی ہے۔ اُن شرعی اَور پاکھنڈی لوگوں کو بڑے سخت الفاظ میں سمجھایا گیا ہے کہ من کی صفائی کے بغیر جسم کی صفائی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص گوشت کھانا چھوڑ کر ہی بڑا تارکُ الدّنیا بن جائے اور دُنیاوی عیش و عشرت ولذتوں میں غلطان رہے تو اُس کا محض گوشت نہ کھانا کسی حساب میں نہیں۔ لذّاتِ نفسانی کا ترک ہی سب سے اعلےٰ ترک ہے۔

گورُو صاحب پانڈے کو سمجھانے کے لِئے پوچھتے ہیں کہ گوشت کہاں سے پَیدا ہُوا؟ پانی سے ہی ساری مخلوق (اناج، کپاس، گنا وغیرہ) کی پیدائش ہُوئی۔ پانی بڑی پاک شے ہے، کیونکہ ہماری کھانے والی سب چیزیں اِس سے ہی پَیدا ہُوئی ہیں۔ اگر ہم پانی سے پَیدا ہُوئی چیزوں کی لذّتوں ہی میں غلطان ہو جائیں تو یہ پانی سے بنی چیزیں دُکھوں اَور تکلیفوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور پھر "دات پیاری وِسریا داتار"، والی حالت ہو جاتی ہے۔ جانور کو مارنے یا نہ مارنے کی پُشت پر دِل کی پوشیدہ ترنگ یا جذبے کے بموُجب ہی اِس کی نیکی یا بدی کی پرکھ کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ ایک آدمی کسی دُوسرے کو بے مقصد ہی قتل کرئے تو وُہ قاتِل قرار دِیا جاتا ہے اور قتل کے مُقدمے کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ دُوسری طرف وَہ بہادر اور جانباز ہیں جو مُلک کی حِفاظت اَور بچاؤ کے لِئے جنگ میں حِصّہ لیتے ہیں اَور سینکڑوں و ہزارہا دُشمنوں کو مار کر عزّت اور رُتبے حاصِل کرتے ہیں اَور اِس طرح اپنے مُلک کے لاکھوں آدمیوں کے جان و مال اَور آزادی کی حِفاظت کرتے ہیں۔ شری کرشن جی نے ارجن کو جنگ کے مَیدان میں دھرم اَور اِنصاف کیلئے لڑنے کی ترغیب دی۔ آدمی کے واسطے دھرم اور اِنصاف کی خاطِر لڑنا ضرُوری ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہَیں کہ اِنسان سب جانداروں کا سردار ہے :-

(۱) چوراسی لکھ جوُن وِچ اُتم جنم سو مانس دیہی۔
اکھی ویکھن کرن سُنن مُکھ سُبھ بولن بچن سنیہی۔ (بھائی گوُرداس جی)

(۲) اَور جون تیری پنہاری۔ اِسُ دھرتی مہہ تیری سِکداری۔ (صفحہ ۳۷۴)

(۳) اِس دیہی کو سِمرہہ دیو۔ سو دیہی بھج ہر کی سیو۔ (صفحہ ۱۱۵۹)

(۴) لکھّ چوَراسی جوُنِ سبائیٔ۔ مانش کو پربھِ دئی وڈیائیٔ۔
اِسُ پوَڑی تے جو نر چوُکے سو آئے جائے دُکھ پائِندا۔ (صفحہ ۱۰۷۵)

خُدا نے اِنسان کو فضیلت دے کر نوازا ہے، کیونکہ اِس کو سوچنے کے لِئے عقل اَور من دِیا ہَے۔ ساری مخلُوق پر اِس کی سرداری ہَے۔ اِنسان ساری دھرتی کا راجہ ہَے۔ باقی جُونیوں سے یہ خِدمت کروا سکتا ہَے۔ مالِک کی قابلیّت یہی ہے کہ وُہ اپنے خادموں کے ساتھ اِنصاف اور ہمدردی کا برتاؤ کرے۔ خادم پر ناحق تشدد کرنا، اُس کو مارنا اِس کے لِئے واجب نہیں۔ اگر شیر، چیتا یا بھیڑیا اِنسان پر حملہ کر رہا ہو تو اُس کو مارنا اور اِنسان کو بچانا دھرم کے خِلاف نہیں۔ جراثیم، مکھّیاں، مچھر اور زہریلے جانور بھی نوعِ اِنسان کے لِئے خطرناک ہَیں۔ اِن سے اِنسان کا بچاؤ کرنا دھرم کے خِلاف کِس طرح ہو سکتا ہے؟ بے گُناہ جانوروں کے گلے کاٹ کر تشدد کرنے کو اُوپر بیان کی گئی کارروائی کے برابر نہیں مانا جا سکتا۔

گورُو صاحب نے اِس طرح کی کارروائی کی تشریح 'آسادی وار' میں اِس طرح کی ہے:۔

"ابھاکھیا کا کُٹھّا بکرا کھانا"

بکرے کو صِرف کھانے کے واسطے قتل کرنا منع کیا ہے اَور گوشت کو ابھکھ یعنی ناجائز خوراک بتایا ہے۔ 'کُٹھا' سِندھی زبان کا لفظ ہَے۔ جِس کے معنی ہَیں کِسی جانور کو تکلیف دے کر مارنا اَور مارنے میں تکلیف کا ہونا تو ضرُوری ہَے۔ مارتے ہوُئے کوئی ایسا طریقہ اِختیار نہیں کیا جاتا، جِس سے تکلیف نہ ہو۔ کُٹھا اَور حلال لفظ کا مطلب ایک نہیں ہَے۔ مُسلمان یہ لفظ 'کُٹھا' کبھی اِستعمال نہیں کرتے، وہ 'حلال' ہی کہتے ہَیں۔ بڑے رہن سہن کو بیان کرتے ہوُئے گورُو صاحب نے جب یہ فرمایا تھا کہ کُٹھا نہیں کھانا، تو اِس کا مطلب یہ تھا کہ ماس یعنی گوشت نہ کھانا۔ میرے پاس بِشری گورُو تیغ بہادُر صاحب کے جوتی جوت سمانے کے وقت کا لِکھا ہوُا گورُو گرنتھ صاحب موجُود ہَے، جِس کے آخر میں لِکھنے والے کی قلم سے لِکھا ہوُا ہے۔ 'سِکھاں واسطے پنج کرم کرنے ناہی آہے'، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ماس مچھلی کے اِستعمال سے بچ کر رہنا ہے۔ اگر 'کُٹھّا' کا مطلب 'حلال' سمجھا جائے تو

'ا جرائیل پھڑے پھڑ کُٹھے'۔ کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ جبرائیل پکڑتا ہے اور پکڑ کر حلال کرتا ہے؟ یعنی حلال کرنا خُدائی حُکم ہے ۔ نہیں، لفظ 'حلال' کا اِستعمال کر کے گوشت خور لوگ اپنے فعل کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ مگر رُوحانیت میں جھٹکہ یا حلال کسی کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ اگر گورمت یا رُوحانیت کا نظریہ جھٹکہ اور حلال کے فرق کا ہوتا، تو مُسلمانی طریقہ سے کاٹے ہُوئے گوشت کو ابھکھ' قرار نہ دِیا جاتا۔ ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُسلمانی طریقہ سے بنایا ہُوا گوشت ہندوانہ روایت کے برعکس ہے۔ جھٹکہ اور حلال دو علیٰحدہ علیٰحدہ شرعات اور روایتیں ہیں ۔ اِس کا اثر گوشت کے ذائقہ، اچھائی، بُرائی یا اُس کے جائز یا ناجائز ہونے پر نہیں پڑ سکتا۔ یہ تو بڑا معمُولی سا فرق ہے ۔ کلمہ یا مُول منتر پڑھ کر کسی جانور کو مارا جائے، اُس کے لِئے کوئی فرق نہیں۔ ایک نے عربی زبان میں اور دُوسرے نے ہندی یا پنجابی زبان میں خُدا کا نام لے لیا۔ سیب کو ایپل (Apple) کہنے سے اُس کا ذائقہ نہیں بدل جاتا۔ پھر یہاں یہ سوال بھی اُٹھے گا کہ سِکھوں میں جھٹکہ ماس کی روایت گورُو نانک صاحب کے وقت میں چلی یا یہ پہلے سے چل رہی رسم کسی ہندُو فِرقہ میں سے لی گئی ؟

یہ سوال بھی پَیدا ہو گا کہ گورُو نانک صاحب گوشت خور تھے یا نہیں؟ اگر گوشت خور تھے تو کیا جھٹکہ اور حلال کی روایت کا اثر قبُول کرتے تھے؟ اگر ہندُو روایت کو اچھا سمجھتے تھے کیا اُنہوں نے کبھی اپنے ساتھی بھائی مردانہ کو اُس کی اِسلامی شرع کو ماننے سے روکا؟ اِس کا بھائی مردانہ پر کیا اثر پڑا؟ اِس سوال کا جواب تواریخ یا گورُبانی میں کہیں بھی نہیں مِلتا ۔

مَیں اپنے مضمُون کو یہاں ختم کرتا ہوں :-

بابا ہور کھانا خُوسی خُوار ۔

جِت کھادھے تَن پِیڑیئے من مہہ چلہہ وِکار۔ (صفحہ ۱۶)

تواریخی اور فلسفانہ ثبوت

سنتوکھ سنگھ

دبستانِ مذاہب۔

دبستانِ مذاہب کے مُصنّف نے کہا ہے کہ گورُو نانک صاحب ماس کھانے اور شراب پینے کے حق میں نہیں تھے۔ مُصنّف کی کھوج کے مُطابق، گورُو صاحب کے جوتی جوت سمانے کے بعد کچھ سیوکوں نے ماس کھانا شروع کر دیا۔ گورُو ارجن دیو جی نے بھی ماس کھانے سے منع کیا۔[1]

سِری گورُو گرنتھ صاحب کی بانی پاک و صاف رُوح کے مالک گورُو صاحبان اور سنت مہاتماؤں کی پاک بانی ہے۔ اس میں جگہ جگہ ہماری راہنمائی کے لئے تعلیم اور اشارے ملتے ہیں۔ سِکھ گورُو مِشن میں ماس کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ دبستانِ مذاہب، کا مُصنّف ذالفقار۔ ار۔ دستانی (آزر ساسانی) سترھویں صدی کے نِصف میں ہُوا ہے۔ اُس کا مندرجہ بالا بیان کہ گوشت کھانا گورُو نانک صاحب کے حُکم اور اصُولوں کے مُطابق جائز نہیں ہے، گورُبانی کی رُو سے بھی ٹھیک دِکھائی دیتا ہے۔

گورُو بابا کے لنگر بارے۔

گورُو بابا کے لنگر میں کہیں بھی ماس نہیں پکتا تھا، جیسا کہ بانی کی اندرُونی گواہی سے پتہ چلتا ہے۔

گورُو انگد۔

(۱) لنگر دولت ونڈیئے رسُ امرت کھیر گھیالی۔

1.......... holding wine and pork unlawful, he (Nanak) abstained from animal food and enjoined against cruelty to animals. After his death meat-eating became common among his disciples. And when Arjun Mal, who is one of the prophetic order of Nanak, found that evil, he prohibited people from meat-eating and said, "This practice is not in accordance with the wishes of Nanak." "The Panjab, Past and Present" edited by Ganda Singh, Panjabi University, Patiala, 1969, Page 46.

گوُرسِکھاں کے مُکھ اُجلے منمکھ تھِیئے پرالی ۔ (صفحہ ۹۶۷)

(ب) سچُ تیرتھُ سچُ اِسنانُ اَرُ بھوجنُ بھاؤ سچُ سدا سچُ بھاکھنت سوہے ۔
سچُ پائیو گوُرسبدِ سچُ نامُ سنگتی بوہے ۔ (صفحہ ۱۳۹۲)

گورُو امرداس ۔

(ا) ستہہ کھیت جمائیو ستہہ چھاوانُ ۔
رِنت رسوئی تیری اے گھیو میدا کھانُ ۔ (صفحہ ۹۶۸)

(ب) من میَلا ہے دوُجے بھائے ۔ میلا چَوکا مَیلے تھائے
مَیلا کھائے پھِر مَیلُ ودھائے منمکھ مَیلُ دُکھُ پاونیا ۔ (صفحہ ۱۲۱)

وُہ بھگت جن کی بانی گورُو گرنتھ صاحب میں درج ہے ۔

(ا) دوئے سیر مانگو چونا ✻ پاؤ گھیو سنگ لوُنا ۔
ادھ سیرُ مانگو دالے ✻ موکو دونو وکھت جوالے (صفحہ ۶۵۶)

(ب) دالِ سیدھا مانگو گھیو ✻ ہمرا خوسی کرے نِت جیو ۔ (صفحہ ۶۹۵)

جنم ساکھیاں یا سوانح عمری

سِری گورُو نانک صاحب کی جنم ساکھی لِکھنے والے مُصنّف نے بھی لگ بھگ یہی کہا ہے ۔

(ا) جس نُو کوئی مارسی سو بھی مارن ہار ۔
قیامتی لیکھا نبڑے چھوٹے کوئیں نہ یار ۔ (مکے دی ساکھی)[1]

(ب) ظالم کردے ظلمی سِر کرن غریباں زور ۔
اوہ پوُسن دوزخ ہادیئے جیوں لہے سزائی چور ۔
کھاون ماس غریب دا آکھن کیا حلال ✻ پھر لیسن ماس سنبھال کے جیوں دِتا ئیں سنبھال ۔

---

[1] جنم ساکھی (بھائی بالا) صفحہ ۱۴۶ ۔

مارن مرناں دشمنی کدے نہ چھوڑے کوئے
جیہا بی بیجسی پھر لُنسی تیسا سوے
دیئے عزاب غریب نوں کھائے تناں دا ماس
مُرغی مارے پیر جی دغا کرے غریبی گھات ۔ (مکّے دی ساکھی)[1]

(ج) ضِد وضیدی آپ وِچ ہندو ترک لڑائے
اُنہاں ماریا سُور نوں اُنہاں ماری گائے
دوہاں کیتی ہتیا موئے نہ جیوے پھیر
درگہہ سچے رب دی دوئے لہن سزائی ڈھیر (مدینے کی ساکھی)[2]

(د) گؤ بھیس تے مُرغیاں جو ہوئے خیوان غریباں جور
تہہ پر چھُری حرام ہے کھاون تناں پلیت
جوئے بچارے جانور کرن تناں حلال
بناں رضائے خُدائے دی تہہ پر چھُری جوال (مدینے کی ساکھی)[3]

بھائی منی سنگھ جی نے بھائی بالے والی جنم ساکھی میں آئی 'دیو لُوت' کی کہانی کا ذکر اور اسکی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب گورُو نانک صاحب، اکشسوں کے علاقے میں پہنچے تو دیو لُوت اُن کے دیدار کے واسطے آیا اور گورُو جی کی شان و مرتبہ اور جلال دیکھ کر آنکے قدموں میں گر پڑا۔ اُس نے عرض کی کہ "گورُو جی چلو مندر میں بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔ تو گورُو صاحب نے ہنس کر کہا، "راجہ! تیرا کھانا ہمارے کام کا نہیں ہے۔" راکشسوں نے عرض کی، "جی! آپ ہمیں کوئی ایسی تعلیم دیں جس پر چلنے سے ہماری راکشس جُونی کٹ جائے ۔ تو فرمان ہُوا تُم ست نام کا جاپ کرنا۔۔۔۔ کند مُول یعنی اناج اور سبزی کے علاوہ دُوسری کوئی چیز نہ کھانا۔"[4]

گورُو صاحب اور دیو لُوت کے درمیان ہُوئی بات چیت کو کوی نے اِس طرح لکھا ہے :-

دیو لُوت: کر ہو رسوئی سنت جی بھوجن اچھو بنائے ۔

---

[1] جنم ساکھی (بھائی بالا) صفحہ ۱۸۱۔ [2] وہی۔ صفحہ ۲۰۸۔ [3] وہی۔ صفحہ ۲۱۴۔ [4] جنم ساکھی بھائی منی سنگھ۔ صفحہ ۲۱۴

سردھا پُورن کیجیئے سن سری گورُو الائے ۔ ۴ ۔

گورُو صاحب:۔ شُبھ اُپدیش جو لیہو ہمارا ※ اسن کریں تب انگی کارا
پرتھم تجھو آمِکھ[1] کو کھانا ※ کر ہو جاس ہت جیون ہانا

دیولوت:۔ زرشن کرت پاپ مت بھاگی ※ سُن کے بچن نام بِولاگی
تُمرے چرنن من انُوراگا ※ بھیئو آج تے مَیں وڈ بھاگا[2]۔ ۱۴ ۔

بھائی سنتوکھ سِنگھ نے اس کی بابت لِکھا ہے:۔

تہہ چھن کین اہار تیارا ※ اچَون لگے رُوپ کرتارا ۱۵ ۔
کیتک دِن تہہ رہے گُسائیں ※ گور سکھی کی رِیت چلائی
سبھ راکش کو نام جپائیو ※ آمِکھ کھان تنہہ تجوائیو ۱۸ ۔
جیا گھات کی بان بِساری ※ ست سنگت کر ہی سُکھ باری
ہنسا نہہ جیون کی کیجے ※ ستگور جاپ جپہو دُکھ چھیجے[3] ۲۰ ۔

بالے والی جنم ساکھی میں بھی کئی بار لکھا ہے کہ جانوروں کو مار کر کھانا حرام ہے:۔

جرا مار نہ سکنی چیتے شیر پلنگ
تھیے حرام بہو ظالماں جو مارن اگوں ڈنگ
ڈاہڈیاں کوئی نہ مارئی کرن جو اگوں زور
جو غریب نمانڑے تہناں لیندے ماس اُدھیڑ
لِکھیا چار کِتاب وچ سبھ پر زور حرام
سوئی کلمے پاک جو منّے رب کلام دیکھ تیں اُپدیش[4]

پھر کہا ہے کہ ماس یا گوشت کھانے سے خواری ہوتی ہے:۔

لے فرمان خُدا ئے دا آئے مسلمان

---

[1] ماس یا گوشت۔ [2] بھائی سنتوکھ سِنگھ، نانک پرکاش (پُوربار دھ) ادھیائے ۳۵ [3] وہی [4] جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۶۲۔

مارن گئو غریب نوں دے تے بھلا شیطان۔
کھُندے پکڑ پرندیاں اَور کھُندے جیہ۔
مارن چھُریاں لت دے کہن حلالی تھیہ۔
تُردے پھردے جیاں نوں دیون تُرک آزار۔
کھاون ماس حلال کہہ ہوسن انت خوار[1]

بندگی اَور عبادت کرنے والوں کے لِئے ماس یعنی گوشت ناپاک خوراک ہَے:۔

زور ظُلم حرام ہَے سرِ غریباں سوئے
بے زباناں نوں مار کے کھاوے ماس جے کوئے

جِتی پیدائش ربّ دی کان حیوان نبات
سبھناں اندر اِک ربّ کیچن ناہی گھات

کِتی شیئیں پاک ہَے کِتی شیئیں پلیت
نفسے کارن ماریئے کِہی خُدائے حدیث

کارن سوا دے نفس دے جاناں ذِبح کرائے
جس نوں کوئی مارسی پھر اوہ بھی کو ہسی آئے

جو کریں ریاضت بندگی تہناں ماس نہ پاک
سبھناں اندر رم رہیا ہر دم صاحب آپ[2]

ماس یعنی گوشت کھانا گُناہ ہَے:۔

آکھے نانک شاہ سچ سُنہو اِمام کمال

- - - - - - - - - - - - - - - - -

کھاہدیاں ماس گُناہ ہَے جوری کیا حلال

---

[1] جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۹۲ [2] وُہی صفحہ ۳۰۶

جوری گتھا حرام ہے تس تے ہوئے زوال[1]

ماس کھانا سزا کا حقدار ہوتا ہے:۔

ہندو مسلمان دوئے ہوئے بندھ نیارے دوئے
اوہناں کھاہدا ہڈ ماس اوہ پیون دُودھ لے چوئے
ضدو ضدی آپو وچ ہندو ترک لڑائے
اوہناں ماریا سور نوں اوہناں ماری گائے
دوہاں کیتی ہتیا موئے نہ جیون پھیر
درگہ سچے رب دی دوئے لین سزائیں ڈھیر[2]

قیامت کے روز حساب دینا پڑے گا:۔

بے زبان پر چھری حرام ✻ قیامت لیکھا رہیا امان
جیسا کرے تیسا ہی پاوے ✻ ہتھو ہتی جھگڑ چکاوے
دینا لینا چھڈے نہ کوئے ✻ آخر وقت نبیڑا ہوئے[3]

گورو صاحبان کے اپنے تحریر کردہ حکم ناموں میں بھی گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

حکمنامہ (۱)

چھٹے گورو ہرگوبند صاحب کی طرف سے 'سنگت پٹن، عالم گنج بینا اور منگیر وغیرہ کیلئے ----
'ماس مچھی دے نیڑے نہیں آونا ..... ہے'[4]

---

[1] جنم ساکھی بھائی بالا، صفحہ ۳۰۷

[2] وہی، صفحہ ۲۹۷

[3] وہی، صفحہ ۲۰۸

[4] حکم نامے، ایڈیٹر گنڈا سنگھ، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ، ۱۹۶۷، صفحہ ۶۵۔ دیکھو حکم ناموں کے فوٹو کی تصاویر ضمیمہ نمبر۱

حُکمنامہ (۲)

چھٹے گورُو ہرگوبند صاحب کا حُکم (یہ حُکم نامہ سنگت کی طرف لکھا گیا ہے) ' ماس مچھی دے نیڑے نہیں آونا[1]'

حُکمنامہ (۳)

' بابا بندہ جی وتوں سربت خالصہ جُون پور جوگ، ...... خالصے دی رہت رہنا، بھنگ، تمباکو، ہفیم۔ پوست، دارُو، امل کوئی ناہی کھانا، ماس مچھلی پیاز ناہی کھانا، چوری چاری دیاری) ناہی کرنی، اساں ست جُگ ورتائیا ہے[2]......'

بھاشا وبھاگ پنجاب نے ایک کتاب ' بھائی گوردُاس ' چھاپی ہے۔ اِس میں ماس مچھلی کے اِستعمال کی حُکم نامہ کی رُو سے ایک فُٹ نوٹ میں تردید کی گئی ہے جو اس طرح ہے۔

' اِسلامی دَورِ حکُومت میں جھٹکہ کرنا سخت ممنُوع تھا، اِس لئے ہندُو قصاب بھی مُسلمانوں سے ہی جانور ذبح کروا کر بیچتے تھے اَور سب گوشت خور ہی کُٹھا ماس اِستعمال کرتے تھے۔ جیسا کہ گورَو نانک صاحب نے لِکھا ہے:-

' ابھا کھیا کا کُٹھا بکرا کھانا ......'

اِسلامی عقیدہ کے بموُجب مچھلی حضرت ابراہیم کے ہاتھ سے چھُوٹی ہوئی چھُری سے ذبح ہوُئی ہے۔ اِس لئے یہ اُن کے واسطے حلال ہے۔

' پُورب میں ہندُو آج تک مُسلمانوں کے ہاتھوں ذبح شُدہ جانوروں کا گوشت ہی کھاتے اور اِستعمال کرتے ہیں۔ جھٹکہ کرنے اَور کھانے کی اُن کو عادت ہی نہیں پڑی۔ اِسی بُرائی کی وجہ سے ستگورُو نے سِکھوں کو ماس مچھلی کھانے کی مُمانعت کی ہے '

تبصرین کا خیال ہے کہ گورُو ہرگوبند صاحب نے اپنی سنگتوں کو صِرف حلال یا کُٹھے ماس سے ہی منع

---

[1] حُکم نامے، ایڈیٹر گنڈا سِنگھ، پنجابی یُونیورسٹی، پٹیالہ، ۱۹۶۷، صفحہ ۶۷

[2] حُکم نامے، ایڈیٹر گنڈا سنگھ، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ، ۱۹۶۷، صفحہ ۱۹۵

کیا ہے۔ اور حلال یا گٹھا ہی 'بُرائی' ہے۔ مگر تردید کرنے والے نے گورو صاحب کے حُکم 'ماس ۔ مچھی دے نیڑے ناہی آونا' میں سے کٹھے یا حلال کے یہ معنی کس طرح نکال لئے ہیں، یہ تو تردید کردہ ہی جانے۔

نانک پرکاش :-

'نانک پرکاش' گرنتھ میں راجہ شِونابھ کی کہانی کا لُب لُباب اِس طرح ہے :-

شری گورو نانک صاحب نے راجہ شِونابھ کو اُپدیش دیتے ہوئے فرمایا کہ ہِنسا یعنی تشدّد تین قسم کا ہے، جس کو چھوڑ کر رحم اور ترس کی راہ پر چلنا ہے۔ پہلی قسم کا تشدد من کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے، دُوسری قِسم کا تعلق زبان سے بولے ہوئے سُخن سے ہے تیسرا جسم کے ذریعہ۔ یعنی دِل کے اندر کسی کے لئے بُرائی نہ رکھنا، زبان سے بول کر کسی کا دِل نہ دُکھانا اور جسم کے ذریعہ کسی کو دُکھ یا تکلیف نہ دینا اہنسا یعنی رحم اور ترس کہلاتا ہے۔ مُصنّف نے کہا ہے :-

ایک اہنسا جانیئے من بچ کائیا تین۔
پرکا بُرا چِتو نا من کی ہِنسا چین۔
پھکّا بولیہ نا یہ دُکھاوے
ہِنسا بچنن کی کہلاوے
تیسر مارن جیون کیری
ان کر نیا گے ہے بن دیری

یعنی ہمارے بول سے کسی کا دِل نہ دُکھے، ہمارے دِل میں کسی کے خِلاف کوئی رنجش یا زہر نہ بھرا رہے اور ہمارے کسی کام یا فِعل کے ذریعہ کسی جیو یا جانور کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ من یعنی دِل، بچن یعنی سُخن اور کرم یعنی فعل کی اہنسا ہوگی۔

دیگر مذہبی کتابوں میں گوشت خوری کے بارے دلائل

بھاگوت پُوران اور گیتا میں بتایا گیا ہے کہ اِس دُنیا کی تعمیر میں تین گُنوں کا بہت زیادہ حصّہ ہے۔ یہ ہیں رجوگُن، ستوگُن اور تموگُن۔ یہ تینوں انسان کی طبیعت میں موجود ہیں۔ اِن تینوں میں سے جس انسان کے اندر رجوگُن زیادہ طاقتور یا اکثریت میں ہوگا، وہ باقی دونوں کو اپنے زیر کر لے گا۔ جس گُن کا زور زیادہ ہوگا انسان کی زندگی، اُس کی طبیعت اور سوچ وِچار بھی اُس کے مُطابق ہو جائیں گے۔

جب آدمی کی طبیعت میں ستوگُن ہوگا تو یہ تموگُن سے آزاد ہو کر ایمان (دھرم)، دئیا یعنی رحم، سنتوش یعنی قناعت، گیان یعنی سُوجھ بُوجھ اور لاتعلقی کی طرف جُھک جائے گی۔ مگر جب اِس کی طبیعت ستوگُن کو چھوڑ کر رجوگُن یا تموگُن کے زیر اثر ہوگی تو یہ کُفر (ادھرم)، جہالت (اگیان)، نفس (کام)، غُصّہ (کرودھ) وغیرہ عظیم دُکھوں اور دُنیاوی لگاؤ کی طرف چلی جائے گی۔ تموگُن کے زیر اثر انسان کی طبیعت جاہلانہ ہوتی ہے۔ وہ کُفر (ادھرم)، نفس (کام)، غُصّہ (کرودھ)، لالچ (لوبھ)، جہالت (اگیان)، دُنیاوی پیار (موہ)، ڈر (بھے)، کاہلی (آلس)، وہم (بھرم) وغیرہ کے جال میں پھنس کر اِن کا غلام بن جاتا ہے۔ کئی دُنیا داروں میں رجوگُن کی زیادتی ہوتی ہے۔ اِس زیادتی کی وجہ سے اُن کو زندگی کی دَوڑ دھوپ میں بہت مزہ آتا ہے۔ اِس دَوڑ میں وہ بڑی سے بڑی تکلیف اُٹھانے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔ اِن کو دھرم ایمان کی باتیں ___ دائمی نجات (مُکتی)، سُکھ، وصلِ حق اور رُوحانی سُرور (آتمک آنند) کی کوئی بات نہیں بھاتی۔

بھوجن یعنی خُوراک کا طبیعت اور من کے ساتھ گہرا تعلّق ہے۔ شاید اِسی وجہ سے یہ کہاوت مشہور ہو گئی ہے، "جیسا کھائیں اَن ویسا ہووے من۔"

پُرانی کتابوں اور تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانہ میں فُقراء کامل تامسک اور راجسک خوراک، گوشت نہ کھانے، اور جانداروں پر تشدّد نہ کرنے پر کتنا زیادہ زور دیتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر نارد مُنی جی نے پرماتما کو خُوش کرنے کا ایک طریقہ "جانوروں کو نہ مارنا" بتایا ہے۔

"جانوروں کو نہ مارنا، سچ بولنا اور چوری نہ کرنا، نفس پر قابو رکھنا، ہر ایک سے پیار کرنا اور کسی کے واسطے دِل میں بیر نہ رکھنا۔ یہ خُدا کو خوش کرنے والے دِل کے نشان ہیں۔[1]"

آپ نے ایک سچے سبزی خور کے اَوصاف کی طرف جھانکتے ہوئے بتایا ہے کہ دُوسرے پاک اَوصاف کے ساتھ ساتھ اُس کو رحم دِل اور خُدا ترس (Compassionate) بھی ہونا چاہیئے۔ یہ نارَد جی کا سُخن ہے:۔

"جن کے دِل کو پُوری تسکین حاصِل ہے، جو سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، جنہوں نے طبعاً اپنی اِندریوں پر فتح پالی ہے اَور جو اپنے دِل، سُخن یا فعل کے ذریعہ دُوسروں کو دُکھ نہیں دیتے، جنکا دِل رحم سے بھرپُور ہے، جو چوری کرنے اور جانوروں کو مارنے سے منہ موڑ لیتے ہیں۔۔۔ وہ اصلی سبزی خور (وشنو) ہیں[2]۔"

پاک خوراک کھانے سے ہماری ضمیر بھی پاک ہو سکتی ہے اَور ضمیر کی پاکیزگی سے ہی سمرن یا ذکر میں یکسُوئی حاصِل ہوتی ہے اَور یکسُوئی حاصِل ہونے سے ہم اُلجھنوں سے بچ جاتے ہیں یعنی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور رُوحانی علم کی روشنی بڑھنے لگتی ہے۔

نجات یعنی مُکتی کے لیئے گیتا میں چھبیس (۲۶) اَوصاف بتائے گئے ہیں۔ اِن اَوصاف میں سے "اہنسا اَور جیو دئیا یعنی رحم دِلی اور جانوروں پر ترس کھانا" کو بالترتیب دسویں اور سولہویں نمبر پر رکھا گیا ہے۔[3] رحم دِلی کو خُدا کی عبادت کا مددگار طریقہ مانا گیا ہے[4]۔ گیتا نے راجسی اور تامسی خُوراک کو مُناسب خُوراک نہیں بتایا۔ کیونکہ اُس میں ہنسا یعنی تشدّد کا جُز ہے۔ ناپاک اور بدبُودار ہونیکی وجہ سے اِسے غیر انسانی خُوراک مانا گیا ہے۔ شراب اور گوشت راکشسوں، بھُوتوں اور پشاچوں کا کھانا ہے۔ اِنسان اِن وجُودوں سے بالاتر اَور اُونچا ہے۔ اِس لیئے کسی طرح بھی گوشت کھانا مُناسب نہیں۔

بھاگوت پُوران میں کرشن جی مہاراج نے اُدّھو کو بھگتی کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ سیوک ابھیاسی کو چاہیئے کہ وہ جو کام کرے، وُہ صِرف میرے واسطے کرے اپنا من اَور چِنتا مجھے سونپ دے

---

[1] پدم، پاتال، ۸۴، ۴۲، ۴۴۔ [2] سک، دے، پ، ۱۸، ۱۵، ۹۶، ۹۷ [3] گیتا ادھیائے ۱۶، شلوک ۱، ۲، ۳،
[4] وہی، ادھیائے ۱۷ شلوک ۴۴

......ہر جاندار میں مجھے دیکھے اور جانداروں کی قدر کرے۔ کوئی چنڈال ہو یا براہمن، گائے ہو یا گدھا گھوڑا، تم اُن سب کا ایک جیسا آدر کرو۔ جب تک تُم ہر جاندار میں مجھے دیکھنا سیکھ نہیں سکتے، تب تک اپنا شغل جاری رکھو، تو پھر تمہیں بھگتی کے راستہ میں کبھی ناکامی نہیں ہو گی[۱]

منُو نے اپنی مشہور و معروف تصنیف "منُو سمرتی" میں بھی جہاں کچھ ایک حالات میں گوشت کھانے سے منع نہیں کیا، انہوں نے ایک جگہ تو یہاں تک لکھا ہے کہ "جیو ہتیا کرنے یا جانوروں کو مارنے والا، جانوروں کو مارنے کا مشورہ دینے والا، جانوروں کو مار کر خوراک تیار کرنیوالا، گوشت خریدنے والا، بیچنے والا، پکانے والا، کھانے والا، کھلانے والا، یہ آٹھوں ہی جیو ہتیا یعنی جانوروں پر تشدد کرنے کے ذمہ دار ہیں[۲]۔

گیتا کا فرمان ہے کہ دیوتاؤں، براہمنوں، گورو مہاجان، اور خدا رسیدہ آدمیوں کی اطاعت کرنا، پاک و صاف رہنا، سادہ زندگی بسر کرنا، برہمچاری ہونا اور اہنسا کے اصولوں پر عمل کرنا، زہد جسمانی یا جسم کے ذریعہ کیا جانے والا تپ کہلاتا ہے۔

جین اور بدھ دھرم کے گرنتھوں کی بنیادی تعلیم "اہنسا یا رحم و ترس" ہی ہے۔ یعنی کسی بھی جاندار کو کسی بھی طرح سے دُکھ یا تکلیف نہ پہنچانا۔ اس کی بنیاد ترس اور پیار ہے اور اس پر عمل کرنا صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں سب جاندار شامل ہیں۔ ہنسا یعنی تشدد دو طرح کا ہے۔ ایک دلی یا خیالی ہے۔ یہ بھی انسان کو دُکھی کرتا ہے اور روحانیت میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ دوسری ہے دروّیہ ہنسا یعنی وہ تشدد جو ہم جانداروں پر جسم کے ذریعہ ظلم کرتے ہیں۔ ویسے تو جین دھرم والوں نے

۱ے۔ شری پی۔ این سنہا کی انگریزی کتاب "اے سٹڈی کا بھاگوت پُوران" صفحہ ۵۱ — ۶۵۰

۲ے منو سمرتی آدیش ۱۵۔ اسی طرح منو سمرتی میں اور جگہ بھی لکھا ہے "جانوروں کو مارنے والا سورگ نہیں جاسکتا۔ لہٰذا انسان کو گوشت خوری سے پرہیز کرنا چاہیئے (آدیش ۴۹)۔ جو گوشت نہیں کھاتا وہ بیماریوں کا شکار نہیں ہوتا۔

(آدیش ۵۰)

اِس کی ۱۰۸ قسمیں بتائی ہیں، جو کہ ایک اِنسان اپنے من، سخن اور فعل کے ذریعہ کر سکتا ہے۔ جین مت والوں میں گوشت، شراب اَور شہد کی سخت مناہی ہے۔ جین دھرم کے پانچ مہاورتوں میں سے پہلا اور سب سے بڑا مہاورت ہے ''ہنسا یعنی تشدّد نہ کرنا''، گرہستی جینی بھائیوں کو بھی اِس اُصول پر چلنا بہت ضروری ہے۔ وہ اِس کو 'مہاورت' نہیں بلکہ 'انوورت' کہتے ہیں۔

بُدھ مذہب کے رسمی اُصولوں، جن کو 'پنچ شیل' بھی کہا جاتا ہے' کا بُنیادی اُصول یہ ہے کہ کسی جاندار کا قتل نہ کرو۔ ''کرونا'' یعنی رحم دِلی یا بخشش اَور دوستانہ جذبات کا ہونا مُکتی کے لئے بہت ضروری ہے۔ سَر ایڈوِن آرنالڈ اِس پنچ شیل کا ذکر بڑے خُوبصورت الفاظ میں کرتے ہیں؛

اعلےٰ زِندگی بسر کرنے کے یہ پانچ اُصول ہیں۔ کسی کو مت مارو۔ رحم کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تُم کسی ترقّی یافتہ ذی رُوح کی مَوت کے باعث بن جاؤ۔ کُھلے ہاتھوں دو اَور پاؤ، لیکن لالچ سے، زبردستی یا دھوکے سے کسی کی چیز مت ہتھیاؤ۔ جھُوٹی گواہی نہ دو، چُغلی نہ کھاؤ اَور کبھی جھُوٹ نہ بولو۔ پاکیزہ من کی بات ہی سچ ہے۔ نشیلی اشیاء سے بچو اور شراب سے دُور رہو کیونکہ یہ دِماغ خراب کرتی ہیں۔ پاک من اَور صاف جسم کو سوم رس کی ضرورت نہیں۔ پرائی عورت کو چھُو ؤ بھی نہیں، ہمیشہ نفسانی خواہشات اَور بدکاریوں سے بچو۔[1]

مہاتما بُدھ کی زِندگی کی ایک مشہُور کہانی جو اہنسا یعنی رحم اَور ترس کے مضمُون سے تعلق رکھتی ہے، نیچے دی جا رہی ہے۔

راجہ بمبسار کی مُکتی یا نجات کے لِئے ایک ہزار جانوروں کی قُربانی دی جانی تھی۔ چرواہے مہاراجہ کے حُکم کے مُطابق بہت سے حیوانوں کو ہانک کر شہر کی طرف لِئے آ رہے تھے۔ یگ شالہ میں اُن حیوانوں کی قُربانی دی جانی تھی۔ گرمی کا مَوسم تھا، کڑکتی دھُوپ تھی۔ ایک تو دھُوپ کی گرمی کی تکلیف اور دُوسرے لاٹھیاں کھا کھا کر سہمے اَور ڈرے ہوئے حیوان دوڑے جا رہے تھے۔ کسی جانور کے ایک چھوٹے بچے کے پاؤں پر چوٹ لگی ہُوئی تھی۔ زخم میں سے خُون بہہ رہا تھا اور وُہ لنگڑا کر بڑی مُشکل

---

[1] سَر ایڈوِن آرنالڈ، ''دی لائیٹ آف ایشیا''

سے چل رہا تھا۔

بھگوان بُدھ نے حیوانوں کا دردناک نظّارہ دیکھا تو اُن کا نرم دِل پگھل گیا۔ آپ پُوچھنے لگے، بھائی چرواہو! اِن جانوروں کو کہاں لئے جارہے ہو؟"

" مہاراجہ بِمبسار کی یگ شالہ میں اِن کی قُربانی دی جانی ہے" چرواہے نے مختصر سا جواب دیا۔

بھگوان بُدھ کی آنکھوں میں آنسُو آگئے وُہ بھی اُن کے ساتھ ہی چل پڑے۔ اَور یگ شالہ میں پہنچ گئے۔ یگ شروع ہُوا اَور ایک جانور کے گلے پر تیز تلوار رکھ کر منتر پڑھا گیا: " دیوتاؤ! آپ سب آکر اِس جانور کو قبول کرو، یہ راجہ بِمبسار کی مُکتی کے لیۓ قُربان کیا جارہا ہے" یہ سُن کر بھگوان بُدھ کا دِل بھر آیا اور اُنہوں نے کہا" " اے راجہ! آپ اِس جانور کی قُربانی نہ دیں۔

ذرا سوچیۓ کسی کی جان لے تو ہر کوئی سکتا ہے، لیکن کیا کوئی کسی کو جان دے بھی سکتا ہے؟ خواہ کوئی کتنا بھی گِرا ہُوا، نِکمّا اور ادنیٰ ہو، جان اُس کو بھی پیاری ہوتی ہے۔ کوئی بھی اپنی جان دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر اپنے دِل میں رحم کا جذبہ ہو تو یہ زندگی بڑی قیمتی ہے۔ لوگ خُود بے رحم ہوکر دیوتاؤں سے رحم چاہتے ہیں! دیوتاؤں کے لیۓ اِنسان اور حیوان برابر ہیں۔ جس کو یہ معلُوم ہوجاۓ کہ سب جاندار ایک جیسے ہیں، وُہ اعلےٰ اِنسان ہے۔"

بھگوان بُدھ نے فرمایا ہے:۔

" دیکھو! جو حیوان اِنسان کے بھروسے پر رہتے ہیں، گھاس و چارہ کھاکر، امرت جیسا قیمتی دُودھ دیتے ہیں، لوگ اُن کے گلے پر چُھریاں چلانے سے گریز نہیں کرتے۔ جانوروں کو مارنا سخت گُناہ ہے ---- اگر دیوتا بھلے ہیں تو اِس طرح سے کبھی خُوش نہ ہوں گے۔ اگر وہ خُون ریزی سے خوش ہوتے ہیں تو اُن کو خُوش کرنے کی کوئی ضرُورت نہیں ہے۔ جو اِنسان ظالم ہے، جانوروں کو مارتا ہے، اُس کو بھی اِس کا بدلہ چُکانے کے لیۓ سدا تیار رہنا چاہیئے۔"

بھگوان بُدھ کے اِس پیار و رحم بھرے اُپدیش کے صدقہ راجہ حیوانوں کی قُربانی دینے سے باز آگیا۔

بھگوان کے حُکم کا ساری رعایا میں اعلان کردیا گیا۔ حُکم یہ تھا:۔

"اپنے دِل میں حیوانوں کے لِئے رحم کا جذبہ پیدا کرو ..... جو کوئی پرند و چرند کو مارتا ہے وہ بے رحم اور چنڈال ہے ۔"

لنکاوتار سوتر

لنکاوتار سوتر[1] بُدھ مذہب کے 'مہایان' فرقے کی ایک مشہور کِتاب ہے۔ اِس کے آٹھویں باب گوشت کھانے کی مُمانعت کی گئی ہے۔ اِس کِتاب کا مُصنّف کہتا ہے :-

"یہ زندگی و مَوت کا سِلسِلہ، سِلسِلۂ تناسخ کا لمبا چکّر ہے۔ ہم اِس چکّر میں پڑے ہُوئے ہَیں۔ کیا پتہ ہے کہ اِن مُرغ مُرغیوں، حیوانوں اور پرندوں گائے اور بکریوں میں ہمارے اپنے سابِقہ رِشتے داروں، ماں باپ، بھائی بہن یا لڑکے لڑکیوں کی رُوحیں ہوں؟ اِن کو مار کر کھانے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنے رِشتہ داروں کو مار مار کر کھا رہے ہَیں۔ اگر ہمارے دِل میں اِن جانوروں کے لِئے رِشتہ داری کا اِحساس اور جذبہ پیدا ہو جائے، تو ہم اِن کے ساتھ سدا ہی پیار اور ہمدردی کے جذبہ سے پیش آئیں گے۔ کبھی بھُول کر بھی اِن کا گوشت کھانے کا خیال اپنے دِل میں نہ لائیں گے۔"

'گوشت کھانے سے غرُور اور غرُور سے بُرے خیالات پیدا ہوتے ہَیں۔ گوشت میں خُون، وِیریہ، پیشاب اور دُوسری کئی گندی اشیاء کے جُز موجُود ہوتے ہَیں۔ پاکیزگی کے نظریہ سے بھی یہ کھانا بالکل جائز نہیں ہوگا۔ جِن جانوروں کو مار کر ہم کھاتے ہَیں، اُن کو ہمارے بدن سے ایک خاص قِسم کی بدبُو آجاتی ہے۔ وہ ڈر کر ہم سے دُور بھاگ جاتے ہَیں۔ اگر ہم ساری دُنیا کے جانداروں کو اپنے پیار کا مُستحق بنانا چاہتے ہَیں، تو ہمیں جانوروں کو مار کر کھانے سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ اگر ہم اِس طرح نہیں کریں گے تو یہ معصُوم جانور ہمیں مَوت کے سوداگر سمجھ کر ہم سے ہمیشہ نفرت کرتے رہیں گے۔

لنکاوتار کے عِلاوہ، بُدھ دھرم کے ہستی کاکشیہ، مہاں میگھ، نِروان، اُنگلی مالیہ وغیرہ سُوتروں

---

1. The Lankavatara Sutra (Eng. Translation by Daisetz Teitaro Suzuki), Chapter Eighth, pp 211 to 222; Routledge & Kegan Paul Ltd, London, Reprint 1966.

میں بھی گوشت کھانے کی سخت مُمانعت کی گئی ہے ۔

مُسلم صُوفی:- بہت سے مُسلمان صُوفیوں نے بھی گوشت خوری سے پرہیز کرنے پر بہت زور دیا ہے ۔ الؔ غزالی، ایران میں گیارھویں، بارھویں صدی کے مشہوُر صُوفی فلاسفر ہوُئے ہیں ۔ آپ نے اُس مُسلمان کے لیئے جو رُوحانیت کی چاہ رکھتا ہے سادہ خوراک کے اِستعمال کی تعلیم کو بار بار دوہرایا ہے :-

" یاد رکھو کہ تمہارا آخری ٹھکانہ قبر کے اندر ہوگا۔ اگر تُمہیں یہ چیز ہمیشہ یاد رہے تو تُم نفس سے ہمیشہ دُور رہو گے ۔"

" روٹی کا ٹکڑا صِرف زندہ رہنے کے لیئے چاہیئے ۔ اِس کے علاوہ تُم جو کُچھ بھی کھاتے ہو، وُہ صِرف تُمہاری خواہشات کو پُورا کرنے کے لیئے ہوتا ہے ۔ یہ پکوان تُمہارے بے اطاعت ہونے کی نِشانی ہے ۔"

" صِرف ایک دال یا سبزی کھا کر ہی بسر اوقات کرلو، طرح طرح کے لذیذ کھانوں میں اپنا دِل لگانے کی ضرُورت نہیں ۔"

کئی لوگ طرح طرح کے کھانے کھاتے وقت کہتے ہیں ۔ یہ سب کُچھ خُدا نے خود بخشا ہے اَور ہم اُس کے مہمان ہیں، ہم اُس کی نِعمت سے اِنکار کیوں کریں ؟ اَیسے آدمی اپنی رُوحانی مَوت اپنے ہاتھوں خوُد کر رہے ہوتے ہیں۔ اصل میں وہ جانتے ہی نہیں کہ یہ ترغیب وُہ خُدا کی بجائے شیطان سے لے رہے ہیں ۔ ہمیں اعتدال میں رہنا چاہیئے۔ آدمی کِسی وقت بے ذائقہ خُوراک کھانا شرُوع کردے اَور کِسی وقت سُوکھی روٹی اَور دال یا ایک سبزی۔ رُوحانیت کیلئے یہ باتیں ضُروری ہیں۔ لذّت دار اور ضرُورت سے زیادہ کھانا رُوحانیت میں کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

میرداد

میردؔاد ایک چوٹی کے رسیدہ مُسلمان فقیر ہوُئے ہیں ۔ وُہ لِکھتے ہیں:-

" مُردار یعنی گوشت کھا کر جِینا مَوت کا لُقمہ بننا ہے ۔ دُوسرے کو دُکھ دے کر جِینا خُود دُکھ کا شِکار ہونا ہے ۔ اگر ہم گوشت کی بوٹیاں توڑیں گے تو ہمیں بھی اپنے گوشت کی بوٹیاں تُڑوانی پڑیں گی،

اگر ہم ہڈیاں توڑیں گے تو ہماری ہڈیاں بھی ایک نہ ایک دِن ضرور توڑی جائیں گی۔ اگر ہم کسی کے خُون کا قطرہ بھی بہائیں گے تو اُس کا عِوض چُکانے کے لِئے ہمیں اپنا لہُو بہانا پڑے گا۔ قُدرت کا یہی قانُون ہے اور اِس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔"

میرداد نے بچھڑے بچھڑیوں کو 'اماں جائے' کہا ہے۔ اُن کے ساتھ اِس طرح پیش آنے کا پیغام دِیا ہے، جیسے ہم اپنے مادر زاد بہن بھائیوں سے پیش آتے ہیں۔ میرداد کہتے ہیں: "ایک آدمی بچھڑے کی جگہ گائے کا دُودھ پیتا ہے اور بچھڑے کو مادر زاد بھائی محسُوس کرتا ہے اور بچھڑے کے لِئے بھائی والا جذبہ اور گائے کے لئے ماں والا جذبہ رکھتا ہے۔ دُوسرا آدمی بھی گائے کا دُودھ پیتا ہے اور بچھڑے کو اِس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ کب بڑا ہو اور میں اِس کا نرم نرم گوشت اپنے جنم دِن کی خُوشی میں بڑے مزے سے کھاؤں۔ میں کہتا ہُوں کہ دُوسرا آدمی بچھڑے کا گوشت نہیں، زہر کھا رہا ہے مگر پہلے کو بچھڑے سے طاقت مِل رہی ہے۔ دونوں نظریے ہمارے سامنے ہیں۔ اِن میں سے کونسا نظریہ اپنانے کے قابِل ہے اور کونسا چھوڑنے کے؟ جو لوگ اِنسانیت کا جذبہ رکھتے ہیں اور رُوحانیت پر چلنا چاہتے ہیں، وُہ خُود ہی فیصلہ کر لیں۔"

عیسائی مذہب

حضرت عیسےٰ کو رُوحانی تعلیم 'جان دی بیپٹسٹ' نے دی۔ یہ ایسین (Essene) فرقہ میں سے تھے، جو گوشت کھانے کے سخت خِلاف تھے۔ جان دی بیپٹسٹ بھی گوشت کھانے کے سخت خلاف تھے۔ عیسےٰ مسیح کی بابت کئی لوگ کہتے ہیں کہ شاید اُنہوں نے گوشت سے پرہیز نہ کیا ہو۔ لیکن اُن کی تعلیم کے دو بڑے اُصولوں (Thou shalt not kill) تُم کو قتل کرنے اور مارنے کی مُمانعت ہے۔ اور (Love thy neighbour) اپنے پڑوسی کو پیار کرو، کو اچھی طرح سمجھا جائے، سوچا جائے، تو کِس کی سمجھ میں آئے گا کہ اُنہوں نے گوشت کھایا ہوگا یا اِسکے کھانے کی اِجازت دی ہوگی۔ اِس کے علاوہ ڈیڈ سی سکرولز (Dead sea Scroll) کی نئی کھوج اور ارمینی زبان، سلاو زبان سے، یسُوع مسیح کی اصلی تعلیم، جو اُنہوں نے اُس وقت دی، کا ترجمہ ہُوا ہے۔ اُس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت عیسےٰ گوشت کھانے کے کِتنے

زبردست خلاف تھے ۔ ایڈمنڈ جیک، جس نے "دی گاسپل آف پیس آف جیسس کرائسٹ (Gospel of Peace of Jesus Christ)" نامی کتاب لکھی ہے اور کچھ ہی برسوں میں اس کتاب کی پندرہ سولہ ایڈیشنس بک بھی چکی ہیں۔ لکھتا ہے: "میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو دوسروں کو مارتا ہے، وہ خود کو مارتا ہے اور جو کوئی ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاتا ہے، موت کا نوالہ کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کے جسم میں (اُن کھائے گئے) جانوروں کے خون کا ہر قطرہ زہر کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اُس کے جسم سے مُردہ جانوروں کے گوشت کی بدبو آئے گی۔ اُس کا خون مُردہ جانوروں کے خون کی طرح ہی کھولے گا اور مارے گئے جانوروں کی موت اُس کی موت بن جائے گی۔"[1]

کہا جاتا ہے کہ یہ انجیل حضرت مسیحؑ کے ارمئی زبان میں فرمائے ہوئے صحیح الفاظ کا ہی ترجمہ ہے۔ یہ قدیم اور دستی لکھی ہوئی دستاویز ویٹی کن لائبریری میں موجود ہے۔ اُس میں لکھا ہے:-

"شاگردوں نے عرض کی، اے پیغمبر! آپ تو دائمی خوشی کا راز جانتے ہو۔ ہمیں بتائیں کہ ہم کون کون سے گناہوں سے باز رہیں۔ تاکہ ہمیں بیماری کا مُنہ نہ دیکھنا پڑے۔"

حضرت یسوعؑ نے جواب دیا، سچی بات تو یہ ہے کہ جو قتل کرتا ہے در اصل وہ خود ہی کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔ جو ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت کھاتا ہے، در اصل وہ اپنا مُردار خود کھا رہا ہوتا ہے۔ جانوروں کی موت اُس کی اپنی موت ہے۔ کیونکہ اس گناہ کا بدلہ موت سے کم ہو ہی نہیں سکتا۔"

"بے زبان جانوروں کا قتل نہ کرو۔ اُن کا گوشت نہ کھاؤ۔ ایسا کر کے تم شیطان سے مغلوب ہوجاتے ہو۔ یہ راہ آفتوں بھری ہے۔ تم موت کو آوازیں دے رہے ہو۔ رب کی رضا میں چلو۔ اس راہ میں فرشتے تمہارے مددگار ہوں گے۔ سچا راستہ اختیار کرو۔ خدا نے آپ کہا ہے کہ اُس نے انسان کے واسطے دُنیا میں جو بھی پیڑ پودے پیدا کیے ہیں، اُن سب میں بیج موجود ہے۔ سب پھلدار درختوں میں بھی بیجوں کا ذخیرہ ہے۔ انسان کو گوشت کی جگہ یہ خوراک بخشی گئی ہے۔ میں نے پرندوں، زمین پر چلنے والے جانوروں اور رینگنے والے کیڑوں کو بھی خوراک بخشی ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی جاندار موجود ہے میں نے وہاں گوشت

---

[1] "دی گاسپل آف جیسس کرائسٹ" صفحہ ۴۵ - ۴۴

کی بجائے اُس کے کھانے کے لیے ہری سبزیات پیدا کی ہیں۔ میں نے جانوروں کو جو دُودھ بخشتا ہے، اُس میں تو تیرا بھی حصّہ ہے، مگر اُن کا گوشت کھانے اور لہو پینے کی اجازت نہیں۔"

حضرت یسوع نے اپنی بات جاری رکھی اور فرمایا، "رب نے تو تیرے قدیمی مرے ہوئے بزرگوں کو بھی گوشت کھانے سے منع کیا تھا، مگر وہ سخت دِل ہو گئے اور جانوروں کو قتل کرنے لگ پڑے۔ اُس وقت حضرت موسےٰ کو یہ حکم دینا پڑا کہ کم از کم ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل نہ کرے۔ حضرت موسےٰ نے اِنسان کو جانور کو دُکھ دے دے کر مارنے میں لگا دیا۔ اِنسان کے بزرگوں کا دِل اور بھی سخت ہو گیا۔ وہ اِنسان اور جانور دونوں کو ہی مارنے میں لگ گئے۔ مَیں (حضرت مسیح) تمہیں کہتا ہوں کہ نہ تو اِنسان کا قتل کرو اور نہ ہی جانوروں کا۔ اپنی خوراک میں بھی مُردار یعنی گوشت شامل نہ کرو۔ اگر تم زندہ خوراک کھاتے ہو، تو تم بھی زندگی سے بھرپور ہو جاؤ گے۔ اگر مُردار کھاؤ گے تو وہ خوراک تمہیں مار دے گی کیوں کہ زندگی سے زندگی حاصل ہوتی ہے اور مُردار سے موت۔"

"اگر تمہاری خوراک میں گوشت ملا ہوا ہے تو وہ تمہارے جسم کو مار دیتا ہے۔ جو چیز تمہارے جسم کو مارتی ہے، آخرکار وہ تمہاری رُوح کو بھی مار دیتی ہے۔ جیسی تمہاری خوراک ہوتی ہے، تمہارا جسم بھی اُسی طرح کا ہو جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ تمہاری رُوح اور خیالات بھی اُسی رَو میں بہنے لگ جاتے ہیں۔[۱]" اور بھی کئی ثبوت ملتے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ یسوع مسیح کے بڑے نزدیکی سینٹ میتھیو گوشت خوری کو رُوحانی گراوٹ کا نشان سمجھتے تھے اور اُن کی خوراک پھل، سبزیاں اور اناج تھی (دیکھو جے بارکس کی تحقیقی کتاب۔ دی ویجیٹیبل پیشن، صفحہ ۶۴)۔ اِسی طرح کئی نیک اور مذہبی عیسائی فرقوں نے، جنہوں نے ہمیشہ ایمان، رُوحانی ترقّی اور خدمتِ خلق کو بڑا مقصد مانا، گوشت خوری کو عیسائی مذہب کے خلاف سمجھ کر اس سے خاص پرہیز رکھا۔ سینٹ بینی ڈِکٹ اور اُس کی انجمن شاکاہاری خوراک پر خاص زور دیتی تھی اور اِسکو عیسائی مذہب کے اصولوں کے ساتھ جوڑتی تھی۔ اِسی طرح میتھوڈسٹ (Methodist) اور سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ (Seventh Day Adventist) گوشت کھانے اور شراب پینے کی سخت ممانعت کرتے ہیں۔ ٹالسٹائے اور دوخوبور (رُوس کے مومن عیسائی) بھی گوشت کھانے کو عیسائی مذہب کے خلاف مانتے تھے۔

(فُٹ نوٹ اگلے صفحے پر دیکھیے)

سنتوں و بھگتوں کے خیالات

تروّل ور

زمانہ قدیم میں، تامل ناڈو میں ایک مشہور و رسیدہ سنت تروّل ور ہوئے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "بھلا اُس آدمی کے دل میں رحم کس طرح آسکتا ہے، جو اپنا گوشت بڑھانے کی خاطر دوسرے جانوروں کا گوشت کھانے میں ہی لگا ہوا ہے؟ آپ نے گوشت کھانے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے، "دیکھو وہ آدمی، جس کا جلا ہوا بدن لہو و پیپ دار زخموں سے بھرا ہوا ہے وہ کسی زمانہ میں جانوروں کو مارنے والا اور اُن کا خون بہانے والا تھا۔"[۱]

تروّل ور سمجھاتے ہیں کہ اگر ہم اِس قدر رحم دل اِنسان بن جائیں کہ اگر کسی جاندار کو سوئی چبھے تو ہمیں درد محسوس ہو۔ اِس درد سے ہم چِلّا اُٹھیں تو کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے دل سے گوشت کھانے کی خواہش ختم ہو چکی ہے۔ اگر یہ احساس پیدا نہیں ہوا تو کچھ بھی نہیں بنا۔ اُن کے مُطابق گوشت کھانا دُنیاداروں اور ناسمجھ لوگوں کا کام ہے۔ جن کو دولت کے فریب اور دھوکے کا علم ہے اور جو اس دُنیا کی اصلیت کو سمجھتے ہیں وہ اپنے گیان کی آنکھوں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ گوشت کھانا اُن کی روح کے واسطے کس قدر نقصان دِہ ہے۔

کبیر صاحب:۔ گوشت خوری کی مخالفت کرتے ہوئے کبیر صاحب فرماتے ہیں:۔

ماس اہاری مانوا پرتکش راکھش انگ۔

تا کی سنگت مت کرو پرت بھجن میں بھنگ۔ ۱۔

اس مچھلیاں کھات ہیں سُراپان سے ہیت

فٹ نوٹ صفحہ ۱۰۲ { ۱؎ دی گاسپل آف ہلیس آف جیسس کرائسٹ صفحہ ۴۸ ۔ ۴۹

۱؎ کرل دتمل وید، میں ہے۔

سو بز جڑ سے جائیں گے جیوں مُولی کا کھیت۔ ۲

ماس ماس سب ایک ہے مُرغی ہرنی گائے
آنکھ دیکھ نر کھات ہے تے نر نر کے جائے۔ ۳

یہ گوکر کو کھان ہے منُش دیہہ کیوں کھائے
مکھ میں آمِکھ[1] میلتا نرک پڑے سو جائے۔ ۴

دِ شٹا کا چوکا دِیا ہانڈی رسیجھے ہاڑ
چھوت براوے[2] چام کی تا کا گورو ہے ہانڈ۔ ۵

ہنیا[3] سوئی ہنسی[4] بھاوے جان بے جان
کر گہہ چوٹی تان سی صاحب کے دِیبان[5]۔ ۶

تل بھر مچھری کھائے کے کوٹ گئو دے دان
کاشی کروت لے مرے تو ہو نرک ندان[6]۔ ۷

بکری پاتی کھات ہے تاں کی کاڑھی کھال
جو بکری کو کھات ہیں تن کا کون حوال۔ ۸

پیڑ سبھن کو ایک سی مُورکھ جانے نا ہہ
اپنا گلا کٹائے کے بشرت[7] لیسے کیوں نا ہہ۔ ۹

مُرغی مُلاں سے کہے ذبح کرت ہے مو ہے
صاحب لیکھا مانگسی سنکٹ پڑے ہے تو ہے۔ ۱۰

کالا مُنہہ کر کرد[8] کا دل سے دُوئی نوار
سبھ ہی سُرت[9] سُبحان[10] کی احمق مُلاں نہ مار۔ ۱۱

---

[1] گوشت [2] بتاوے [3] جو مارا گیا [4] مارے گا [5] دربار میں [6] آخر کار [7] چین [8] چھری۔
[9] رُوحیں [10] پرماتما۔

گل غصّہ نہ کاٹیئے میاں قہر کو مار
جو پانچوں بسمل کرے تو پاوے دیدار۔ ۱۲

دن کو روزہ رہت ہے رات ہنت ہے گائے۔
یہ خون وہ بندگی کہو کیوں خوشی خدائے۔ ۱۳۔

خوب کھانا ہے کھچڑی مانہہ پڑا ٹک لون
ماس پرایا کھائے کر گلا کٹاوے کون۔ ۱۴۔

کہتا ہوں کہہ جات ہوں کہا جو مانے ہمار
جا کا گل تم کاٹ ہو سو پھر کاٹے تمہار۔ ۱۵۔

ہندو کے دئیا نہیں مہر ترک کے نانہہ
کہہ کبیر دونوں گئے لکھ چوراسی مانہہ ۱۶۔

تشدّد، رحم کو کبھی بھی نزدیک نہیں آنے دیتا، مگر رحم اور ترس ایک دوسرے کے قریبی دوست ہیں۔ جہاں رحم نہیں وہاں زاہد بھی قصاب بن جاتا ہے۔
د ئیا بن سدّھ قصائی، سنتوں کا مشہور فرمان ہے۔ کبیر صاحب نے جگہ جگہ 'رحم' کی تعریف کی ہے اور ظلم کی برائی۔ آپ کا شلوک قاتلوں کو لعنت ڈالتا ہے۔

کبیر جیہ جو مار ہہ جور کر کہتے ہہہ جو حلالُ
دفتر دئی جب کاڈھی ہے ہوئے گا کون حوالُ (آدگرنتھ صفحہ ۱۳۷۵)

کبیر صاحب فرماتے ہیں کہ خدائے پُرنور کے وصال کی کوشش اور سعی کو چھوڑ کر گوشت کھانا حلال خوری نہیں، بلکہ حرام خوری ہے۔ سب جاندار سائیں کے پیارے ہیں، اِن کو مار کر ہم پلید ہونے سے کس طرح بچیں گے؟

مُلّاں کر لیؤ نیاو خُدائی
اہہ وِدھی جیو کا بھرم نہ جائی۔ ٹیک
سرجی آنے دیہہ بناسے ماٹی بسمل کیتا

جوت سرُوپو ہاتھ نہ آیا کہو حلال کیا کیتا
وید کتیب کہو کیوں جھُوٹھا جھُوٹھا جو نہ بچارے
سبھ گھٹ ایک ایک جانے بھی دُوجا کہہ مارے
گُکڑی مارے بکری مارے حق حق کہہ بولے
سبھے جیو سائیں کے پیارے اُبر ہوگے کس بولے
دِل نہیں پاک پاک نہیں چِینہا اُس کا کھوج نہ جانا
کہے کبیر بھست چھٹکائی دوزخ ہی من مانا

پرمانند جی

پرمانند جی جنُوبی ہند میں ایک سنت ہُوئے ہیں۔ آپ شولاپُور ضلع کے بارسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ کا ایک شبد شری گورُو گرنتھ صاحب میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

گھاٹ پار گھر مُوس برانو پیٹ بھرے اپرادھی
جہی پرلوک جائے اپکیرت سوئی ابدیا سادھی
ہنسا تو من سے نہیں چھُوٹی جیہ دئیا نہیں پالی
پرمانند سادھ سنگت مِل کتھا پُنیت نہ چالی (آدی گرنتھ صفحہ ۱۲۵۳)

یعنی ڈاکے ڈال کر، دُوسروں کے گھروں کو لُوٹ کر گُناہگار یعنی پاپی اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ جو کام کرنے سے پرلوک میں خواری ہوتی ہو وُہ جاہلانہ حرکتیں کرتے ہیں۔ اُن کے دِل سے بے رحمی نہیں گئی اور اُنہوں نے جانوروں پر ترس نہیں کیا۔ پرمانند کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں نے سادھ سنگت میں جاکر سنتوں کے پوِتر بچنوں پر عمل نہیں کیا۔

دادُو صاحب۔

دادُو صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کو مِلنے کے مُشتاق کسی دُوسرے کو نہیں بلکہ اپنی خُودی کو ہی مارتے ہیں:-

ماس اہاری مد پیوے بِرشے وِکاری سوئے ※ دادُو آتم رام بِن دئیا کہاں تھتے ہوئے

آپن کو مارے نہیں پر کو مارن جائے
داد و آپا مارے بناں کیسے ملے خدا ئے[1]

جائسی۔

ملک محمد جائسی ہندی کے مشہور صوفی شاعر نے بھی گوشت خوری کی پُرزور مخالفت کی ہے۔

سُن باہمن بلوا چرہار ✻ کر بنکھنہہ کہنہ میانہ مار
نِٹھر ہوئی ودھس پراوا ✻ ہتیا کرے نہ تو ہے ڈر آوا
کہس پنکھ کا دوس جناوا ✻ نِٹھر تیی جے پرس کھاوا
آو ہہ روئے جات پُن رونا ✻ تبھُو نہ تجھہ بھوگ سُکھ سونا
او جا نہہ تن ہوئے ہے ناسُو ✻ پوکھیں ماس پرائے ماسُو
جو و یادھا نت پنکھنہہ دھرئی ✻ سو بچپت من لوڑ نہ کرئی[2]

ملوک داس جی۔

مُلوک داس جی جو کہ ایک بڑے کامل مہاتما ہُوئے ہیں، جانوروں کو مارنے کے درد کا احساس کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ ہر جانور کو ایک جیسا درد ہوتا ہے۔ اور وُہ ہمیں گلے کاٹنے سے منع کرتے ہیں:۔

پیر سبھن کو ایک سی مُورکھ جانت ناںہہ
کانٹا چُبھے پیر ہے گلا کاٹ کو کھا نہہ[3]

آپ مزید فرماتے ہیں کہ بکری ہو یا گائے، یا اپنی ہی اولاد کیوں نہ ہو، سب میں ایک سی ہی جان ہے۔ یہ صاحب یعنی پرماتما کا فرمان ہے۔ پیر پیغمبر، بڑے چھوٹے سبھی کو ایک دن مرنا ہے۔

---

[1] ہندی کے جن پد سنت صفحہ ۲۷۱ [2] ڈاکٹر رام سُروپ شاستری نیتی سُوکرت کوش، سنت مارگ پرکاشن، دِلّی، ۱۹۶۸، صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹۔ [3] وہی، صفحہ ۱۷۔

پھر اِس جِسم کی پرورش کے لِئے کیوں کِسی جانور کو مارا جائے؟

کیا بکری کیا گائے ہے، کیا اپنا جایا
سب کا لوہو ایک ہے، صاحب فرمایا
پیر پیغمبر، اَولیا، سب مرنے آیا
ناحق جیو نہ ماریئے، پوشن کو کایا
کنجر[1] چینٹی پشو نر، سب میں صاحب ایک
کاٹے گلا خُدائے کا، کرے سُور مالیکھ[2]

واجد صاحبؒ

کیا گائے، کیا بکری، کیا مُرغی کیا مچھلی، سب کے بچّے بچیّوں میں لہو تو ایک جیسا ہی ہے۔ جان تو سب کو ایک جیسی پیاری ہوتی ہے۔ ایک بکرا صاحب کے حضور میں فریاد کرتا ہے، جِسکا آپؒ نے اِس طرح بیان کیا ہے:۔

صاحب کے دربار پکاریا باکرا
قاضی لیا جائے کمر سو پاکرا
میرا لیا سیس اُسی کا لیجئے
ارے ہاں واجدؔ، راو رنک کا نیائے برابر کیجئے[3]

پرساجی

پرساجی فرماتے ہیں:۔

۱۔ ہاتھی ۲۔ اپنے آپ کو بہادر کہلاتا ہے۔
۳۔ ڈاکٹر رام سروپ شاستری، ہندی شبد کوش، سنت مارگ پرکاشن دِلّی ۱۹۶۸، صفحہ ۱۸

کھائے جو مُردار کر سو حلال کیوں ہوئے
پر سا کرم حرام کر گئے بہشتہہ کھوئے
آپن مارے حق کہے کرتا ہتی حرام
پر سا سار تھ چلیھ کے ٹوٹ موئے بے کام[1]

سائیں بُلّھے شاہ

کھاویں ماس چباویں بیڑے انگ پوشاک رسائیای
ٹیڈھی پگڑی آکڑ چلیں جُتی پیر اڑائیا ای
پل پل پلدا ہے جد ابکرا، اِک دن آپ کو ہاویں گا[2]

غریب داسؔ جی

(ا)

نہیں ہے دار مدارا۔ ٹیک۔
اُس درگاہ میں دھرم رائے ہے لیکھا لے گا سارا
مُلّاں کُوکے بانگ سُناوے نہ باہر کرتارا
تیسوں روزے خوُن کرت ہو کیوں کر ہو دیدارا
مُول گنوائے چلے ہو قاضی بھریا گھور اگارا
بھَوجل بُوڑ ہو گے بھائی کیجے گا مُنہ کارا
وید پڑھیں پر بھید نہ جانیں واچے پُوران اٹھارا

---

[1] ڈاکٹر رام سُروپ شاستری، نیتی سُوکرت کوش، سنت مارگ پرکاشن، دِلّی صفحہ ۳۴۹
[2] چونِڑیاں کافیاں، صفحہ ۱۸۵، بھاشا وِبھاگ۔

جڑ کو اندھرا پان کھواویں بسرے سرجنہارا
جاکو تو تم مکت کہت ہو سو ہے کچّا بارا
سیوں جمانے نر کے جائے پوڑے سیوں پریوار
چھاتی تورتنے جب کن کر لاگیا جم کا لارا[1]

(۲)

دو نو دین مکت کو جاہیں کھائیں گئو اور سور
داس غریب ادھار نہیں ہے سودا پورم پور[2]

(۳)

مت دیندی بالم جھوٹھے نوں — ٹیک۔
شاعر سپت سمندر لیاوے کیا کریئے موتی پھوٹے نوں
کلر کھیت نپدا ناہیں کہا کرے ہو جل بوئے نوں
بھانگ تمباکو مدرا پیویں چھاڈت ہیں نہ گُٹّھے نوں[3]
مہر محبت چھان ناہیں سہہ جانے ستگور لوٹے نوں
پریم پیالے سد متوالے پیوت ہیں رس گھولے نوں
اس درگاہ میں مشکل کرہے جو پھیرے جگ کے ٹولے نوں
غریب داس در حال مناوے راضی کرہے ستگور روٹھے نوں[4]

پلٹو صاحب

پلٹو صاحب ایودھیا میں ایک کامل سنت ہوئے ہیں۔ آپ اپنی بانی (کنڈلیوں) میں

---

[1] چونتیاں کافیاں صفحہ ۱۲۵۔ ۲۔ وہی صفحہ ۱۲۶
[3] گوشت
[4] چونتیاں کافیاں، صفحہ ۱۴۱

گوشت خوری سے پرہیز کرنے کی تعلیم دیتے ہیں ۔ آپ کہتے ہیں کہ اگر پورے غور سے مذہب اِسلام کے اصلی پیغام دیکھا جائے تو وہ یہ ہے کہ سب میں ایک جان اور ایک ہی خدا ہے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اَے مولوی! تمہیں زبان کا چسکہ ذیب نہیں دیتا، کیونکہ گوشت میں جانوروں کا خون ملا ہوا ہے ۔ تم جانوروں کی روح کو ایزا پہنچانے کا گناہ کیوں کرتے ہو؟ یاد رکھو کہ سب میں ایک نبی کا ہی نور ہے ۔ تم بزرگ (محمدؐ صاحب) کے حکم کے مطابق نہیں چلتے ۔ اصل کافر اور مردود تو وہ شخص ہے جو بے رحم اور ظالم ہے ۔

ہم کُلہم جسم کا نبی کیا فرمود
نبی کیا فرمود حدیث کی آیت ماہیں
سب میں ایکے جان اور کوئی دوجا ناہیں
خون گوشت ہے ایک مولوی ذبح نہ چھاجے[1]
سب میں روشن ہوا نبی کا نور براجے
کیوں کھینچے تو روح گنہگاری میں پڑتا
بزرگ کے فرمود بموجب نا ہی ڈرتا
پلٹو جو بے دردی سو کافر مردود
ہم کُلہم جسم کا نبی کیا فرمود

ایک اور کنڈلی میں آپ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے گلے کاٹنے والا شخص من اندریوں کے جھانسے میں آکر اپنی روح کے خصم (خدا) کو مارنے تک جاتا ہے ۔ زندہ جانوروں کو مار کر مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے بے جان دیوتاؤں کی نیاز دینا کہاں کی عبادت ہے۔ سب جانداروں میں ایک ہی خدا ہے اِس لیئے جانوروں کو مارنے والے کو مکتی کس طرح مل سکتی ہے؟ جو شخص زندہ جانوروں کو قتل کر کے دیوتاؤں کو قربانی دیتا ہے وہ اُس بیوی جیسا ہے، جو اپنے خاوند کو قتل کر دیتی ہے ۔

---

[1] اچھا نہیں لگتا۔

گردن مارے خصم کی لگوار[1]ن کے ہیت
لگوارن کے ہیت پسوا او میندڈھا مارے
پوُجے دُرگا دیو دیوکھری بسر دے مارے
ماٹی دیوکھر باندھ موُئے کی پوُجا لاوے
جیوت جیوکو مار آن کے تا ہہ چڑھاوے
سبھ میں ہے بھگوان اَور نہ دُوجا کوئی
تیکر یہ گنئ کرئے بھلا کہواں سے ہوئی
پلٹو جیوکو مار کر بلی دیو تن کو دیت
گردن مارے خصم کی لگوارن کے ہیت

نامدیو جی

نامدیو (۱۲۷۰ء سے ۱۳۵۰ء) کا جنم مہاراشٹر میں ہُوا اَور آپ نے تمام ہندوستان کا دَورہ کرتے ہوُئے اپنی زندگی کے آخری بیس برس پنجاب میں گزارے۔ نامدیو بچپن سے ہی رحمدل تھے۔ ایک بار آپ کی ماں کو کھانسی ہوگئی اور حکیم نے کسی درخت کا کاڑھا بنا کر پلانے کو کہا۔ نامدیو کو درخت کا چھلکا لانے کے لئے بھیجا گیا۔ جب اُنہوں نے درخت کے تنے کو چاقو مارا تو کٹے ہوُئے حِصّے سے درخت کے رس کی بوُندیں نکل آئیں۔ نامدیو کو ایسے لگا کہ درخت کے تنے سے مائع یوں نکل رہا ہے جیسے کسی زخم میں سے خوُن بہتا ہے۔ آپ اُس درخت کے تنے پر چاقو کا دُوسرا وار نہ کر سکے اَور واپس آ گئے۔

اپنے ایک مراٹھی شبد میں آپ فرماتے ہیں۔

"توُ اپنے کرموں پر دھیان نہیں دیتا، دُوسروں پر اِلزام لگانے سے کیا فائدہ؟ شکاری یا قصائی جانور کو مارنے کے لِئے اُس کا گلا دبوچتا ہے لیکن اگر غلطی سے اُس کی اپنی اُنگلی چھُری تلے آ کر کٹ جاتی

---

[1] آشنا، چاہنے والے۔

ہے تو ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ مگر جانوروں کا گلا کاٹتے وقت اُس درد کا خیال نہیں کرتا (اُن کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی) جب خود پر گزرتی ہے تو تڑپتا ہے لیکن دُوسروں کے دُکھ پر ہنستا رہتا ہے۔"

اِسی شبد میں نامدیو جی آگے فرماتے ہیں۔

"جس طرح چور کسی کا سارا گھر لوٹ لیتا ہے اور اُس کی تمام پونجی چرا لے جاتا ہے لیکن اگر اُس کا اپنا دھن چوری ہو جاتا ہے تو سِسک سِسک کر روتا ہے۔ دُوسروں کو لوٹتے وقت اِس بات کو بھول جاتا ہے کہ اُن کو کتنا دُکھ دے رہا ہے۔ اِنسان جانور کو اپنے بچوں کی طرح کھلا پلا کر، پال پوس کر بڑا کرتا ہے اور پھر ہاتھ میں چھری لے کر، اُن کے گوشت کے لِئے اُنہیں مارنے کو تیّار ہو جاتا ہے۔ جب کوئی قاتل پھانسی پر لٹکا دِیا جاتا ہے تب وہ تڑپتا ہے، اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ دُوسروں کی جان لیتے وقت اُنہیں کتنا دُکھ ہوتا ہے۔ نامدیو کہتا ہے کہ ایسے بے شرم آدمیوں کو پرماتما کیسے مِل سکتا ہے؟"[۱]

ایک اَور شبد میں آپ فرماتے ہیں:-

جو شخص قصائی کی طرح ظالمانہ کام کرتا ہے اور اَیسے ہی ظُلم و تشدد کے خیالات میں ڈُوبا رہتا ہے وہ بدکار، کمزور یا بزدل، فریبی، مہاپاپی اور گری ہوئی ذہنیت والا ہوتا ہے۔ جو شخص اِس طرح کے ادنیٰ طریقوں سے دھن کماتا ہے وُہ آخر کار یقیناً نرکوں میں جائے گا۔ نامدیو کہتا ہے کہ اَیسی حرکتیں کرنے والا اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔[۲]

دریا صاحب

سنت دریا صاحب کا جنم ۱۶۷۴ء میں صوبہ بہار کے دھرکندہ گاؤں میں ایک مُسلمان درزی خاندان میں ہُوا۔ آپ کا شُمار شمالی ہند کے مہان سنتوں میں ہوتا ہے آپ جانوروں کو مارنے اور گوشت خوری کے

---

۱ شری نام دیو گاتھا، مہاراشٹر سرکار، ابھنگ ۱۸۳۹

۲ ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ابھنگ ۱۸۳۸

سخت خِلاف تھے۔ آپ فرماتے ہیں'' جس پیار جو آپنو، تس جو سمجھہ پیار'' یعنی جس طرح ہمیں اپنی جان پیاری ہے اُسی طرح ہر ذی رُوح کو اپنی جان پیاری ہے۔ لہٰذا ہمیں اُن کے ساتھ ویسا ہی برتاو کرنا چاہیئے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:-

(۱) خُون خراب دُلوں سے نیارا۔ سو درویس اللہ کا پیارا
خُون خراب ایہی مہہ بھُولا۔ دوزخ دوار جیو سو مُولا
پکڑ[1] جیو خُون کر کھائی۔ سو بِتاب[2] دوزخ کو جائی

(۲) نج جو سم سب جو جگ ماہیں۔ جانہہ ساد ھو گیان جیہی پاہیں۔
مت کر خُون پوے مت دارُو۔ گرب غرُور دُور کر ڈارُو[3]

(۳) خُون کرے مد ماس جو کھائی۔ چور اسی جیو جنمے جائی[4]

تُلسی صاحب (۱۷۶۳ء سے ۱۸۴۳ء)

۱۔ اَور و سُنو ایک ادھمائی	※	بن بکرا مرے ماس نہیں آئی
بکرا مرے جیو دُکھ پاوے	※	تب پُنی ماس قصائی لاوے
گرہست اَنیتی مانے نیکے[5]	※	ماس کھائے تیہی سنگت چھیکے[6]
آتم ناس ماس جن کھایا	※	بکرا مار کرم میں آیا
آتم ناس کینہہ تیہی کھایا	※	اپنی اِندری سُکھ میں لایا
اِندری سُکھ بھیو آتم بَیرا[7]	※	تن کو بھیو نرک میں ڈیرا
یہ تو کبھی نہ چھُوٹیں بھائی	※	یہ بَیر اٹا لُوٹ جو جائی[8]

---

[1] جلد ہی [2] برہم وویک دریا صاحب، چوپائی ۴۶۶-۴۶۸ [3] گیان سرود، دریا صاحب، چوپائی ۲۵-۲۶
[4] بھگتی ہیت، دریا صاحب، چوپائی ۱۳۵
[5] جو گرہستی اِس بے اِنصافی کو ٹھیک مانتے ہیں [6] چھوڑ دے۔
[7] جنہوں نے اِندریوں کے سواد کے لِئے دُوسرے جانوروں سے دُشمنی کی۔
[8] وہ اِس سنسار میں بار بار آتے ہیں۔

سادھ فقیر گرہست ہُنی کوئ ٭ جِن جِن کینہہ نرک گئے سوئ
بَیر بھاو چھُوٹے نہیں بھائ ٭ گلا کاٹ سوئے بندھن پائ
۲۔ پرے پاردھی[1] پنچھن ماہیں ٭ پکر پکر جھولن میں نائ
پنچھی پکر پاردھی لیکھا ٭ اس جم کرے پکر سب بھیشا
جے جے ماس مین[2] جیو کھائ ٭ سوئ سوئ باندھے کال قصائ
یا میں نیک[3] ایک نہیں جانو ٭ بُوجھو سنت ساکھ سُن مانو
نانک اور کبیر سُنائ ٭ دادو دریا سب نے گائ
سبد ساکھ یہ لیؤ بچاری
ہتیا پاپ نرک ہوئے بھاری[4]

---

[1] چڑیمار [2] مچھلی [3] ٹھیک۔
[4] گھٹ رامائین، حصّہ دوم، سمواد پلک رام کے ساتھ۔

اِنسان کی خُوراک

—— پرنسپل نرنجن سِنگھ

تبدیلی قُدرت کا قانُون ہے۔ ہر جاندار اَور ہر شئے ہر گھڑی تبدیل ہو رہی ہے۔ اِنسان تبدیل ہو رہا ہے۔ رسم و رواج بدل رہے ہیں، اِنسانی تہذیب، رہن سہن وغیرہ سب کُچھ اِس تبدیلی کے ماتحت چل رہا ہے۔

بڑے بڑے عالِم، فاضل، سائنس دان، فلاسفر اَور رُوحانی مقامات کے راہنُما اِس دُنیا کے کھیل پر غور کر کے اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اِس مخلُوق کی پیدائش کا اصل مقصد رُوح کا وِکاس اَور اِس کی ترقی ہے۔ جِس کو انگریزی میں (Evolution of Consciousness) کہا جاتا ہے۔ وِکاس میں تبدیلی تو ہوتی ہے مگر یہ تبدیلی بے معنی نہیں ہے۔ اِس میں جانداروں کی رُوح دِن بہ دن کھِلتی جاتی ہے۔ ساتھ ہی جسم کا یہ اَوزار جو اِنسان کو مِلا ہے اور جِس کے ذریعہ رُوح ترقی کرتی ہے وُہ بھی نشو و نُما پا رہے ہیں۔

ہر چیز کے اندر چیتنتا ہے۔ کِسی چیز میں تھوڑی اور کِسی میں زیادہ۔ چیتنتا کی نچلی سطح پر دھاتیں یا پتّھر وغیرہ ہیں۔ اِن میں بھی رُوح ہے مگر بالکُل برائے نام معمُولی سی۔ اِس سے اُوپر والی جماعت میں بیل بُوٹے اَور نباتات آتے ہیں۔ اِن میں رُوح کا نشو و نُما پتّھروں سے زیادہ لیکن حیوانوں سے کم ہے۔ اِس سے اُوپر کی جماعت میں حیوانات، پرندے اَور مچھلیاں وغیرہ آتی ہیں۔ چیتنتا میں اِن کا درجہ سبزیات سے کہیں اُوپر ہے۔

اِس سطح پر پہُنچی ہُوئی چیتنتا کو حیوانی حِس (Instinct) کہا جاتا ہے۔ اِس کے دو بڑے سبب ہیں۔ اپنا بچاؤ کرنا اور اپنی ترقی یعنی کھانا پینا، لڑنا جھگڑنا، نفسانی خواہشات اور جوڑے بن کر رہنا وغیرہ وغیرہ۔ حیوانی حِس کی خاصیت اُن کی فِطرت سے پیدا ہوتی ہے۔

حیوانات سے اُوپر کی سطح یا درجہ اِنسان کا ہے۔ یہاں آ کر تو رُوح چھلانگیں مار مار کر ترقّی کی منزلیں طے کرتی ہے مگر درجہ بدرجہ۔ یہاں ایک نئی قُوّت عقل، تمیز یا وِچار شکتی نمُودار ہوتی ہے۔

حیوان کو یہ پتہ بالکل نہیں لگتا کہ یہ کام ٹھیک ہے یا غلط ہے۔ اُس نے تو اپنے آپ کو بچانے اور اولاد پیدا کرنے کی خواہش کے زیرِ اپنا کھیل کھیلتے جانا ہے۔ اِنسان کو عقل دم نہیں لینے دیتی، عقل فوراً کہتی ہے کہ یہ بات ٹھیک ہے اور یہ غلط ہے۔ اگر غلط بات کرے تو دُکھ پیدا ہوتا ہے دُکھ سے فکر اور تشویش پیدا ہوتی ہے۔ پھر رُوح تھوڑی اور ترقی کرتی ہے۔

عقل کی منزل کی کئی سیڑھیاں ہیں۔ کئی ایسے اِنسان ہیں جن میں حیوانی حِس طاقتور ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو عقل کے اِنتہائی درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں اور وہ جو بھی کام کریں گے اچھی طرح سوچ سمجھ کر ہی کریں گے۔ ناسمجھ اور جاہل اِنسانوں کے اندر حیوانیت کی زیادتی ہوتی ہے۔ عقل کی جھلک تو پڑتی ہے مگر اُن کے سب کام حیوانیت سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اعلےٰ درجہ کی اِنسانی سطح پر فضیلت عقل کی ہوتی ہے اور حیوانیت عقل کے ماتحت چلتی ہے۔

تمام بنی نوعِ اِنسان ابھی تک اِنسانی دانش کی اعلےٰ تر منزل پر نہیں پہنچی ہے۔ یہ لڑائی جھگڑے یہ ٹھگ بازی، یہ نفس پرستی کے منظر سب حیوانیت کے کارنامے ہیں۔ جب اِنسان عقل و دانش کی اعلےٰ سطح پر پہنچ جائے گا، تو پھر لڑائی جھگڑوں کی گنجائش ہی نہیں رہے گی۔ عقل صاف طور پر بتائیگی کہ لڑائی میں دونوں فریق بے فائدہ دُکھ اور مُصیبت ہی مول لیتے ہیں۔

زِندگی کا نشوونُما عقل کی سیڑھی پر ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ اِس سے اُوپر بھی رُوح کی اور بہت سی سیڑھیاں ہیں۔ عقل سے اُوپر کی سیڑھی غَیبی آنکھ کا کُھلنا ہے۔ اِس منزل پر انُو بھوتایا سہج گیان (Intuition) یعنی اِلہام کی طاقت ظہور میں آتی ہے۔ جب گورُو نانک صاحب کہتے تھے کہ مردانہ! بے بے نانکی یاد کرتی ہے، تو انُو بھو یا الہام کی وجہ سے ہی کہتے تھے۔ دکن میں ایک مہرشی 'رمن' جی ہوئے ہیں۔ جو جگیاسُو اُن کے پاس جاتا تھا اُس کو بولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ اُس کے دِل میں سوال پیدا ہُوا، اندر ہی سے جواب مِل گیا اور تسلی ہو گئی۔

اِس سے اُوپر بھی رُوح کی منزلیں ہیں۔ آخری منزل وہ ہے، جس میں رُوح بالکل صاف اور پاک ہو کر اپنے پریم سرُوپ میں سما جاتی ہے۔ اُس میں دُوئی کا رنگ بالکل نہیں رہتا اور خیالات کا پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے۔

اِنسان تین غِلافوں یا قالبوں کا پُتلا ہے۔

(۱) ستھُول یعنی کثیف وجُود یا جسم۔ (۲) سُوکشم یعنی لطیف وجُود یا من اَور (۳) کارن یعنی لطیفُ اللطیف حِصّہ یعنی رُوح۔ جیسے جیسے لطافت بڑھتی جاتی ہے، شانتی اور کوملتا یعنی نرمی بھی بڑھتی جاتی ہیں۔

کثیف وجُود ہی وہ اَوزار ہے، جس سے اِنسان زندگی کے کھیل کھیلتا ہے۔ من لطیف ہے اِس لئے زیادہ طاقتور ہے۔ من جسم کو اِس طرح چلاتا ہے، جیسے سوار گھوڑے کو چلاتا ہے۔ جب رُوح ترقی کر کے رُوحانی منزلوں میں جا پہنچتی ہے تو من اَور جسم دونوں ہی رُوح کے غُلام بن کر کام کرتے ہیں۔

عیش و عِشرت، کھانا پینا، یہ جسم کے لوازمات ہیں۔ جو سنت مہاتما عقل کی اُوپر والی سیڑھی پر پہنچ جاتے ہیں تو اُن کو یہ لذات پھیکی اور بے ذائقہ لگنی شرُوع ہو جاتی ہیں۔ فلاسفروں اَور سائنسدانوں کی طرف دیکھو۔ کویندِش کی سوانح حیات پڑھو، اڈنگٹن، جینز آئین سٹین کی سوانح عُمری پڑھو، تمہیں یقین ہو جائے گا کہ دماغی لذت لینے والوں کو زبان کے یا دِیگر دُنیاوی لذات کے سواد اپنی طرف کھینچ ہی نہیں سکتے۔

رُوحانی منزلوں میں پہنچے ہُوئی ہستیوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وُہ تو پریم رُوپ ہی ہو جاتی ہیں۔ ترس، ہمدردی، مٹھاس تو پریم کی چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں۔ اُن کو رحم کی تعلیم کی ضرُورت نہیں۔ اُن کا تو سوبھاؤ ہی رحمانی ہو جاتا ہے۔ مہارِشی رمن کے آشرم میں گائے، کُتے، کبُوتر اور چڑیاں سب ایک ہی خاندان کے فرد مانے جاتے تھے۔ اور کھانے پینے کے لِئے سب کو حِصّہ مِلتا تھا۔ جب ایسا جذبہ ہو تو جانوروں کو مارنے یا گوشت کھانے کا سوال ہی کہاں اُٹھتا ہے؟

ایک صاحب نے ایک بات سُنائی۔ ایک سادھُو ہردوار میں گنگا کے پار جنگل میں رہتا تھا۔ جب کوئی بھگت اُس کو کُچھ کھانے پینے کو دے جاتا تو وہ اپنے خاندان والوں کو آوازیں دے دے کر بُلایا کرتا تھا۔ چڑیاں جھٹ پٹ اِکٹھی ہو جاتیں، کوئی اُس کے سَر پر بیٹھ جاتی، کوئی کندھوں پر اَور کوئی سامنے بیٹھ جاتی، وُہ سب بانٹ کر وُہ چیز کھا لیتیں۔

مذہب کا اصلی مقصد تو اِس طرح کا جذبہ پَیدا کرنا ہے۔ اِنسان کی سوئی ہُوئی رُوح کو جگا کر اُونچے رُوحانی منزلوں تک پہنچانا ہے۔ جب رُوح اُن منزلوں میں پہنچ جائے تو رہن سہن، کام کاج، کھانا پینا، اور بول چال وغیرہ سب خُود بخُود ہی پیار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

لیکن مذہب کے دو حصّے ہوتے ہیں۔ ایک مغز اَور دُوسرا چھلکا۔ مغز کا مطلب تو رُوح کو اُڑا کر اُونچی منزلوں میں لے جانا ہوتا ہے۔ اور اِس کے دو طریقے ہیں۔ اپنے نصبُ العین یعنی خُدا کی یاد یا ذِکر، اَور دُوسرے اُس کی جسمانی شکل یعنی جانداروں کی بے لاگ خِدمت۔

رسم و رِواج، رہن سہن یہ بیرونی باتیں مذہب کے چھلکے کا کام کرتی ہیں۔ اِن کا مذہب کی شُروعات کے وقت فائِدہ پہنچتا ہے۔ پھر یہ زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی جاتی ہیں۔ اِن کو زیادہ اہمیّت دینا غلطی ہے۔

رُوحانی طور پر ترقی یافتہ آدمی کے لِئے کِسی جانور کو اپنے ذائِقہ یا رس کے لِئے مارنا یا کِسی جانور کو دُکھ دینا مُمکن ہی نہیں۔

مذہب کا چھلکا زمانے کے ساتھ پھلتا پھُولتا ہے۔ وِنوبا جی، اپنی کِتاب 'گیتا پروچن'، میں لِکھتے ہیں کہ وِششٹ جی کی مہمان نوازی کرنے کی خاطر ایک گائے کے بچھڑے کو مار اگیا تھا۔ پھر وقت پاکر اہنسا پرمو دھرما (یعنی رحم اور ترس ہی بڑے سے بڑا مذہب ہے) کا پرچار ہُوا۔ پھر وہ لِکھتے ہیں کہ حیوانوں کا دُودھ ہماری قُدرتی خوراک نہیں۔ مگر ابھی تک اِنسان نے اِسکے مساوی اور کوئی خوراک بنائی نہیں۔ کوئی وقت آئے گا کہ ہماری اَولاد یہ پڑھ کر حیران ہُوا کرے گی کہ ہمارے بُزرگ جانوروں کا دُودھ پیا کرتے تھے۔

آؤ اب سائنسی نُقطۂ نظر سے اِس بات پر غور کریں۔

سائنس کہتی ہے کہ سُورج ہی ہمارا بھگوان ہے۔ زمین، سب جاندار، بیل بُوٹے اور سبزیات، ہوا پانی، پہاڑ، زمین کے اندر دبا ہُوا کوئلہ، تیل، دِیگر دھاتیں اور ہر چیز کی پَیدائش سُورج سے ہی ہوئی ہے اَور ہر چیز کی پرورش بھی سُورج کی روشنی کر رہی ہے:-

اوّل اللہ نُور اُپائیا قُدرت کے سبھ بندے ※ ایک نُور تے سبھ جگ اُپجیا کون بھلے کو مندے
(آدِگرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۴۹)

زمین پر جو بھی کھیتی کی جا رہی ہے۔ اُس کی اصل وجہ قُوّت ہے اور قُوّت کی کئی شکلیں ہیں اَور اُس کی بُنیادی شکل "روشنی" ہے۔ جس کو سائنس کبھی مادہ کہتی تھی، وہ بھی طاقت کی ملی جُلی شکل ہے۔ ہم ہلتے ہیں، کھیلتے ہیں، دوڑتے ہیں، لڑتے ہیں، کام کاج کرتے ہیں، ہر کام میں قُوّت خرچ ہوتی ہے۔ اگر قُوت ختم ہو جائے تو سارا کھیل ختم ہو جائے۔ اِس خرچ ہو رہی قُوت کی جگہ نئی قُوت ہمیں سُورج سے ہی مِلتی ہے۔ سُورج کی روشنی شکل بدل کر پہلے سائنسی طاقت بنتی ہے پھر جِسمانی طاقت بنتی ہے اَور پھر اِس جسم کی مشین کو چلاتی ہے۔

اِس ساری بات کو عملی طَور پر ثابت کرنا تو بہت مُشکل ہے۔ مَیں تمہیں یہاں صِرف یہی بتاتا ہُوں کہ سُورج کی روشنی ہمارے جِسم کی مشین کو کِس طرح چلاتی ہے۔ ہم زمین پر گھاس پھُوس اور ہرے پتّوں کی جو ہریالی دیکھتے ہیں، اُس کو ہرا رنگ دینے والی ایک چیز ہوتی ہے جس کو کیمسٹری میں کلوروفِل کہتے ہیں، جب سُورج کی روشنی کلوروفِل پر پڑتی ہے کلوروفِل اِسکو اپنے اندر جذب کر کے ہوا کے اندر والے پانی اَور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب شُدہ طاقت دے کر گلوکوز یا پھلوں کی کھانڈ بنا دیتا ہے۔ اِنسان کی خُوراک اَور باقی سب جانداروں کی خُوراک بننے کا یہی جادُو یا منتر ہے۔ ضرُورت ہے ہَوا کی، پانی کی اَور کلوروفِل کی۔ اِن کی مدد سے سُورج کی روشنی رسائنی قُوت کی شکل اِختیار کر کے سب سبزیات، پھل، درخت اور بیج وغیرہ بناتی ہے۔ جب ہم اُنکو کھاتے ہیں تو روشنی سے بنی ہوئی رسائنی قُوّت جِسمانی قُوت بن جاتی ہے اور جِسم کو کام کرنے کی طاقت بخشتی ہے۔

وُہ وقت دُور نہیں، جب کھیتوں کا کام تجربہ گاہوں میں ہی ہونا شرُوع ہو جائیگا۔ جب سائنس دان کلوروفِل تیار کر لیں گے تو اُس پر روشنی ڈال کر فصلوں کا کام تجربہ گاہوں میں ہی پوُرا ہو جائے گا۔ جس قِسم کی خُوراک چاہو، خُود بناؤ اور کھاؤ۔

وُہ وقت بھی آئے گا، جب اِنسان تارا منڈل کی سیر کو جایا کرے گا، تو پھر وُہ روٹیاں پکا کر ساتھ لے جانے سے تو رہا۔

تب تک سائنس کوئی اَیسا طریقہ نِکال لے گی، جس کے ذریعہ پھر کھانے کی جگہ روشنی کو ہی سیدھا جِسمانی قُوت میں بدل لیا جائے گا۔

یہ تو مُوئیں دُور کی باتیں۔ آجکل کی سائنس خُوراک کے بارے کیا کہتی ہے؟ لو، وُہ بھی سُنو!۔
ہماری خُوراک میں پانچ جُز ہونے چاہئیں۔ (۱) کاربوہائیڈریٹس (۲) روغن یعنی چربی (۳) پروٹین (۴) قدرتی نمک اور (۵) وِٹامین۔ ہمارے لِئے مُتوازی خُوراک نہایت ضروری ہے۔ اور مُتوازی خُوراک میں یہ سب اجزا پُوری مِقدار میں ہونے بہُت ضروری ہیں۔ اگر کسی ایک جُز کی بھی کمی ہو تو جِسم بیمار ہو جاتا ہے۔ یہ سب اجزا سبزیات اور پھلوں میں ہوتے ہیں۔ مگر اُن میں روغن یا FAT نہیں ہوتا۔ روغن یا چربی صِرف گھی، مکھن اور تیلوں میں ہوتا ہے۔ پروٹین سبزیوں میں بھی ہوتی ہے اور گوشت میں بھی، مگر حیوانی پروٹین بڑھیا ہوتی ہے اور مُتوازی خُوراک میں اِسکا ہونا ضروری ہے۔ یہ پروٹین ہوتی ہے گوشت، مچھلی، انڈہ اور دُودھ میں۔ اِن میں سے دُودھ کی پروٹین زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ دُودھ میں دُوسرے اجزا بھی ٹھیک مِقدار میں ہوتے ہیں اور زُود ہضم بھی ہوتے ہیں۔ اِسی واسطے دُودھ کو مُتوازی اور مکمل خُوراک مانا جاتا ہے۔ اِسلئے سائنس کے نُقطۂ نظر سے اِنسان کی مکمل غِذا میں دُودھ کا ہونا لازمی ہے۔

گوشت دیر ہضم چیز ہے۔ گوشت، مچھلی، انڈہ اور مکھن میں ایک چیز کولیسٹرول (Cholestrol) کی بہتات ہوتی ہے۔ اگر وُہ ہضم نہ ہو تو خُون کی ناڑیوں میں بَیٹھ جاتی ہے اور خُون کا دباؤ بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ گوشت کھانے والوں کی عُمر لمبی ہونا مُشکل ہے۔ پھل، سبزیاں، دُودھ اور چھلکے دار چیزیں بادام، آٹا اور دالیں جِسم کو بیماری سے بچاتی اور عُمر کو بڑھاتی ہیں۔

دو باتیں اور بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اعلےٰ درجہ کی زندگی کی خاطر ادنیٰ درجہ کی زندگی کی قُربانی جائز ہے۔ کوئی وقت تھا، جب اِنسان کے لِئے اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے واسطے جانوروں کو مار کر کھانا ضروری تھا۔ آئس لینڈ کے باشندوں کے لئے شاید آج بھی اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے مچھلی کھانا ضروری ہو۔ مگر دِن بدن ترقی ہو رہی ہے اور اِس کا اثر زِندگی کے ہر حِصّے پر پڑ رہا ہے۔ آجکل تو گوشت کھانا بے وقُوفی کی نِشانی ہے۔ کُچھ عرصہ کے بعد دُودھ پینا بھی غلط سمجھا جائے گا۔

دُوسری بات ٹالسٹائے کا ایک فِقرہ ہے۔ وہ لِکھتا ہے کہ اِس بات کا فیصلہ کرنے کے لِئے کہ گوشت کھانا چاہیئے یا نہیں، ایک آدمی کو پہلے قصاب کی دُوکان کے پاس سے گذارو اور پھر اُس کو پھلوں کی دُوکان پر لے جاؤ۔ پھر اُسکو پُوچھو کہ تُمہارے دِل کے اندر کِس چیز کے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی ہے۔ اُسکی فطرت خود فیصلہ کر دیگی کہ اُسکی قُدرتی خُوراک کونسی ہے۔

سبزی خور یا گوشت خور

(مسیحی عقیدہ کے مطابق)

——— پادری جیمز ییسی

کیا اِنسان سبزی خور ہے یا گوشت خور؟ اِس سوال کا تعلّق صِرف اِنسان کی ذاتی زندگی سے ہی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے سارے سماج یا مذہب کے ساتھ بھی ہے۔ اِس لیئے اس سوال کا جواب؛ ہر آدمی کے لیئے، ہر وقت میں دینا ضروری رہا ہے اَور اِس کے کئی جوابات دِیئے بھی جا چُکے ہیں۔ اِن سب جوابات کی پُشت پر ہمیشہ اِنسان کے مذہبی اَور سماجی عقیدہ کا اثر دیکھا جا سکتا ہے۔ کئی تو یہ مانتے ہیں کہ تشدّد گُناہِ عظیم ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ کِسی بھی جان دار کو دُکھ دینا تشدد ہے۔ سو گوشت خور ہونا ظالم ہونے کے برابر ہے۔ مگر رُوح یا زندگی تو سبزیات اور پھلوں میں بھی ہے۔ سو اِس پہلو سے سبزی خور کو بھی ہم ظالم کہہ سکتے ہیں۔ مگر دُوسری طرف وہ لوگ بھی ہیں، جو یہ مانتے ہیں کہ خالِق نے دُنیا کی ہر چیز یعنی ہر جاندار کو اِنسان کے واسطے بنایا ہے۔ اِس لیئے اِنسان جو بھی چاہے اُن کے ساتھ کر سکتا ہے۔ مگر یہ سچ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ خُدا کی بنائی ہوئی ساری کائنات میں اِنسان کا رُتبہ سب سے اُونچا ہے مگر یہ سچ نہیں کہ وُہ کائنات کی ہر شے کو اپنی ذاتی خُوشی کے لیئے جیسے چاہے اِستعمال کر سکتا ہے۔

پھر ہمارے مُندرجہ بالا سوال کا صحیح جواب کیا ہے؟ اِس جواب کو جاننے میں مسیحی عقیدہ ہماری کافی مدد کرتا ہے۔ عیسائیوں کی مُتبرک کِتاب بائبل میں جگہ جگہ ہمیں اِس سوال کا جواب مختلف ڈھنگوں سے مِلتا ہے۔ مُتبرک بائبل کے مُطابق کائنات کی ہر چیز کو خُدا نے خُود بنایا ہے۔ (جینِیس ۱:۱۔ ۳۱) اِس کے مُطابق خُدا نے اِنسان کی بناوٹ اپنی شکل کے مُطابق بنائی۔ یعنی خُدا نے اِس کو بناتے وقت اپنے بہت سے رحمانی اَوصاف اِس میں بھر دیئے (جینِیس ۱: ۲۷)۔ یہ رحمانی اوصاف کائنات کی باقی مخلوق میں نہیں تھے۔ اِسی لیئے اِنسان کو کائنات کی سب مخلوق میں سے اُونچا مقام مِلا اور اِس کے ساتھ ہی

خُدا نے اِنسان کو اُسکی خُوراک کے بارے میں بھی حکم دِیا۔ "خُدا نے کہا دیکھو مَیں نے تمہیں ہر بیج والا ساگ سبزی دِیا جو ساری زمین پر ہے اور ہر درخت جسمیں اُس کے بیج والا پھل ہے، دے دِیا ہے یہ تمہارے واسطے خُوراک ہے۔" (جینیسس ۱: ۳۰) اِسی طرح خُدا نے زمین کے ہر جانور اَور آسمان کے پرندوں کو بھی ہر طرح کا ساگ پات کھانے کے واسطے دِیا۔ (جینیسس ۱: ۳۰) یُوں اِس طرح ہمیں اِنسان کی پیدائش کی اِبتدا کا پتہ لگتا ہے۔ اَور اِس کے ساتھ یہ بھی کہ اُس وقت وُہ مکمل سبزی خور تھا۔ یہ وُہ زمانہ تھا جب کہ وُہ آجکل کے ہر طرح کے جھُوٹ سے مُبرّا تھا۔ اُس وقت اُس کا خُدا کے ساتھ اور اپنے آپ کے ساتھ پُورا تال میل تھا۔ اُس زمانہ میں ہر طرف امن و چین تھا۔ اُس عہد کو ہم اِنسانیت کا سُنہری زمانہ یا ست جُگ بھی کہہ سکتے ہیں۔

مگر مُتبرک اِنجیل اِس سے آگے بتاتی ہے کہ اِنسان ہمیشہ کے لِئے اِس سُنہری زمانہ میں نہ رہ سکا۔ ایک وقت ایسا آیا جب وہ اپنے پیدا کرنیوالے کے خِلاف ہی اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اُس نے اُس قادرِ کریم کا حُکم ماننے سے اِنکار کر دِیا۔ اُس میں خُودی اَور غرُور کے باعِث (مَیں) نے گھر کر لیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ اُس سُنہری زمانے سے ہاتھ دھو بَیٹھا۔ اُس کا تعلُّق خُدا، ہمسائے، کائنات کی دُوسری پَیدائش، یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی مُنقطع ہو گیا۔ (جینیسس ۳: ۱-۲۴) پھر اِنسان اپنے اِس غلط راستے پر آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ اُس کے مُنہ کا ذائقہ بھی بدل گیا۔ اِس کے بعد، کائنات کی پیدائش کے کئی صدیوں بعد، اُس کو گوشت کھانے کی اِجازت مِلی۔ پر اُس کیساتھ خُدا نے اُسے لہُو کھانے سے منع کیا، جس میں جان تھی۔ سو خُدا نے اِنسان کو کہا: "ہر چلنے والا، جس میں جان ہے، تمہاری خُوراک کے واسطے ہوگا۔ جیسے مَیں نے تمہیں ساگ سبزی دِیا اب سب کُچھ دیتا ہُوں۔ پر تُم اِس کا گوشت بمعہ جان یعنی بمعہ خُون نہ کھاؤ۔" (جینیسس ۹: ۳-۴) اِس سے آگے خُدا نے اِنسان کے خُون بہانے کے مُتعلق کہا: "جو آدمی کا لہُو بہائے گا اُس کا لہُو آدمی سے بہایا جائے گا، کیونکہ اُس نے آدمی کو خُدا کی شکل پر بنایا تھا۔" (جینیسس ۹:۶)

اِس سے آگے مُتبرک اِنجیل میں گوشت خُوری کے بارے اِنسان کو کئی طرح کی ہدایات مِلتی ہیں۔ مُتبرک اِنجیل میں راجوں مہاراجوں اور امیر لوگوں کی خُوراک کے بارے بھی حوالہ جات مِلتے ہیں۔ سُلیمان بادشاہ کے محلوں میں بننے والی خُوراک میں گوشت کے اِستعمال بارے بھی ذِکر آتا ہے۔ مگر امیروں اَور

عیش پرست لوگوں کی اِس طرح کی خوراک کے متعلق 'آموس' نبی کہتا ہے :۔

" افسوس ہے اُن پر جو ہاتھی دانت کے پلنگوں پر لیٹتے ہیں، اور اپنے بچھونوں پر لمبی تان کے سوتے ہیں، اور بھیڑوں کے لیلے اور گئوؤں کے بچھڑے کھاتے ہیں " (آموس ۶ : ۴)

اِس کے بعد جب ہم یسوع مسیح تک پہنچتے ہیں تو وہ اپنے مشہور 'سرمن آف ماؤنٹ' میں اُپدیش دیتے ہیں۔ تم نے سُنا ہے کہ قدیم زمانہ میں ہمارے بزرگوں کو اِس طرح کہا گیا تھا: 'قتل نہ کرنا، جو کرے گا وہ عدالت میں مجرم ٹھہرایا جائے گا' پر میں تمہیں کہتا ہوں۔ جو اپنے بھائی پر غصّہ کرے گا، وہ عدالت میں مجرم ٹھہرایا جائے گا ......'

وہ آگے کہتے ہیں :۔ " تم یہ بھی سن چکے ہو کہ یہ بھی کہا گیا تھا۔ آنکھ کے عوض آنکھ اور دانت کے عوض دانت " پر میں تمہیں کہتا ہوں :

' جو کوئی تم سے بُرا برتاؤ کرتا ہے، اُس سے بدلہ نہ لو۔ اگر کوئی تمہاری دائیں گال پر طمانچہ مارے، تو دوسری بھی اُس کی طرف کر دو .....'

تم یہ بھی سن ہی چکے ہو کہ یہ بھی کہا گیا تھا!

' اپنے دوستوں کو پیار کرو اور اپنے دشمنوں سے وَیر ۔ مگر میں تمہیں کہتا ہوں، اپنے دشمنوں سے پیار کرو؛ اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو " (میتھیو ۵ : ۲۱-۲۲، ۳۸-۴۴)

یسوع مسیح کے یہ احکام دراصل رحم اور ترس کے اصولوں پر چلنے پر زور دیتے ہیں۔ جن پر وہ خود بھی چلے اور اُن کی صلیب پر موت ہی اِس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

خوراک کے متعلق یسوع مسیح کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔ وہ کہتے ہیں، " تم سب میری بات سُنو اور اِس کو سمجھو، کوئی چیز ایسی نہیں جو باہر سے آدمی کے اندر جا کر اُس کو پلید کرتی ہیں۔ آدمی کے اندر سے، دل میں سے بُرے خیالات نکلتے ہیں ؛ بدچلن ہونا، تشدد، زناکاری، لالچ، دشمنی، مکاری، گنوارپن، حسد، بُرائی یا چغلی، غرور اور بے وقوفی ۔ یہ سب بُرائیاں آدمی کے اندر سے نکلتی ہیں اور اُس کو پلید اور ناپاک کرتی ہیں "

خوراک کے متعلق عیسائی عقیدہ کا زیادہ صاف اور پُرزور الفاظ میں اظہار ہمیں سنت پولوس

کی تصنیفات میں ملتا ہے۔ سنت پولوس کے زمانہ میں بہت سے ایسے عیسائی بھی تھے، جو عیسائی بننے سے پہلے مختلف مذہبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے کچھ اپنے اپنے سابقہ مذاہب کے رسم و رواج کو مانتے تھے۔ بہت سے عیسائی قربانی میں دی ہوئی خوراک یا گوشت کھانے کے خلاف تھے۔ بے شک ایک سچے عیسائی کے لئے کھانے پینے کی یہ چیزیں کچھ اہمیت نہیں رکھتی تھیں، کیونکہ اس کے مطابق خدا صرف ایک ہی ہے اور بت و دیوی دیوتا وغیرہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ سو ان کے آگے چڑھائی ہوئی خوراک سے اس کے واسطے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن پھر بھی سنت پولوس دوسروں کی خاطر اس طرح کی خوراک کھانے کو منع کرتا ہے۔ یہی دوکان پر بکنے والے گوشت کے بارے کہا جا سکتا تھا اور اب کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب ہم 'جھٹکے کا' یا 'حلال کا' کہتے ہیں تو ایک طرح کا مذہبی تعلق اس کے ساتھ بھی ہے۔ سو سنت پولوس اس بارے میں لکھتا ہے! "اس لئے اگر میرے بھائی کو میرے خوراک کھانے سے چوٹ لگتی ہے، تو کبھی میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا، کہ میرا بھائی گناہ کے گڑھے میں نہ جا گرے۔" (کورنتھس ۱ ، ۸ : ۱۳) وہ اپنے ایک اور خط میں لکھتا ہے: "اس لئے ہمیں ہمیشہ ایسے کام کرتے رہنا چاہیئے، جن سے امن قائم ہو اور ایک دوسرے کا بھلا ہو۔ صرف خوراک کے واسطے ہی خدا کی مخلوق کو نہ مارو۔ سب طرح کی خوراک پاک ہے، مگر وہ چیز کھانا برا ہے، جو کسی کے لئے تکلیف کا باعث بنے۔ اچھا تو یہ ہے کہ گوشت یا شراب یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز جس سے کوئی دوسرا بھائی گناہ کے گڑھے میں گر سکتا ہے، استعمال نہ کرو۔"

(رومیہ ۱۴ : ۱۹ - ۲۱)

پاک انجیل کے سب احکام جو اوپر دیئے گئے ہیں، ان میں ہمیں اس آنے والے ست جگ یا سنہری زمانہ کی جھلک ملتی ہے، جسے آدمی ایک بار کھو چکا ہے۔ وہ جگ جس میں پھر اس کا تعلق خدا کے ساتھ، ہمسائے کے ساتھ، کائنات کی دوسری چیزوں کے ساتھ اور اپنے آپ کے ساتھ پہلے ہی کی طرح یعنی پُرامن ہو گا۔ اس کی ایک تصویر ہمیں یسعیاہ نبی کے ایک فرمان میں اس طرح ملتی ہے:-

"باگھ لیلے کے ساتھ رہے گا، اور چیتا میمنے کے ساتھ بیٹھے گا، بچھڑا، شیر کا بچہ اور پالتو جانور اکٹھے رہیں گے، اور ایک چھوٹا لڑکا ان کو لئے پھرے گا، گائے اور مادہ ریچھ اکٹھی چریں گی۔ اور ان کے بچے اکٹھے بیٹھیں گے۔ ببر شیر بیل کی طرح بھوسہ کھائے گا، دودھ پیتا بچہ سانپ کے بل پر کھیلے گا،

اور دُودھ چھُڑایا ہُوا بچہ اپنا ہاتھ، ناگ کے بِل پر رکھے گا۔
میرے سارے پاک پربت میں، وُہ نہ چوٹ پہنچائیں گے اَور نہ برباد کریں گے۔
کیونکہ زمین خُدا کے علم سے بھرپُور ہو گی،
جیسے سمندر پانی سے بھرا ہُوا ہے۔" (یسعیاہ ۱۱: ۶-۹)

گورُو ہرگوبند صاحب اَور بابا بندہ سنگھ بہادُر جی کے حُکم ناموں کی فوٹو تصاویر اَور اُن کا اُردو عکس

فوٹو اور عکس ڈاکٹر گنڈا سنگھ کی ایڈٹ کی گئی کتاب "حُکم نامے" میں سے بشُکریہ ایڈیٹر اور پبلشر لئے گئے ہیں جس کے لئے ہم پنجابی یُونیورسٹی، پٹیالہ کے شُکر گزار ہیں۔

ضمیمہ ۱

گورُو ہرگوبند صاحب کی طرف سے
سنگت پٹنے، عالم گنج، بیلنا اور مُنگیر
وغیرہ کے لئے

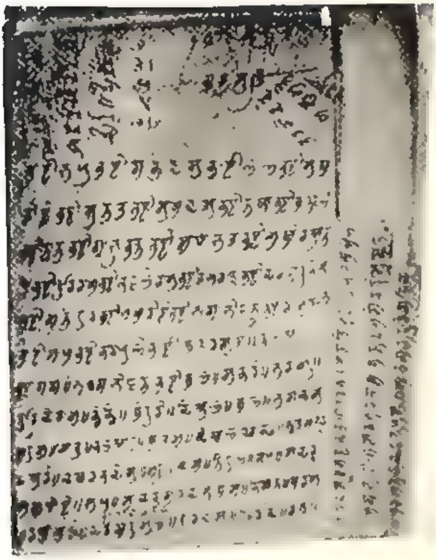

حُکمنامہ [1]

گورُو ہرگوبِند صاحب وّلّ سنگت پٹنے، عالم گنج، بِنیا اور مُنگیر آدِ جوگ

اِک او گورُ ستِ

لال داس دی دھی آئیگی ہیٔے — تاراچند دا

بہت مان رکھنا — خضمانہ

سیوا کرنی — کرنا

بھائی جاپُو بھائی گورُداس بھائی لال بھائی سِنگتئے بھائی اننتا
بھائی سام داس بھائی نتھّا بھائی بنوالی بھائی نا ناں بھائی گنجّ
بھان بھائی سیٹھ جیتا بھائی متھرے اننتے بھائی ہری رام بھائی
کیول رام بھائی رام رائے بھائی درگہہ کیس بھائی منوہرے بھائی
پکھر یئے بھائی جگ جیون بھائی رام رائے بھائی گوپی بھائی کرپالے
بھائی بنار سیئے۔ کلیا نے بھائی گنگے۔ جگ جیون بھائی بالے۔
ٹھکرے۔ جے رام۔ ہری دے رام۔ ڈیڈے۔ بہاری۔ دیالے۔
بل۔ جگ داس جھیسے۔ جیتو۔ کلیانے۔ اُتم۔ دیال چڈھا۔
اُتم ہر دُوارے۔ دوار کاداس۔ موہن داس۔ نہال۔ گوپی۔
سُندر سنگیئے۔ جاپُو۔ سُندر گورداس باشو۔ کِسن دھرما پرکھی مل۔
درگہہ مل۔ ہرداسُ۔ پھرندے۔ راؤ۔ گورُداس۔ سائیں دِتہ۔
سربت سنگت پٹنے کی تتھا عالم گنج دی۔ شیر پُور کی۔ بِلینے۔ مُنگیر کی
سنگت پر مانند کے وارڑے پاسے لِکھتے گورُو ہرگوبِند۔

---

[1] گورُو ہرگوبِند صاحب کی طرف سے سنگت پٹنہ، عالم گنج بِنیا اور مُنگیر کے لیئے۔ حُکم نامے کی فوٹو تصویر شری ہرمندر صاحب سے موصُول۔

(ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۳ سے آگے)

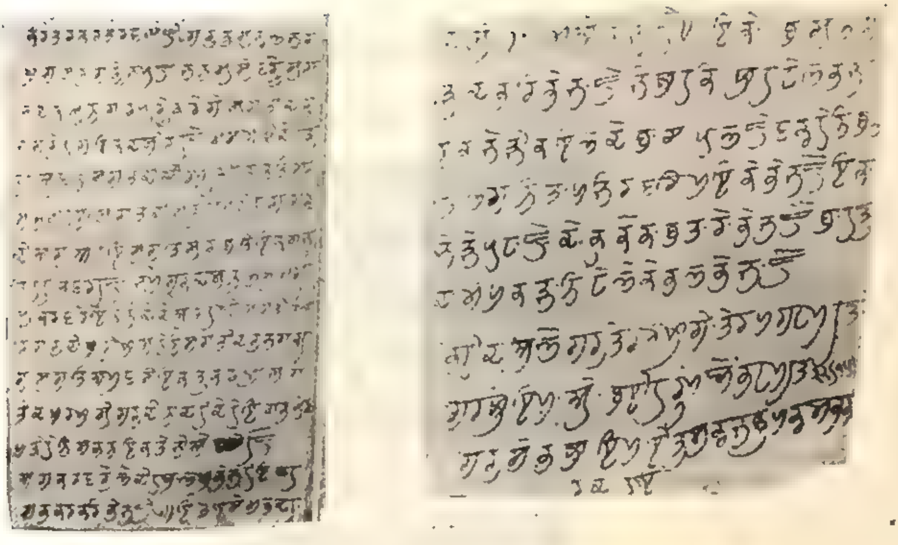

(حکمنامہ شری ہرمندر صاحب پٹنہ میں)[۱]

---

۱ ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی کے ایڈٹ کئے ہوئے حکمنامے صفحہ ۶۴

کرتار کرتار واچنی گورُو تہاڈی لاج رکھگو گورُو گورُو جپنا۔ جنم سنورُو سنگت دی کامنا گورُو پوُری کریں گے سنگت دا رُزگار ہوگُ اِک داسی رہنا۔

ماس مچھی[1] دے نیڑے نہی آونا سنگت دی چِٹھی پہنچی حقیقت سبھ معلوُم سنگت دی منسا پوُری ہوگُ گورُو دی آگیا ہوُئی سنگت سربت اِک مجت ہوئے تِویں رہنا جاپُو گورُ داس نال لاگ رہنا۔

(۲) کاروار اپناں لوُں دیندیاں رہنا۔ سنگت اُوپر گورُو دی کھری خُوشی ہوئے سنگت دا رُزگار ہوگا آپ وِچ اِکت کرنا سنگتی دی کھری خُوصی گورُو دینان دے ہوندے ہوئے سبھ میرے پُت ہَیں سبھناں اِکتے جیئے ہونا۔

آگے کاروارلے دے ہتھ لکھ بھیجی ہَے اوہ سب کار کر بھیجنی۔ اِلائچے مُل دہادس ۱۰ امنیتھ بھیجے۔ اِک باسلہ گاڑھے دا بھر بھیجنا جتھوں کتھوں لوُل بھیجے اِک جوڑی وڈے ہون بولن لگن تاں پنجرے وِچ پاء کے بھیجے اِک جوڑا پٹنے دے کُکو کبوتر بھیجے بہت دم پکڑن لوُل کے بھال بھیجے بھائی دیالے گورُو تیری رکھینگے تیرا پگٹ پہتا گورُو تھاہے پائیا بائی رُوپے بھیٹ پہتی ۲۲ (۱۵ اگورُو سبھ کھاہے بھائی تُسادا جیو پنڈ سبھ گورُودا ہوئے۔

ا۔ گوشت اور مچھلی کا اِستعمال نہیں کرنا

گورو ہرگوبند صاحب کا حکم نامہ[1]

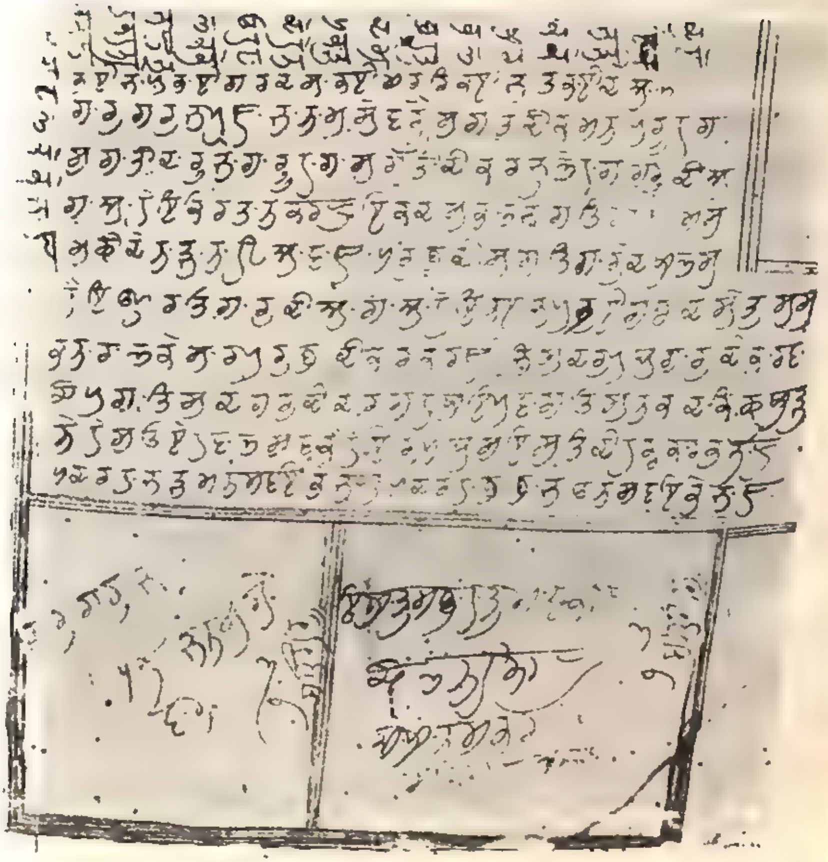

[1] ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی کے ایڈٹ کئے ہوئے حکمنامے صفحہ ۶۶

حُکمنامہ

گورُو ہرگوبِندَ صاحب دا حُکمنامہ

گورُو گورُو چِپَنا
جنم سنورُو
اِک او ست گورُو

بھائی جاپُو بھائی گورداسُ بھائی مُراری بھائی جَیتا بھائی دِئیالا گورُو گورُو چپنا جنم سَورے ۔ سنگت دی کامنا پوری ہوگُ سنگت دا رُزگار ہوگُو سنگت کی کارج لیے گو گورُو دی آگیا ہوئی کیرتن کرنا اِک داس بھلی جگّت رہنا۔ ماسُ[1] مچھی دے نیڑے نہیں آونا۔ پُورب دی سنگت گورُو دا خالصہ ہَے اُپر نت گورُو دی آگیا ہے بھائی جاپُو بھائی گورداسُ تُساں سبھناں رل کے گورُ پُرب دی کار کرنی جس دا رُوپیہ گورُو دی کا وِچ پو گورُتس دا گورُو دی درگہہ کتھائیو گورُتس نوں کدے کچھ تھُڑ نہ ہوسیُ اے حوال سب کی ہے رو پے سے ست دی ہُنڈی کر بھیجنی پندرہ جوڑے ہلنوں سوائے بھیجنا پندرہ بابا جیوُ نوں سوائے بھیجنا۔

دوہ جوڑے گھوگھرے بھال بہُت دم پکڑدے ہون اوہ لوڑ کے بھیجنے جہ کہاں تے بھیجنے چنگے لوڑ کے بھیجنے

---

[1] گوشت و مچھلی کے نزدیک نہیں جانا۔

بابا بندا سنگھ جی وّلوں سربّت خالصہ جوّن پور جوگ

تصویر حکمنامہ[۱]

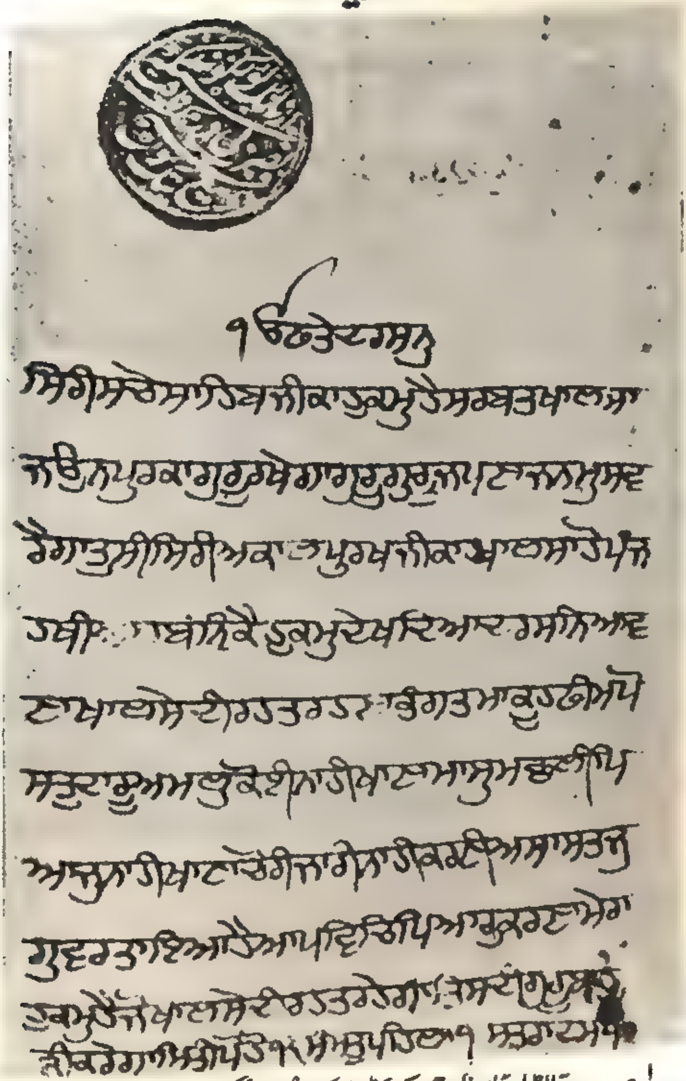
੧ ਫਤੇ ਦਰਸਨੁ
ਸ੍ਰੀ ਸਚੇ ਸਾਹਿਬ ਜੀ ਕਾ ਹੁਕਮੁ ਹੈ ਸਰਬਤ ਖਾਲਸਾ
ਜਉਨਪੁਰ ਕਾ ਗੁਰੂ ਰਖੇਗਾ ਗੁਰੂ ਗੁਰੂ ਜਪਣਾ ਜਨਮੁ ਸਵ
ਰੈਗਾ ਤੁਸੀ ਸ੍ਰੀ ਅਕਾਲ ਪੁਰਖ ਜੀ ਕਾ ਖਾਲਸਾ ਹੈ ਪੰਜ
ਹਥੀਆਰ ਬੰਨਿ ਕੈ ਹੁਕਮੁ ਦੇਖਦਿਆ ਦਰਸਨਿ ਆਵ
ਣਾ ਖਾਲਸੇ ਦੀ ਰਹਤ ਰਹਣਾ ਭੰਗ ਤਮਾਕੂ ਹਫੀਮ ਪੋ
ਸਤੁ ਦਾਰੂ ਅਮਲੁ ਕੋਈ ਨਾਹੀ ਖਾਣਾ ਮਾਸੁ ਮਛੀ ਪਿ
ਆਜੁ ਨਾਹੀ ਖਾਣਾ ਚੋਰੀ ਜਾਰੀ ਨਾਹੀ ਕਰਣੀ ਅਸਾ ਸਤਜੁ
ਗੁ ਵਰਤਾਇਆ ਹੈ ਆਪਸ ਵਿਚਿ ਪਿਆਰੁ ਕਰਣਾ ਜੋ
ਹੁਕਮੁ ਹੈ ਜੋ ਖਾਲਸੇ ਦੀ ਰਹਤ ਰਹੇਗਾ ਤਿਸ ਦੀ ਗੁਰੂ ਬਹੁੜੀ
ਗੁ ਕਰੇਗਾ ਮਿਤੀ ਪੋਹ ੧੨ ਸੰਮਤੁ ਪਹਿਲਾ ੧ ਸਤਰਾਂ ੧੨

ا۔ ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی کے ایڈٹ کیئے ہوئے حکمنامے ۔ صفحہ ۱۹۴

حُکمنامہ

بابا بندا سِنگھ جی وَلّوں سربتّ خالصہ جَونپُور جوگ

پوہ ۱۲، سمت ۱۰ (۱۷۶۷ بکرمی)

۱۲ دِسمبر، ۱۷۱۰ عیسوی

مُہر

دیغ و تیغ و فتح اُو نُصرت بے درنگ، یافت

از نانک، گورُو گوبند سِنگھ

اِک او فتح درسن،

سِری سچّے صاحب جی کا حُکم ہَے سربتّ خالصہ جَونپُور کا گورُو رکھے گا۔ گورُو گورُو جَپنا جنم سَورے گا۔ تُسی سِری اکال پُرکھ جی کا خالصہ ہو۔ پنج ہتھیار بنھّ کے حُکم دیکھ یاں درسن آونا۔ خالصے دی رہت رہنا۔ بھنگ تماکُو ہفیم پوست دارُو کوئی ناہی کھانا، ماس مچھلی پیاز ناہی کھانا، چوری یاری ناہی کرنی۔ اساں ست جُگ ورتائیا ہَے۔ آپ وِچ پیار کرنا میرا حُکم ہَے۔ جو خالصے دی رہت رہے گا تِسدی گورُو بہُڑی کرے گا۔ مِتی پوہ ۱۲ سمت پہلا سترہ دس ۱۰

ضمیمہ نمبر ۲

(۱) گورُو گرنتھ صاحب میں سے

اسنکھ گل وڈ ہتیا کماہہ

اسنکھ پاپی پاپ کر جاہہ (جپ جی۔ صفحہ ۴)

ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ

کبیر بھانگ۔ ماچھلی سُرا پانِ جو جو پرانی کھاہہ

تیرتھ برت نیم کئے تے سبھے رساتل جاہہ

(سلوک کبیر جی کے آدِ گرنتھ صفحہ ۱۳۷۷)

روجا دھرے مناوے اللہ سوادت[1] جیہ سنگھارے

آپا دیکھ اور نہی دیکھے کاہے کو جھکھ مارے

قاجی صاحب ایک تو ہہ مہہ تیرا سوچ بچار نہ دیکھے

خبر نہ کر ہہ دین کے بورے تاتے جنم الیکھے (آسا کبیر آدِ گرنتھ صفحہ ۴۸۳)

دُکھ نہ دیئی کسے جیہ پت سیئوں گھر جاء

(گوڑی محلہ ۵، آدِ گرنتھ۔ صفحہ ۳۲۲)

سر جیو کا ٹہہ نر جیو پو جہہ انت کال کو بھاری (آدِ گرنتھ۔ صفحہ ۳۳۲)

کبیر خوب کھانا کھیچری جامہہ امرت لونُ

ہیرا روٹی کارنے گلا کٹاوے کونُ (آدِ گرنتھ۔ صفحہ ۱۳۷۴)

---

[1] سواد کے لئے

گھاٹ پار[1] گھر مُوس برانو[2] پیٹ بھرے اپرادھی
جہی پرلوک جائے اپکیرت سوئی اپدیا سادھی[3]
ہنسا تو من سے نہیں چھُوٹی جیہ دئیا نہیں پالی
پر ماننِد سادھ سنگت مِل کتھا پُنیت نہ چالی
(صفحہ ۱۲۵۳)

(ب) بھائی گورُوداس کی بانی میں سے

رِسیج پچُوتی بکرّی مردی ہوئی کھِڑ کھڑ ہسّتی
رِسیج پچھُے وِسماد ہوئے رات اَوسرکت رہس رہتی
بنوُں کرنیدی بکرّی پُترا ساڈے کیچن کھسّتی
اکّ دھتُورا کھاندیاں کوہ کوہ کھلّ اُکھلّ وِنسّتی
ماس کھان گل وڈّھ کے حال تِناڑاکون ہووسّتی
گرب غریبی دیہہ کھیہہ کھاج اکھاج اکاج کرسّتی
جگ آئیا سبھ کوئی مرسی۔ (واراں بھائی گورُداس۔ ۲۴ : ۱۱)
کہے قصائی بکری لائے لُوں سیکھ اس پروآ
ہسّ ہسّ بولے کُہی داکھادھے اکّ حال ایہہ ہوآ
ماس کھان گل چھُری دے حال تِناڑاکون الوآ
جیھے ہُندا پھیڑیا کھوُدنداں مُنہ بھنّ وِگوآ
پرتن پردھن نِندکر ہوئیو جیھا بلیسئر بھوآ

---

[1] راستے میں لُوٹ کر یا ڈاکے مار کر
[2] دوُسروں کا گھر لُوٹ کر
[3] جو کام کرنے سے پرلوک میں خواری ہوتی ہو وہی بیوقوفانہ کام کیے۔

وِس آوے گُور سنت سیج نِگُورا من مُکھ سُنے نہ سوآ
ویکھ نہ چلّے اگے لٹوآ (واراں بھائی گورداس ۔ ۳۷ : ۲۱)

جے کر اُدھری پُوتنا وِہو پیالن کم نہ چنگا
گنکا اُدھری آکھیئے پرگھر جائے نہ لئیے پنگا
بالمیک لِستار یا مارے واٹ نہ ہوئے نِسنگا
بندھک اُدھرے آکھیئن پھاہی پائے نہ پھڑیئے ٹنگا
جے قصائی اُدھریاں جِیاں گھائے نہ کھائیے بھنگا
پار اُتارے بوہِتھا سوئنا لوہے نہیں اِک رنگا
اِت بھرواسے رہن کُڈھنگا (واراں بھائی گورداس ۔ وار ۳۱)

بھگتوں کی بانی میں سے

سنتو! راہ دوؤ ہم دِیٹھا
ہندُو تُرک ہٹا نہیں مانے سواد سبھن کو میٹھا
ہندُو برت اِکادس سادھے دُودھ سنگاڑھا سیتی
ان کو تیاگے من نہیں ہٹکے پارن کرے سں گوتی
روجا تُرک نماز گُزارے بِسمل بانگ پُکارے
اُن کی بھست کہاں تے ہوئی ہے سانجھے مُرغی مارے
ہندُو دیا مہر کو تُرکن دونو گھٹ سوں تیاگی
وے حلال وے جھٹکا ماریں آگ دونو گھر لاگی
ہندُو تُرک کی ایک راہ ہے ستگُور کہیں بتائی
کہیں کبیر سُنو ہے سنتو رام کہیو ہے خُدائی

(کبیر)

ضمیمہ نمبر ۳

مہاراج ساون سنگھ جی کے سُخن

مہاراج ساون سنگھ جی اپنے ایک ست سنگی کو چٹھی میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص نام بھگتی میں لگ جائے تو اُس کو من سے بہت زیادہ خبردار رہنا چاہیئے کیونکہ من کئی طرح سے آدمی کو گُمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شیطان کئی طرح کی شکلیں اختیار کر کے اچھے رسیدہ اَور کامل ابھیاسیوں کو بھی اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔ لوگوں کی گوشت اور انڈہ کے لیئے کمزوری کے بارے میں بیان کرتے ہُوئے آپ فرماتے ہیں! " عام مُتلاشئ حق کی تو بات ہی چھوڑو، کئی نام لیوا ست سنگی کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے گوشت اور شراب کی شرط سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہ من کی چالاکی ہے کہ وہ کبھی اپنے اُوپر الزام نہیں لیتا، ہمیشہ کسی دُوسرے کو مُجرم ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے۔ کئی لوگ تو گورُو پر الزام لگانے سے بھی نہیں جھجکتے اَور کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں باطن میں شراب اور گوشت خوری کی اجازت مل گئی ہے۔ مہاراج بابا جَیمل سنگھ جی نے فرمایا ہے۔ کہ ستگورُو کا فرمان ایک ہی ہوتا ہے اَور وُہ کبھی بدلتا نہیں۔ ایسے بہانے ڈھونڈنے والے لوگ اصل میں من کی مکاری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ستگورُو یا کامل مُرشد کبھی بھی گوشت و شراب سے پرہیز اَور نیک چلنی کی شرط میں چھُوٹ نہیں دیتے۔ کیونکہ کوئی بھی ماں کبھی اپنے بچّہ کو زہر نہیں دے سکتی۔ **گوشت انڈے اَور شراب زہر ہیں اَور اِن کے اِستعمال کی کِسی وقت اَور کِسی حال میں بھی اِجازت نہیں ہے۔**"

" اِس اصُول سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ آپ باطن میں رُوحانی منزلوں میں جا کر دیکھیں کہ گوشت، شراب اَور انڈہ وغیرہ اِستعمال کرنے والوں کو چاہے وہ ست سنگی ہوں یا غیر ست سنگی، کیا کیا تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں۔ **اِن چیزوں کو اِستعمال کرنے والے لوگ گورُو کے سِکھ نہیں، من اَور اِندریوں کے سِکھ ہیں۔** اُن کی رُوح اِندریوں کی لذّات اور عیش و عشرت ہی میں پھنسی ہُوئی ہے۔ اُن کی ستگورُو سے اندرُونی یا بیرُونی طور پر حاصل کردہ اجازت، جس کا وُہ دعویٰ کرتے ہیں، بالکل پاکھنڈ

اَور فریب ہے۔ باطن میں گورُو یا مُرشد سے عرض کر کے کسی بات کو جھٹ پٹ منوا لینا بڑا بھاری دھوکہ ہے۔ باطن میں باہری حُکم کے اُلٹ کوئی جواب حاصِل کر سکنا بالکُل نامُمکن ہے۔ ستگورُو کو اپنے باطن میں پرگٹ کر لینا بھی کوئی بچوّں کا کھیل نہیں ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ مُرشدِ کامل یا ستگورُو رحیم ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب کبھی نہیں ہو سکتا کہ من مانی کرنے والے اَور اُلٹی راہ چلنے والے سزا نہیں بُھگتیں گے۔ فُقراءِ کامِل یا سنت ستگورُو اپنے سیوکوں کو کال یا شیطان کے حوالے نہیں کرتے، مگر نام لیوا ست سنگیوں یا تبلیغ شُدہ طالبوں کو بھی اپنے بُرے کاموں کا پھل ضرُور بھوگنا پڑتا ہے۔ اِن بُرے کرموں کی وجہ سے اُن کو کئی طرح کی تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں۔ دُکھوں کی آگ کرموں کی مَیل کو جلا کر من کو صاف کرتی ہے اور صِرف پاک رُوح کی ہی باطنی یا اندرُونی آنکھ کُھلتی ہے۔ اور نیک رُوحوں کا ہی باطنی یا انتر کا پردہ کُھل سکتا ہے۔"

ضمیمہ نمبر۴

جین مذہب اور اہنسا (رحم یا ترس)

رحم جین مذہب کا سب سے بڑا اور ضروری اصول ہے۔ بہت سے جین مُنیوں نے اِس کے اصولی اور عملی پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ دانستہ یا انجانے میں کسی کے پران یا جان کو نقصان پہنچانے کو ' تشدّد' کہا گیا ہے۔ یہ تشدّد عیش پرستی اور بُری خواہشات کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یہ خواہشات اور تمنّائیں چار قِسم ہوتی ہیں: غرور یا تکبّر، دھن دولت، غصّہ اور لالچ۔ دِیگر خواہشات اِنکی علیحدہ علیحدہ قِسمیں ہوتی ہیں۔ تشدّد آمیز کاموں کی جڑ یہ خواہشات ہی ہیں۔

تشدّد یا ہِنسا دو قِسم کی ہے پہلی خیال یا وِچار کی ہِنسا یعنی تشدّد، جس کو باطنی تشدّد بھی کہا جا سکتا ہے۔ اور دُوسری فعل کی یا باہری ہِنسا یا تشدّد۔ ہر طرح کا تشدّد خیالی تشدّد سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ تشدّد سے بچنے کے واسطے اپنے خیال کو پاک و صاف رکھنا ضروری ہے۔ اِنسان تشدّد اور گُناہ اُسوقت کرتا ہے جب وہ تمنّاؤں اور خواہشات بھرے خیالات کا شکار ہوتا ہے۔ اندرُونی ناپاک حالت تشدّد ہی کی حالت ہے۔ یہ جانوروں کو مارنے کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ یہی بیرونی یا فعل کی ہِنسا یا تشدّد ہے۔ لوگوں میں خیالی تشدّد کی بُہتات اور زیادتی ہی اِنسان کی بے چینی کا سب سے بڑا باعث ہے۔

رحم زِندگی کا مُدعا ہے۔ یہ ذاتی اور سماجی زندگی کے چلن کا مکمل طریق ہے۔ جینی داناؤں نے تشدّد کی علیحدہ علیحدہ قِسموں کی تشریح بہت باریکی کے ساتھ کی ہے۔ اگر کِسی کو تشدّد کی سب اِقسام کا پُورا اور صحیح علم ہو گا تب ہی اہنسا یا رحم دلی کے اُصولوں پر پُوری طرح سے عمل کر سکنا مُمکن ہو گا۔ اس نُقطۂ نظر سے ہی جین مت کے گرنتھوں میں تشدّد کو ۱۰۸ اِقسام میں بانٹا گیا ہے۔ پہلی تقسیم سہ پہلُو ہے یعنی خُود تشدّد کیا جا سکتا ہے اور مُتفق ہو کر تشدّد کیا جا سکتا ہے، دُوسروں کے ذریعے کروایا جا سکتا ہے اور مُتفق ہو کر تشدّد کروایا جا سکتا ہے۔ خیال، سُخن یا فعل کے ذریعہ تشدّد کیا جا سکتا ہے۔

یہ نو قسم کا تشدّد آگے چل کر ستائیس قسم کا بن جاتا ہے۔ کیونکہ تشدّد کی تین حالتیں ہیں: تشدد بارے سوچنا، تشدد کے لیئے تیاری کرنا اور پھر سچ مچ تشدّد کرنا۔ آگے اِن ستائیس قسموں کی ۱۰۸ قسمیں بن جاتی ہیں کیونکہ چار طرح کی خواہشات میں سے ہر ایک اِن ستائیس اِقسام کے تشدّد کا باعِث بنتی ہے۔

جَین مذہب میں شراب اور نشلی چیزوں کی مُمانعت ہے۔ کیونکہ یہ تامسک اثر رکھتی ہیں اور اِنسان کی چیتن (مکمل باہوش) حالت کو کمزور کرتی ہیں۔ اِس سے لاپرواہی اور تشدّد پیدا ہوتے ہیں۔ جانوروں کی مُناسب دیکھ بھال کرنا ایک مذہبی فرض مانا جاتا ہے۔ جَین مذہب میں جانوروں کو باندھنا، دُکھ دینا، مارنا اور اُن پر زیادہ بوجھ لادنا گُناہِ عظیم گِنا جاتا ہے۔

ہرہنس سِنگھ، لال منی جوشی

(بھارتی دھرماں نال جان پچھان، صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۳)

ضمیمہ نمبر ۵

بُدھ مذہب اَور اہنسا دھرم

پاک زندگی کے بُنیادی اُصول

بُدھ مذہب میں گرہستیوں کے لیئے پاک زندگی کے پانچ بُنیادی اُصول قائم کیئے گئے ہیں، جن کو پنچ شیل اور سِکشا پد بھی کہا گیا ہے۔ انگریزی کے مشہور شاعر سر ایڈوِن آرنلڈ نے اپنی کتاب "لائٹ آف ایشیا" میں اِن کا خُلاصہ بڑے اچھّے ڈھنگ سے پیش کیا ہے۔

بیش قیمت ہے مذہب ہیروں اور جواہرات کے خزانے سے
شیریں ہے اِس کی مِٹھاس شہد سے بھی اَور
اِس کی خُوشیوں جیسی نہیں ہے خُوشی اَور کوئی۔
طرزِ زندگی کے لیئے سُن لو یہ پانچ اصُول :۔
کِسی کو مارو نہ، ترس کرو اَور
اُوپر کو سفر کر رہے کِسی جانور کے
قتل کے حِصّہ دار نہ بنو۔
فراخ دِلی سے دو اَور لو، پر کِسی سے لالچ، زور یا دھوکہ سے
اُس کی چیز نہ لو۔
جھُوٹی گواہی نہ دو، بُرائی نہ کرو اور جھُوٹ نہ بولو؛
اندرُونی پاکیزگی کی زبان سچ ہے
نشہ اَور شراب سے بچو کیونکہ یہ دماغ کو
گندہ کر دیتے ہیں، پاک دِلوں اَور صاف

اجسام کو سوم رس کی ضرورت نہیں۔
غیر عورت کے نزدیک نہ جاؤ اور نہ ہی
گوشت خوری کے گناہ اور پراگندہ
غلط کام کے حقدار بنو۔

"Hear the Five rules right :
Kill not-for pity's sake lest ye slay
The meanest thing upon its upward way;
Give freely and receive, but take from none
By greed, or force, or fraud, what is his own;
Bear not false witness, slander not, nor lie;
Truth is the speech of inward purity.
Shun drugs and drinks, which work the wit abuse.
Clear minds, clean bodies, need no Soma juice;
Touch not thy neighbour's wife, neither commit
Sins of the flesh unlawful and unfit."

(Sir Edwin Arnold—The Light of Asia)

بودھی گرنتھوں میں پاک زندگی کے اِن پانچ اصُولوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

مَیں پاک زندگی کے اصُولوں پر چلنے کا حلف
لیتا ہوں اور کسی جانور کو دُکھ نہ دینے کا اِقرار کرتا ہُوں۔
مَیں، جو میرا نہیں اِسے نہ لینے کا حلف لیتا ہُوں۔
مَیں نفس کی بُرائیوں سے بچنے کا حلف لیتا ہُوں۔
مَیں جھُوٹ سے بچنے کا حلف لیتا ہُوں۔
مَیں سُستی پیدا کرنے والی نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرنے کا حلف لیتا ہُوں۔

اِن میں سے پہلے اور سب سے بڑے اصُول کا تعلق 'رحم' سے ہے۔ زندگی کے ہر رُوپ کی قدر کرنا بُدھ مذہب کا پہلا اصُول ہے۔ دُوسرا اصُول چوری نہ کرنا سکھاتا ہے۔ تیسرا اصُول غیر قانُونی نفس پرستی کی مُمانعت کا سبق دیتا ہے۔ یہ بھکشُو مردوں اور عورتوں کیلئے برہمچریہ کا آدرش قائم کرتا ہے۔ چوتھا سبق جھُوٹ کی مُمانعت کرتا ہے اور سچ کا پھیلاؤ کرتا ہے۔ پانچواں اصُول شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرنا سکھاتا ہے۔ پنچ شیل کے اِن پانچ اصُولوں پر چلنا ہر بودھی کا فرض اور دھرم ہے۔

ہربنس سنگھ، لال منی جوشی۔ بھارتی دھرماں نال جان پچھان؛ صفحہ ۱۰۹ - ۱۱۰

ضمیمہ نمبر ۶

عیسائی مذہب اور گوشت کھانا

تم جانوروں کا قتل نہیں کرو گے۔ (سینٹ میتھیو، ۵: ۲۱)

جانوروں کو نہ مارو۔ (سینٹ لیوک، ۱۸: ۲۰)

جو تلوار اُٹھاتے ہیں، وہ خود بھی موت کے گھاٹ اُتارے جائیں گے۔

(سینٹ میتھیو، ۲۶: ۵۲)

میرے پیارے! میں تمہیں اجنبی سمجھتا ہوں۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ مسافروں کی طرح گوشت خوری سے پرہیز کرو، کیونکہ اِس سے رُوح کا قتل ہوتا ہے۔ (پیٹرس، ۲: ۱۱)

اَے میرے بیٹے، تُو سمجھدار اور دانا بن اور اپنے دل کو راستہ دکھا۔ تو شرابی لوگوں اور لالچی گوشت خوروں میں شامل نہ ہو، کیونکہ شرابی اور کبابی کنگال ہو جائیں گے۔ (پراورس، ۲۳، ۱۹، ۲۰، ۲۱)

بچے تیری پرورش کے لئے ہیں اور بکریاں تیری چراگاہوں کی قیمت ہیں اور بکریوں کا دُودھ تیرے، تیرے خاندان کے لئے خوراک اور تیری خادماؤں کے گزارہ کے لئے کافی ہے۔ (وہی، ۲۷، ۲۶: ۲۷)

اَے صدوم کے حاکمو! خداوند کا کلام سنو۔ اَے عمورہ کے لوگو! ہمارے خدا کی شریعت کان دے کر سنو۔ خداوند فرماتا ہے "میں مینڈھوں کی قربانیوں اور موٹے بچھڑوں کی چربی سے بیزار ہوں اور بھیڑوں، بچھڑوں اور بکریوں کے خون میں میری خوشی نہیں۔ جب تم میرے حضور آکر میرا دیدار کرنا چاہتے ہو تو تم سے کون چاہتا ہے کہ تم میرے ہی رہنے کی جگہوں کو روند ڈالو۔ آئندہ کیلئے جھوٹے نذرانے نہ لانا...... جب تم ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں آنکھیں پھیر لونگا۔ جب تم دعا کرو گے تو میں نہیں سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ تو خون آلودہ ہیں۔ اپنے آپ کو دھوؤ، اپنے آپکو پاک کرو۔ اپنے بُرے کاموں کو میری آنکھوں سے دُور کرو، بُرے کاموں سے باز آؤ، نیکی سیکھو، انصاف کے طالب ہو۔ مظلوموں کی مدد کرو...... اگر تم راضی اور لائق ہو تو زمین کے اچھے اچھے پھل کھاؤ گے۔ اگر تم دھرم سے باغی سے ہو تو تلوار کا لقمہ بن جاؤ گے کیونکہ خداوند نے یہ اپنے منہ سے فرمایا ہے"۔ (یسعیاہ ۱: ۱: ۱۰ سے ۲۰)

ضمیمہ نمبر ۷

دی ایسینی گاسپل آف پیس

(نئی ٹیسٹا مینٹ کے آرمیک زبان سے ہوئے ترجمہ میں سے حضرت عیسےٰ کے خیالات)

حضرت عیسےٰ نے حکم فرمایا، تمہارے لئے مارنا منع ہے کیونکہ ہر ایک (جاندار) کو خدا نے جان بخشی ہے اور جو خدا نے دِیا ہے اِنسان کو نہیں چھیننا چاہیئے۔ میں تم کو سچ بتاتا ہوں کہ زمین پر رہنے والے سب جاندار ایک ہی ماں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اِس لئے جو مارتا ہے وہ اپنے بھائی کو مارتا ہے۔ دھرتی ماں اُس سے ناراض ہو جائے گی اور اُس کو زندگی بخشنے والا اپنا دُودھ نہیں پِلائے گی۔ فرشتے اُس سے نفرت کرینگے اور شیطان اُس کے بدن کو اپنا گھر بنائے گا۔ مارے ہوئے جانوروں کا گوشت اُس کے بدن میں اُسکی ہی قبر بن جائے گا، کیونکہ میں تم کو سچ بتاتا ہوں کہ جو کوئی بھی مارتا ہے، وہ خود کو مارتا ہے اور جو کوئی بھی مارے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاتا ہے، موت کو بُلاتا ہے۔ اُس کے خون میں اُن (مارے اور کھائے ہوئے جانوروں) کے خون کا ہر قطرہ زہر بن جاتا ہے۔ اُس کے سانس میں سے اُن (مارے اور ہوئے جانوروں) کے سانس کی بدبُو آنے لگ جاتی ہے۔ اُن کی موت اِس کی موت بن جائے گی کیونکہ شیطان (کال) پائی پائی کا حساب مانگتا ہے۔ وہ آنکھ کے عِوض آنکھ، دانت کے عِوض دانت، ہاتھ کے عِوض ہاتھ، پاؤں کے عِوض پاؤں، جلانے کے عِوض جلنا، زخم کے عِوض زخم، زِندگی کے عِوض زندگی، اور موت کے عِوض موت دیتا ہے۔ گُناہ کا پھل موت ہے۔ اِس لِئے نہ کِسی کو قتل کرو اور نہ ہی معصوموں کا گوشت کھاؤ نہیں تو تم بِالضرور شیطان کی خوراک بن جاؤ گے، کیونکہ یہ دُکھوں کا راستہ ہے اور یہ راستہ موت کی طرف جاتا ہے۔

خُدا کا حُکم مانو تاکہ زندگی کی راہ میں فرشتے تمہاری خِدمت کریں۔ اِس لئے خُدا کا سُخن مانو۔ 'دیکھو زمین کے سب پھل دار درخت، جڑی بُوٹیاں اور جانوروں کا دُودھ تمہاری خوراک ہے۔ ہر جانور کے لِئے ہری بنسپتی کی خوراک ہے۔ پر تمہیں گوشت اور گوشت بنانے والے خون کی ممانعت

ہَے ۔ مَیں سب مارے ہُوئے جانور اَور اِنسان واپس مانگوں گا۔ جو لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں اُن کی کئی پُشتوں کو اِس کی سزا بُھگتنی پڑتی ہَے ۔ جو مجھے پیار کرتے ہَیں اَور میرا حکم مانتے ہیں اُنکی سینکڑوں پُشتوں پر رحم، ہوتا ہَے ۔ اِسلئے اپنے خُدا کو دِل و جان سے پیار کرو ۔ یہی میرا سب سے بڑا حکم ہَے ۔ دُوسرا حُکم یہ ہے کہ اپنے ہمسایہ کو اُسی طرح پیار کرو جس طرح تُم اپنے آپ سے پیار کرتے ہو۔ اِن دو احکام سے بڑا اَور ضرُوری میرا اَور کوئی حُکم نہیں ۔"

" یہ سُخن سُن کر سب چُپ ہو گئے، مگر اُن میں سے ایک نے دریافت کِیا، " حضُور، اگر کوئی جنگلی جانوَر میرے بھائی کو پھاڑ کھائے تو مَیں اپنے اماں زاد بھائی کو مرنے دُوں یا جانور کو مار دُوں ؟ کیا اُس جانوَر کو مار کر مَیں حُکم عدُولی تو نہیں کر رہا ہُوں گا ؟

" عیسےٰ مسیح نے جواب دِیا، اِبتدا سے حُکم ہَے کہ خُشکی اَور پانی کے سب جاندار اِنسان کے تابع کِئے گئے ہَیں ۔ سب جانوروں میں سے خُدا نے صِرف اِنسان کو ہی اپنی شکل پر بنایا ہے ۔ اِنسان جانوروں کے لِئے نہیں ہَے ۔ پس اگر تُو اپنے بھائی کی زندگی بچانے کے لِئے جنگلی جانور کو مار دے تو یہ حُکم عدُولی نہیں، کیونکہ مَیں سچ کہتا ہُوں کہ اِنسان حیَوان سے بالا ہَے ۔ پر اگر کوئی بلا وجہ حیَوان کو کو مارتا ہَے، جبکہ حیوان نے اُس پر حملہ نہ کِیا ہو، اگر وُہ شکار یا وَیسے ہی مارنے کے شوق سے، یا جانور کا گوشت کھانے کے لِئے، اُس کی کھال یعنی چمڑا یا دانت حاصِل کرنے کے لِئے مارتا ہَے تو وُہ گناہ کرتا ہَے، کیونکہ وُہ خُود حیوان بن جاتا ہَے اِس لئے اُس کا انجام بھی حیَوان کی مَوت کی طرح ہوگا۔[1]"

---

[1] اَیسینی گاسپل آف پِیس ۔ صفحہ ۴۴ ۔ ۴۶

ضمیمہ نمبر ۸

لنکاوتار سُوتر کے آٹھویں کانڈ میں سے

.......سِلسِلۂ تناسُخ کے اس لمبے چکّر میں کوئی ایسا جاندار نہیں، جو زندہ وجُود کی کسی نہ کسی شکل میں تُمہارا رشتہ دار نہ رہا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اِن میں سے ہی کوئی کبھی تُمہارا باپ، ماں، لڑکی، لڑکا، بہن، بھائی یا کوئی اَور رشتہ دار بھی رہا ہو۔ پرندے، گھریلو جانور یا دیگر جاندار بھی کِسی وقت ہمارے رشتہ دار رہے ہوں گے۔

.......اِس لِئے جہاں کہیں زندہ جانوروں کا نشوونُما ہے وہاں لوگوں کو ہر جانور کے ساتھ ناطہ ہونے کا بھی احساس ہونا چاہیئے۔ اِس طرح ہمیں ہر جانور کے ساتھ اپنے بچّہ کی طرح پیار کرنا چاہیئے۔ بھلا کوئی اپنے ہی بچّوں کو کِس طرح کھا سکتا ہے؟ اچھے بودھی کو تو کِسی مُصیبت میں بھی گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

.......پاکیزگی اَور صفائی کو مدِّ نظر رکھتے ہُوئے بھی ہمیں گوشت کھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے جو خُون اَور وِیرج سے بنتا ہے۔ جب کُتّے یا دیگر جانور کِسی شِکاری کو دُور ہی سے دیکھ لیتے ہیں تو وُہ کانپ اُٹھتے ہیں۔ وُہ بھانپ جاتے ہیں کہ جلّاد اُن کے لِئے مَوت کا پروانہ لِئے پھرتے ہیں۔ گوشت کھانے والوں کے مُنہ سے آنے والی بدبُو کو جانور فوراً سُونگھ لیتے ہیں اَور اپنی جان بچانے کے لِئے دوڑنے لگتے ہیں۔

.......داناؤں کے لِئے وُہی خُوراک مُناسب ہے، جو رِشی مُنی کھاتے رہیں۔ ایسی خُوراک میں گوشت اَور خُون کا جُز نہیں ہوتا۔

.......لاش گلنے پر بہت بُری بدبُو پھیلتی ہے۔ اِس لئے جب مُردہ یا مرے ہُوئے جانور کا گوشت بھُونا جاتا ہے تو اُس میں سے بھی وَیسی ہی بدبُو نکلتی ہے۔

.......گوشت کھانے والا آدمی آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔ جب وُہ سو کر اُٹھتا ہے تو وُہ بڑی کمزوری یا ڈھیلا پن محسُوس کرتا ہے۔ اُس کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ ڈر کے مارے اُس کے ہوش خطا ہو جاتے ہیں۔ وُہ اپنے آپ کو اکیلا سا محسُوس کرتا ہے۔ اُس کی رُوح شیطان کے بس میں ہوتی ہے۔

.......گوشت کھانے والے کو یہ معلُوم نہیں ہوتا کہ مُناسب ذائقہ، زُود ہضم اور مقوّی خوراک کیا چیز ہوتی ہے۔ اُس کے بدن میں ایسے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جو کوڑھ کا باعث بن سکتے ہیں۔ میں اپنے پیروکاروں کو خُون اور گوشت کھانے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہُوں کیونکہ یہ تو اپنا بچہّ کھانے کے برابر ہے۔

.......مُستقبل میں، دُنیا میں ایسے لوگ آئیں گے جو اخلاق اور انسانیت کے نئے نئے قوانین اور قاعدے بنانے کی کوشش کریں گے۔ وُہ جانوروں کی طرح صِرف گوشت کے ذائقہ کی خاطر اپنی عادات آدم خوروں جیسی نہیں بنائیں گے۔

اِندر سبھی دیوتاؤں کا سردار ہے۔ اُس کو بھی کسی پچھلے جنم میں گوشت کھا لینے کی وجہ سے باز بننا پڑا۔ جب وِشوکرما نے کبُوتر کی شکل اِختیار کی تو اندر نے باز کی شکل میں اُس کا پیچھا کیا۔

.......اِندر کو دیوتا ہونے کے باوجُود یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

گوشت کھانے والے لوگوں کو کئی بار گوشت کھانے والے جانوروں، شیر، چیتا، بھیڑیا، لُومڑ، اُلّو اور لکڑ بگڑ کے پیٹ میں جانا پڑتا ہے اور اُن جانوروں کی شکل اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ایسے لوگ جلاّد بنتے ہیں۔

.......نجات پانا تو کیا، ایسے لوگ دوبارہ اِنسانی وجُود میں بھی نہیں آسکتے۔

.......عام لوگ گوشت خوری کے اِن گُناہوں سے واقف ہی نہیں مگر بودھی پیروکاروں کو تو اِس سے پرہیز کرنا چاہیئے، کیوں کہ رحم کرنا اُن کا پہلا اُصول ہے۔

.......کئی دفعہ جانوروں کو صِرف اپنی شُہرت یا عزت بڑھانے کی خاطر ہی قتل کیا جاتا ہے۔ اِس کا دُوسرا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

.......یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ اگر بودھی پیروکار جانور کو خُود نہ مارے، خُود نہ خریدے

اور گوشت خاص طور پر اُس کے واسطے تیار نہ کیا جائے تو اُسے گوشت کھا لینا جائز ہے۔ میں تمہیں بتادوں کہ مُستقبل میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا کوئی گھر یا گھاٹ نہ ہوگا۔ وہ فقیروں کا بھیس بنا کر پھرا کریں گے مگر وُہ نا سمجھ ہوں گے۔ وہ لوگ قانونی بندھنوں میں رہنا پسند نہیں کریں گے۔ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیئے وُہ لوگ بدھ مذہب کے اُصولوں کو توڑ مروڑ کر پیش کریں گے تاکہ وُہ کسی نہ کسی طرح گوشت کھانے کی عادت کو جائز قرار دے سکیں۔

------ سُوتروں میں کہیں بھی گوشت کو جائز خُوراک نہیں بتایا گیا۔ بدھ مذہب کے پیروکاروں کے لیئے اِسے مُناسب خُوراک بھی نہیں کہا گیا ہے۔

ضمیمہ نمبر ۹

تِرُوولر کے سُخن

۱۔ اُس آدمی کے اندر رحم کا احساس کِس طرح ہو سکتا ہے جو اپنا گوشت بڑھانے کے لیئے دُوسرے جانوروں کا گوشت کھاتا ہے؟

۲۔ جو ملنگ ہوتے ہیں اُن کی جائیداد نہیں ہوتی۔ اِسی طرح گوشت کھانے والے رحم کے احساس سے خالی ہوتے ہیں۔

۳۔ جِس طرح ہتھیار بند آدمی کے دماغ میں قتل کی دُھن سمائی ہوتی ہے، اُسی طرح دُوسروں کو ذبح کر کے عیش و عشرت کرنے والے آدمی کے اندر نیکی کا ہونا نامُمکن دکھائی دیتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی مجھ سے پُوچھے کہ نیکی کیا چیز ہے تو مَیں کہُوں گا کہ زندگی کی حفاظت کرنا نیکی ہے۔

۵۔ گوشت نہ کھانے سے زِندگی چلتی رہتی ہے۔ گوشت کھانے والے کے لیئے دوزخ کے دروازے کھُلے ہُوئے ہیں۔

۶۔ اگر تُم یہ بات سمجھا دو، کہ دُنیا میں زِندگی کو صرف کھانے کے واسطے ہی ختم نہیں کر دینا چاہیئے تو شاید کوئی بھی صِرف دولت کمانے کی خاطِر گوشت نہیں بیچے گا۔

۷۔ دانا لوگ گوشت کو بدن کا گندہ کوڑھ سمجھتے ہیں اِس لیئے گوشت سے پرہیز کرو۔

۸۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو دماغی گندگی سے پاک کر لیا ہے، وہ پھر کبھی بھی جانوروں کا گوشت کھا کر اِس کو ناپاک نہیں کریں گے۔

۹۔ ہوَن کی آگ میں منوں گھی ڈالنے کی نِسبت کسی جانور کو نہ مارنے اور نہ کھانے کے حلف پر قائم رہنا زیادہ مُتبرّک کام ہے۔

۱۰۔ جِس آدمی نے نہ تو جانور مارے ہیں اور نہ ہی اُن کا گوشت کھایا ہے، اُس کے لیئے سب جاندار خُدا کی حضُوری میں ہاتھ جوڑ کر دُعا کریں گے۔

ضمیمہ نمبر ۱

مشہور صُوفیوں کے سُخن

عمُوماً سبھی صُوفی سنتوں نے نیک زندگی، رحم، اِنکساری اَور سادہ خُوراک پر زور دیا ہے۔ وہ گوشت خوری سے پرہیز کرتے تھے اَور کئی صُوفی سنتوں کی خُوراک خُشک روٹی ہی ہوتی تھی۔ مشہُور صُوفی سنت رابعہ بصری شاک آہاری تھیں۔ جب کبھی وہ یکسُوئیت کے لِئے جنگل میں جاکر عبادت میں بیٹھتیں تو اُن کے اِردگرد جنگلی چرند و پرند آکر بے کھٹکے پھرتے رہتے۔ ایکبار جبکہ وُہ عبادت میں مشغول تھیں تو خواجہ حسن بصری کا اُدھر سے گذر ہُوا۔ اُنہیں دیکھ کر چرند و پرند بھاگ گئے۔ خواجہ حسن نے رابعہ سے پُوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے اِردگرد چرند و پرند بے کھٹکے بیٹھے رہے اور مجھے دیکھتے ہی بھاگ گئے؟ رابعہ بصری نے جواب دِیا کہ تُم اُن کا گوشت کھاتے ہو اِس لئے وُہ تمہیں دیکھ کر بھاگ گئے۔ میری اُن سے کوئی دُشمنی نہیں کیونکہ میَں خُدا کی سب مخلُوق کو پیار اَور عزّت کی نِگاہ سے دیکھتی ہُوں۔

صُوفی سنتوں کے اِسی سِلسلے میں ہندوستان میں بھی بہُت سے مہاتما ہُوئے ہیں۔ شیخ اسمٰعیل خواجہ مُعین الدین چشتی، حضرت نظام الدین اولیاء، بُوعلی قلندر، شاہ عنایت، شاہ عبد الکریم وغیرہ۔ صُوفی سنتوں کا راستہ نیک زندگی، ضبطِ نفس، سادہ خُوراک اَور سب کے لِئے پریم کا راستہ تھا۔ ایک صُوفی سنت کا قول ہے:-

تا بیابی در بہشتِ عدن جا ٭ شفقتے بنمائے با خلقِ خُدا

کہ اگر تُو ہمیشہ کے لِئے بہشت میں رہنا چاہتا ہے تو خُدا کی خلقت سے رحم اور ہمدردی کا برتاؤ کر۔

ال غزالی۔ روٹی کے ٹُکڑے کے علاوہ ہم جو کچھ بھی کھاتے ہیں، وہ صِرف ہماری خواہشات پُوری کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ اپنی روٹی بھی خُدا کی دُعا اور عبادت کے بعد کھاؤ۔

------ صِرف ایک دال یا ایک سبزی کھاؤ۔ طرح طرح کے پکوان کی خواہش چھوڑ دو۔

------ کئی بے وقوف لوگ طرح طرح کے پکوان کھانے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ سب چیزیں خُدا ہی کی تو بھیجی ہُوئی ہیں، ہم تو خُدا کے مہمان ہیں۔ وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اِس طرح وُہ اپنی رُوح کو قتل کر رہے ہیں۔ وُہ خُدا کے نہیں شیطان کے مہمان ہوتے ہیں۔

------ درمیانہ راستہ یہ ہے کہ تُم ایک وقت پھیکا پکوان کھاؤ۔ دُوسرے وقت عام روٹی اور تیسرے وقت صِرف خُشک روٹی۔

میر داد۔

خُدا کے متلاشیوں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ جِس جانور کا تُم نے گوشت کاٹ کر کھایا ہے، تمہیں خود ہی اپنے گوشت سے اِس کا عوضانہ دینا پڑے گا۔ اِسی طرح اگر تُم نے کِسی جانور کی ہڈی توڑی ہے، تو تمہاری ہڈی توڑ کر اُس کا عوضانہ دیا جائے گا۔ اگر تُم نے کِسی کے خون کا ایک قطرہ بھی گرایا ہے، تو تمہیں اپنا خون دے کر اُس کا بدلہ چُکانا پڑے گا، کیونکہ یہ زندگی کا اٹل قانون ہے۔

سرمد

ربّی عِشق کے نشہ میں چُور فقیر سرمد۔ گوشت اَور انڈہ کھانے کے خِلاف کہتے ہیں۔

"زِندگی کا نُور (رُوح) دھاتوں میں نیند لے رہا ہے، بناسپتی میں وُہ خوابیدہ حالت میں ہے، جانوروں میں جاگ پڑتا ہے اَور اِنسان کے اندر مکمل طور پر چیتن یعنی باہوش ہو جاتا ہے۔"

ضمیمہ نمبر۱۱

کچھ مہاتماؤں کا مت

ایسینیز یہودی مذہب کی بیرونی شرع سے تنگ آچکے لوگوں کا ایک فرقہ تھا۔ اُنہوں نے اپنے رسم و رواج اور اصولوں کا جو قانون تیار کیا اُس میں وہ صفائی اور پاکیزگی پر بہت زور دیتے ہیں۔۔۔ وہ اپنی سادہ اور ویشنو خوراک خود ہی بناتے تھے۔ اُن کی زندگی میں خاموشی اور عبادت پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ وہ اپنا اصل ابراہیم، موسےٰ اور دیگر پیغمبروں کے ساتھ جوڑتے تھے۔ اُن کے زمانے میں اُس وقت کی عبادت گاہوں میں جانوروں کی قربانی دینے کا عام رواج تھا۔ مگر اُنہوں نے اِس رواج کے خلاف بغاوت کی۔ کہا جاتا ہے کہ عیسےٰ مسیح کے مُرشد جان دی بیپٹسٹ، اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور گوشت کھانے کے سخت خلاف تھے۔ ایسینیز فرقہ کے متعلق زیک اپنی کتاب دی ایسینی گاسپل آف پیس صفحہ ۴۴ تا ۴۶ پر لکھتے ہیں:۔

پُرانی انجیل میں گوشت نہ کھانے کے حکم ملتے ہیں، ابتدائی زمانے کے کئی مصنّفوں نے گوشت خوری کے سماجی اور روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ابتدائی وقت کے کئی عیسائی پادریوں نے اِس وجہ سے گوشت کھانے کی مخالفت کی کیوں کہ عیسائی مت ہر جاندار پر رحم کرنے کی تعلیم دیتا تھا۔

سینٹ میتھیو گوشت نہیں کھاتے تھے اور اناج و پھلوں پر گزارہ کرتے تھے۔

سینٹ بینی ڈکٹ، جنہوں نے بینی ڈکٹ گروہ کی بُنیاد ڈالی ہے گوشت کھانے کی مُمانعت کرتے تھے۔ اس گروہ کے لوگوں کی طرح ہی سسٹر شن گروہ کے لوگ بھی آج تک گوشت سے پرہیز کرتے چلے آرہے ہیں۔

ویلز کے سینٹ ڈیوڈ بھی گوشت کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

میتھوڈِسٹ لہر کے بانی ویزلے

اٹھارہویں صدی میں ویزلے اور اُس کے بھائی چارلس نے جارج وہائیٹ فیلڈ اور جارج ہاورڈ کے ساتھ مِل کر میتھوڈِسٹ لہر کی بُنیاد رکھی۔ جارج ویزلے اور میتھوڈِسٹ لہر کے پیرو کار باطنی مذہب اور پاک رُوح یا کلام کی تعلیم پر زیادہ زور دیتے تھے۔

ویزلے قابلِ تعریف جسمانی طاقت اور ہمّت والا ویشنو تھا۔ وہ ہر سال پانچ ہزار میل سفر کرتا تھا۔ وہ ہفتہ میں پندرہ جگہوں پر وعظ کرتا تھا۔ ویزلے نے اپنی زندگی میں چالیس ہزار میل پیدل سفر کیا۔ ۱۷۸۹ء میں میتھوڈِسٹ لہر کے پیروکاروں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی مگر اگلے پچیس سالوں میں یہ تعداد سہ گُنا ہو گئی۔ میتھوڈِسٹ فِرقہ (عیسائی مذہب) کے سب پیرو کار گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔

سیونتھ ڈے ایڈوینٹِسٹ (عیسائی مذہب کا ایک فرقہ)

سیونتھ ڈے ایڈوینٹِسٹ فِرقہ کے ماننے والوں کی تعداد بیس لاکھ کے قریب ہے۔ ویشنو بھوجن یا گوشت نہ کھانا اِس فِرقہ کا ایک بُنیادی اُصول ہے۔ اِس فِرقہ کے بانی 'ایلن وہائیٹ' کا عقیدہ تھا کہ ہمارا جِسم زندہ 'خُدا کی درگاہ' ہے۔ خُدا کے رہنے کی جگہ ہے۔ اِس لئے اِس کا غلط اِستعمال خُدا کے حُکم کی خِلاف ورزی ہے۔ اِس لئے اُس نے تمباکو، شراب اور گوشت کی مُمانعت کی۔

ضمیمہ نمبر ۱۲

کچُھ بڑے داناؤں کے سُخن

پائیتھا گورس ۔

کچُھ لوگوں کا خیال ہے کہ پائیتھا گورس مغرب میں ویشنُو خوراک کا پرچار کرنے والوں کا سربراہ تھا اُس کے مُتعلق یہ کہانی عام فہم ہے کہ ایکدفعہ اُس نے ایک کُتے کی چیخیں سُنیں ۔ اُس نے کُتے کو مارنے والے سے کہا کہ اِسے نہ مارو کیوں کہ اِس کی چیخوں میں مجھے ایک دوست کے رونے کی آواز سُنائی دیتی ہے ۔

پائیتھا گورس ایسا شخص تھا جس نے ہمیں اپنے دستر خوانوں میں جانوروں کا گوشت بانٹنے سے منع کیا ۔ اُس نے زوردار الفاظ میں کہا :۔

" میرے بھائیو !! اپنے جسم کو گناہ آلُود خُوراک سے ناپاک یا پلید نہ کرو ۔ ہمارے پاس اناج ہے ، سیبوں اور انگوروں سے لدی ٹہنیاں اور بیلیں ہیں ۔ میٹھی خوشبُو والے پھل اور سبزیات ہیں جو آگ پر پکائی جاسکتی ہیں ۔ دوُدھ اور خوشبُودار شہد کی بھی مُمانعت نہیں ۔ زمین ایسے پاک اور رُوح افزا کھانوں سے بھرپُور ہے اور ایسی دعوتوں کا سامان پیش کرتی ہے جن کو حاصل کرنے کے لئے کسی کو قتل کرنے یا کسی کا خُون بہانے کی ضُرورت نہیں ۔ صِرف حیوان ہی گوشت سے بھوک مٹاتے ہیں حیوان بھی سارے نہیں ۔ کیونکہ گھوڑے ، بھیڑیں اور دیگر چوپائے گھاس کھا کر گذارہ کرتے ہیں ....

------ مَیں مانتا ہُوں کہ جو جانور ہمیں مارنے کی کوشش کرتے ہیں ، اُن کو مارنا کوئی گناہ نہیں ، مگر بات یہاں تک ہی رہنی چاہیئے ۔ جس طرح حملہ کرنے والے جانوروں کو مارنا واجب ہے اُسی طرح معصُوم جانوروں کو کھانا ناواجب ہے ...... (مُترجم ۔ میری ایم ۔ اِنس)

پائیتھا گورس کے کھانے میں روٹی اور شہد شامل تھا اور شام کو وہ کچّی یا پکائی ہوئی سبزیاں استعمال کرتے تھے ۔ ایمبولیکس پائیتھا گورس کی سوانح حیات میں لکھتا ہے کہ وہ ماہی گیروں کو پیسے دیکر

پکڑی ہوئی مچھلیاں واپس سمندر میں ڈلوا دیتا تھا۔ وہ ریچھوں سے پیار کرتا تھا، مکئی اور اناج پر گذارہ کرتا تھا اور شراب و جانوروں کی قربانی سے نفرت کرتا تھا۔

پائیتھاگورس کے مطابق ویشنو بھوجن من میں شانتی پیدا کرتا ہے اور نفسانی خواہشات کو نہیں بھڑکاتا۔

سیکنیکا۔

سیکنیکا[1] بتاتا ہے کہ اُس کو اپنے پہلے اُستاد سوشن سے پتہ چلا کہ پائیتھاگورس گوشت سے پرہیز کرتا تھا۔ وہ سلسلۂ تناسخ کے اُصول کو یُونانی فلاسفر (پائیتھاگورس) کے خُوراک بارے خیالات کی بُنیاد مانتا ہے۔ سیکنیکا کہتا ہے کہ اِن خیالات کا اثر میرے دِل پر بھی ہُوا اور مَیں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ ایک سال کے اندر اندر ہی یہ عادت اِس قدر خُوش کُن معلوم ہونے لگی، جس قدر کہ آسان بھی تھی۔ مجھے محسُوس ہونے لگا کہ میرا دِل پہلے سے زیادہ بیدار اور باہوش ہو گیا ہے۔

پلوٹارخ۔

پلوٹارخ کہتا ہے کہ ۔۔۔۔ کیا تُم سچ مُچ پُوچھنے کی جُرأت کرتے ہو کہ پائیتھاگورس گوشت کیوں نہیں کھاتا تھا۔ مَیں تو اِس بات پر حیران ہُوں کہ وہ اِنسان (جس نے اِنسانوں کی نسل میں پہلی دفعہ گوشت کھایا) معلُوم نہیں کِس مُصیبت کا شِکار تھا اور اُس کی رُوح کِس حالت میں تھی جس نے جانوروں کا گوشت اپنی زبان سے لگایا اور دُوسروں میں بھی تقسیم کیا! جو جانور مارنے جانے سے پہلے بولتے اور کُودتے پھرتے تھے، اُس نے اُن جانوروں کے گلے سڑے اعضاء کو خُوراک کا نام کِس طرح دے دِیا اُسکی آنکھوں نے اُن جانوروں کو قتل ہوتے، اُن کی کھال اُتارتے اور اعضاء کو جسم سے کاٹے جانے کا منظر دیکھنا برداشت کیسے کر لیا؟ اُس کی ناک یہ بدبُو کِس طرح برداشت کر سکی؟ یہ ساری بدبُو اور گندگی کیا اُس کے مُنہ کا ذائقہ نہ بگاڑ سکی۔ اِنسان کِس طرح حیوانوں کے پیپ دار اور گندے زخموں سے چربی اور خُون چُوس سکا؟ ۔ یقیناً ہم لوگ اپنے بچاؤ کی خاطر تو شیروں اور بھیڑیوں کو نہیں مار کھاتے۔ ہم شیروں اور بھیڑیوں کو تو کُچھ

---

[1] یُونانی فلاسفر و شاعر

نہیں کہتے، لیکن ایسے معصوم اور بے گناہ جانوروں کو مارتے ہیں جو نہ ہمیں ڈس سکتے ہیں اور نہ ہمیں کاٹ ہی سکتے ہیں اور جنکو قدرت نے خوبصورتی اور رونق کیلئے پیدا کیا ہے۔ لیکن ہمیں شرم نہیں آتی۔ ہم بے فائدہ تھوڑے سے گوشت کی خاطر اُن کو سورج، روشنی اور زندگی تک سے محروم کر دیتے ہیں جو کہ اُن کا پیدائشی اور حیاتی حق ہے۔

پلاٹینس :۔

پلاٹینس کا یہ یقین کامل تھا کہ دو جہان ہیں۔ ایک مادّی اور دوسرے رُوحانی۔ وہ کہتا تھا کہ مادّی دُنیا کی قید سے بچنے کے لیئے بندگی اور عبادت ضروری و لازمی ہے۔ حالانکہ اُس کو انتڑیوں کی بیماری تھی اُس نے ایسی دوائیں کھانے سے اِنکار کر دیا جن میں جانوروں کا گوشت ملایا گیا ہو۔

لِنارڈو ڈاوِنسی۔

عظیم مصوّر، کلاکار اور سائنس دان لِنارڈو ڈاوِنسی بھی کٹر ویشنو تھا اُس کو موجودہ تہذیب کا پہلا ویشنو کہا جاتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس میں خون ملا ہو اور نہ ہی کسی جانور پر ظلم کرو۔ وہ ہر جاندار کی زندگی کو متبرک اور پاک سمجھتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ”جو دُوسروں کی زندگی کی قدر نہیں کرتا وہ زندگی کا حقدار نہیں“ وہ کہتا ہے کہ قدرت نہیں چاہتی کہ ایک اِنسان دُوسرے اِنسان کا قتل کرے۔ وہ بھیڑوں بکریوں، اور گائیں وغیرہ کھا جانے کی بے اِنصافی پر بڑا نفرت کا اِظہار کرتا تھا۔

وِنسی کہتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اِنسان حیوانوں کے مارنے کو اُسی طرح بُرا کام اور قتل خیال کرے گا جس طرح کہ آج اِنسان کے قتل کو سمجھا جاتا ہے۔

رُوسو۔

مشہور فرانسیسی فلاسفر رُوسو سادہ اور ویشنو خوراک کو اِنسان کے لیئے مناسب خوراک مانتا تھا۔ وہ بچّوں کے لیئے آدرش تعلیم کا فیصلہ دیتے ہوئے اُن کے واسطے ہمیشہ ویشنو خوراک کی سفارش کرتا ہے۔

وِیگنر۔

مشہور موسیقار وِیگنر بھی ویشنو خوراک کے زبردست حامی تھے۔ وِیگنر گوشت، شراب اور

تمباکو کے خِلاف تھا۔ وہ جانوروں کو مارنے والوں کی مُخالفت کرنے والے براہمنوں اور بُودھوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بُودھی لوگ ایسے پکّے ویشنو تھے کہ جب کبھی قحط پڑ جاتا تھا تو حیوان کی موت اُس کے مالک کے مر جانے کے بعد ہی ہوتی تھی۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو سخت ہدایت کی تھی کہ وہ گوشت نہ کھائیں اور اُس کے کئی شاگرد اور پیروکار شاک آہاری تھے۔

البرٹ سوائٹزر، مشہور فلاسفر مُصنّف جس کو ۱۹۵۲ء میں امن و شانتی کے لئے نوبل پرائز ملا، وہ جانوروں کو مارنے اور گوشت کھانے کے اسقدر خلاف تھا کہ وہ پنجرے میں بند نمائش کیلئے قید کئے ہوئے یا تربیت یافتہ جانوروں کا کھیل دیکھنا بھی پسند نہیں کر سکتا تھا اور پھُول توڑنے کے بھی سخت خِلاف تھا۔

ٹالسٹائے۔

موجُودہ زمانے کا مشہُور عالم، ادیب، اور فلاسفر ٹالسٹائے اپنی زندگی کے آخری بیس برسوں میں کٹّر ویشنو ہو گیا تھا۔ وُہ کہتا ہے کہ جب مَیں نے خُدا میں یقین رکھنا شرُوع کیا تو اِس کے ساتھ ہی میری اصلی زندگی شرُوع ہو گئی۔ جب مجھے خُدا میں یقین نہیں تھا تب میں اپنے آپ کو مُردہ سمجھتا تھا۔ خُدا اور زندگی ایک ہیں۔ ۱۸۸۲ء میں اُس نے شکار کھیلنے کی عادت پُوری طرح سے چھوڑ دی یہاں تک کہ اُس نے نہ صِرف اپنے جوانی کے دِنوں کا پچھتاوہ ہی کیا بلکہ شکار کے شوقین اپنے دونوں بیٹوں 'سرجے'، اور 'ایلیا'، سے علیحدہ بھی ہو گیا۔

ٹالسٹائے اپنے ایک مضمُون میں کہتا ہے کہ دُنیا بھر میں اِستعمال کی جا رہی حشیش، افیم، شراب اور تمباکُو کا سبب یہ نہیں کہ اِن سے ذائقہ، رس، منورنجن یا خُوشی حاصل ہوتی ہے۔ اِن کے اِستعمال کی اصل وجہ یہ ہے کہ اِنسان اپنی رُوح یا ضمیر کی آواز سے ڈرتا ہے اور اِس سے بچنے کے واسطے اِن کا آسرا لیتا ہے۔

جارج برنارڈ شاہ

جب ایف۔ جے۔ فرنی وال نے یُونیورسٹی کالج آکسفورڈ کی شیلے سوسائٹی کی بُنیاد ڈالی تو مشہُور انگریز عالم، ادیب اور ناٹک کار برنارڈ شاہ بھی اِس میں شامل ہُوا۔ سوسائٹی کی پہلی مجلس میں ہی برنارڈ شاہ نے اعلان کیا کہ مَیں بھی شیلے کی طرح ویشنو خُوراک میں یقین رکھنے والا ہُوں۔

ایک دفعہ وُہ سخت بیمار ہو گئے اور ڈاکٹروں نے اُن کی زندگی بچانے کے لئے گوشت کھانے

کی پُر زور ترغیب دی، لیکن اُنہوں نے کہا :۔

’میری حالت عجیب ہے، میری زندگی اُسی صُورت میں بچ سکنے کا یقین دِلوایا جاتا ہے کہ اگر میں گائے کا گوشت کھالوں۔ میں سمجھتا ہُوں کہ دُوسروں کا خُون پینے کی نسبت مرجانا اچھا ہے۔ میں نے اپنے جنازے بارے وصیت کر دی ہے۔ میں چاہتا ہُوں کہ میری میت کے ساتھ بگھیوں اور موٹروں کی بجائے گائیں، بھینسیں، بھیڑوں کے غلّے اور مُرغیوں کے ٹولے ہوں۔ اُن کے گلے میں سفید رنگ کے گلوبند ہوں جو اُس شخص کے لئے عزت اور توقیر کا نشان ہوں جس نے جانوروں کو کھانے کی نسبت موت کو گلے لگانا بہتر سمجھا۔‘

گوشت خور لوگوں کا حال دیکھ کر جارج برنارڈ شاہ نے ایک چھوٹی سی، درد بھری نظم لکھی جس کے کچھ شعر اِس طرح ہیں :۔

We are living graves of murdered beasts
slaughtered to satisfy our appetites.
Like carrion crows we live and feed on meat, regardless of the suffering and the pain.

’ہم گوشت کھانے والے لوگ وہ چلتی پھرتی قبریں ہیں، جن میں کئی ذبح کیئے گئے جانوروں کی لاشیں دفن کی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ ہم نے اپنی بھُوک مِٹانے کے لِئے کیا ہے۔‘

’مُردوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے والی گِدھوں کی طرح ہم اپنے آپ کو گوشت سے پالتے ہیں۔ ہمیں اِس بات کا اندازہ ہی نہیں کہ اِس میں جانوروں کو کتنی خوفناک تکلیف ہوتی ہے۔‘

ڈاکٹر اینی بیسنٹ۔

مشہور تھیوسافسٹ محترمہ اینی بیسنٹ بھی کٹر ویشنو یعنی سبزی خور تھی وہ ساری عمر اس اصُول کو ڈٹی رہیں۔ تھیوسافی انسانی بھائی چارہ کی تعلیم دیتی ہے اور کسی بھی جاندار چیز کو مارنے کی مُمانعت کرتی ہے۔ اینی بیسنٹ کہتی ہیں کہ کسی جانور کو ذبح کیئے بغیر گوشت حاصِل نہیں ہو سکتا۔ جانور کو یا تو ہم خُود مار لیتے ہیں یا کسی دُوسرے سے مرواتے ہیں۔ ہم اپنے کو بہت نرم دِل اور شائستہ سمجھتے ہُوئے جانور کو مارنے سے جھجکتے ہیں اور یہ ذمہ دُوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔ اِس لِئے قتل کرنے والے اُس شخص کی اِخلاقی گراوٹ کے لئے ہم خُود ذمہ وار ہیں۔

کسی پر ظُلم کرنے کی بجائے خُود ظُلم برداشت کرنا اچھا ہے۔ ذبح کیے جا رہے جانور کی نسبت ظالم کی اپنی حالت قدرے قابلِ رحم ہوتی ہے۔ ظالم کا غصّہ اُس کو اپنی ہوش ہی نہیں رہنے دیتا۔ آج تک بُرے کے ساتھ بُرا سلُوک کر کے بیماری کا علاج نہیں ہو سکا ہے۔

مہاتما گاندھی۔

مَیں کسی بھی حالت میں گوشت کھانے کو ضرُوری نہیں سمجھتا۔ کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وقت اِنسان کے لئے گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ مَیں سمجھتا ہُوں کہ اِنسانی جسم کے واسطے گوشت مُناسب خُوراک نہیں۔ ہم جانوروں سے اعلےٰ ہیں۔ گوشت کھا کر ادنیٰ درجہ کی مخلُوق کی طرح کام کرنا ٹھیک معلُوم نہیں ہوتا۔

سُبھاش چندر بوس۔

ماں! مَیں تمہیں بتانا چاہتا ہُوں کہ مَیں سبزی خور بننے کا بڑا خواہشمند ہُوں۔ ابھی تک مَیں یہ آرزو پُوری نہیں کر سکا۔ ایک مہینہ ہو گیا ہے مَیں مچھلی کے سوائے اَور کچھ نہیں کھاتا۔ میں کیا کر سکتا ہُوں۔ مچھلی بھی مَیں بڑی جھجک سے کھاتا ہُوں۔ مَیں گوشت اِس لئے کھانا نہیں چاہتا، کیونکہ ہمارے رِشی مُنی کہتے آئے ہیں کہ 'رحم' کے لئے گوشت خوری سے پرہیز ایک ضرُوری چیز ہے۔ صِرف رِشی مُنی ہی کیوں؟ خُدا نے بھی کہا ہے۔ کسی کو خُدا کی مخلُوق ختم کرنے کا کیا اِختیار ہے؟ کیا یہ گناہِ عظیم نہیں ہے؟ مَیں اُن سے متُفق نہیں ہوں، جو یہ کہتے ہیں کہ گوشت نہ کھانے سے جسمانی طاقت گھٹتی ہے۔ ہمارے رِشی مُنی اِسقدر ناسمجھ نہیں تھے کہ وہ اِنسان کے لئے مُفید ہونے پر بھی مچھلی کھانے کی مُمانعت کرتے۔ اِس کے متُعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ ------

ریورینڈ چارلس ڈبلیو لیڈ بیٹر۔

سب مذہبوں کی یہی تعلیم ہے کہ اِنسان کو ہمیشہ پرماتما کی موج اَور رضا میں رہنا چاہیئے۔ اُسے بُرائی کے مُقابلے میں نیکی کی طرف اَور گراوٹ کے خِلاف ترقی کا رُخ اپنانا چاہیئے۔ جو اِنسان خُود کو ترقی کی راہ پر قائم رکھنا چاہتا ہے وُہ جانتا ہے کہ جانوروں کو مارنا کتنی ذلیل حرکت ہے۔ وُہ جانتا ہے کہ جانوروں میں جو زِندگی ہے وُہ بھی پربھُو کی بخشِش ہے اور اِس دُنیا میں سبھی جاندار خُدا ہی کی مخلوق

ہیں، لہٰذا سبھی چرند و پرند در اصل ہمارے رشتہ دار ہیں۔ ہمیں اپنے سواد کے لیئے اُن کی جان لینے کا کوئی حق نہیں ہے، ہمیں کوئی حق نہیں ہے اُنہیں اِتنی تکلیف اَور دُکھ پہنچانے کا۔"

نیتھینئیل التھمین۔

نیتھینئیل التھمین اپنی کتاب بنام "زندگی کے لیئے خوراک" میں اپنے خیالات کا اِس طرح اِظہار کرتا ہے:۔

"صرف اِنسان ایک ایسا جاندار ہے جسے حیا آتی ہے اور جس کے لیئے با حیا ہونا ضروری ہے"
(مارک ٹوین)

"تمام جاندار یکساں ہیں اور ادنیٰ سے ادنیٰ جانور میں بھی پرماتما کا نواس ہے۔
ایک گمنام شاعر۔

تہذیب یافتہ کہلانے والی مخلوق ہونے کے ناطے اَور ایک ایسی سوسائٹی کے ممبر ہونے کے سبب جو کہ دُنیا میں دائمی امن کی تلاش میں ہے، ہم قدرت کے تئیں اپنی ذمہ داریوں سے لاپرواہ اَور تمام ذی رُوح کے پیدائشی حقوق سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔

" ایکبار ایک مشہور ادیب نے مُردہ بھیڑ اور سیب کے پھل کو زمین میں دبانے کے نتائج کا مقابلہ کیا۔ مُردہ جانور کل سڑ کر مٹی ہو جائے گا جبکہ سیب کے پھل کے بیج پھوٹ کر آہستہ آہستہ ایک مضبوط درخت بن جائیں گے اَور سب کے سینکڑوں پھلوں سے لد جائیں گے۔

البرٹ آئین سٹائین

مشہور سائنس دان، عالم و فلاسفر البرٹ آئین سٹائین کہتے ہیں، " مجھے یقین کامل ہے کہ شاکاہاری بھوجن اِنسان کی طبیعت پر اِتنا مفید اثر ڈالتا ہے کہ اگر اُسے اپنا لیا جائے تو تمام بنی نوعِ اِنسان کی حالت سُدھر جائے گی۔

ریورینڈ ڈاکٹر والٹر والش۔

" بے شمار عقلمند اِنسان اِس بات پر گہری تشویش اَور افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہماری اِس دُنیا میں بے زبان جانوروں یعنی چرند و پرند کو خوفناک تکلیف سہنی پڑتی ہے۔ لیکن ایسے لوگ

بھُول جاتے ہیں کہ اُن جانوروں کو اِیذا پہنچانے میں اُن کی اپنی بھی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ اُس مکرُوہ خُوراک کو آج بھی اپنائے ہُوئے ہیں جو کہ اِنسانی تہذیب کے غیر مُہذب زمانہ میں آدمی کی خُوراک تھی۔

" اگر یہ رحمدل و نرم دِل لوگ اُس ناقابلِ برداشت درد کا اندازہ لگا سکیں جو کہ جانوروں کو آدمی کے ذائقے کی تسلّی کے لِئے برداشت کرنا پڑتا ہے تو وُہ اپنے دستر خوان پر گوشت آمیز کھانے کو۔ جسے وُہ آج بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ دیکھنا بھی گوارا نہ کریں۔"

مُتفرقہ

ہم زِندہ قبریں ہیں مُردہ جانوروں کی،
جو مارے جاتے ہیں ہماری بھُوک مِٹانے کو،
جنہیں کھاتے وقت ہم کبھی سوچتے ہی نہیں،
کہ اِنسان کی طرح جانور کو بھی کوئی حق حاصِل ہے

. . . .

اِتوار کے دِن (گرجہ میں جاکر) کرتے ہیں ہم دُعا،
مانگتے ہیں روشنی، چلیں ہم سچّی راہ پر،
جنگ بازی سے ہمیں نفرت ہے، جنگ ہم چاہتے نہیں،
جنگ کا تصوّر ہی ہمیں لرزا دیتا ہے،
پر پھر بھی ہم ذبح کِئے مُردار مانگتے ہیں،

. . . .

گِدھوں کی طرح چاہتے ہیں ہم گوشت،
احساس کرتے ہی نہیں، دُکھ کِتنا ہوتا ہے کِسی کو،
نِہتّے جانوروں پر کرتے ہیں وار،
اُمید کیسے رکھتے ہیں، امن کی دُنیا میں

ذبح کرتے ہیں جب بے زبانوں کو،
ہم اُمید رکھتے ہیں کسطرح امن و چین کی،
ہماری اِس بے رحمی کا نتیجہ ہے۔ جنگ۔

جارج برنارڈ شاء

ہر جاندار کے نام۔
کیا بھول گئے ہیں ہم،
خُدا کا وُہ اٹل اعلان،
کہ اِنسان کیلئے ہی نہیں بلکہ
ہر جاندار کو ہے یہ فرمان،
. . . .
ہر مُلک کے سب اِنسانو!
ہر ہی نوعِ اِنسان کو بتا دو،
کہ ہر جاندار کے ساتھ پیار ہی،
مُجھ سے سچّا پیار ہے۔
. . . .
مُجھے ہمّت دو کہ مَیں،
غریب بےچاروں کے لِئے لڑ مر سکوں
اُن کے کام آؤں جو،
کھڑے ہو نہیں سکتے اپنے پاؤں پر۔
. . . .
مُجھے ہمّت بخشو کہ
مَیں ہمدردی کے گیت گاؤں،

سُنا سکوں سارے انسانوں کو،
کہ یہ ایک ہی خُدا کی ہیں مخلوق۔

میری ایچ۔ کِلنز

بے زبانوں کے تئیں۔

اُن کے پاس تو مانگ سکنے کو زباں ہی نہیں
اُن پر ترس کیا جائے، اُن پر رحم کیا جائے
وُہ گونگے ہیں، کہہ نہیں سکتے،
وُہ تو لہو لہان ہو رہے ہیں بے یار و مددگار
سہتے ہیں کتنے ہی وار،
پر کہہ نہیں سکتے کچھ بھی،
سہے جاتے ہیں سختی اور مار۔

. . . .

ہم سہے ہیں یہ رب کی گونگی مخلوق ہیں
پر محسوس کرنے کے قابل تو ہیں،
اُن کی تکلیف، اُداسی اور تڑپ،
اُن کے چہروں سے ٹپکتی ہے

. . . .

وہ مانگ ہی نہیں سکتے رحم کی بھیک،
نہ کہہ سکتے ہیں کہ بخش دو ہم کو،
پر ہماری آنکھوں میں وہ نور کہاں؟
کہ پہچان سکیں اُن کے دُکھ درد کا حال۔

. . . .

ہر شہر میں ہر گاؤں میں ،
رَب نے دِیا ہے حُکم ہم کو ،
رَحم کرو اُن معصوموں پر ،
جو خُود نہیں کر سکتے فریاد

ایڈگر لے ۔ گیسٹ

جانوروں پر رحم اَور اِنسان پر رحم کرنے میں کوئی فرق نہیں ، نہ پہلے کبھی تھا اَور نہ آئندہ کبھی ہوگا ۔ آج دُنیا کو صِرف اِنسان کی ہی نہیں بلکہ رحم بھری رُوحوں کی بھی ضُرورت ہے ۔

—— کلیول اَور ایمری

ہمارے بعد آنے والی بہتر تہذیب یافتہ نسلیں ہم جانور خوروں کو اُسی نظر سے دیکھیں گی جس سے ہم آج غیر مہذب آدم خور نسلوں کو دیکھتے ہیں ۔

ڈبلیو رِیڈ

جانوروں کو مارنا ایک بیوقُوفانہ حرکت ہی نہیں بلکہ یہ اُس خُدائے مُطلق کی توہین بھی ہے ۔

۔ نیوٹن ۔

ضمیمہ نمبر ۱۳

مصنّفوں کا تعارف

۱۔ بھائی کرپال سنگھ نارنگ، ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی

آپ تواریخ اَور فلاسفی کے عالم ہیں۔ آپ نے بھائی گورو گرنتھ صاحب اَور سنت مت کی فلاسفی کا گہرا مُطالعہ کیا ہے۔ دس برس تک پنجابی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے فرائض سرانجام دینے کے بعد فراغت پاکر آپ اپنا وقت اب رُوحانی اَور پرمارتھی کاموں میں صَرف کر رہے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں آپ کی خدمات کے لیئے بھارت سرکار نے آپ کو عزت عطا فرمائی ہے۔

۲۔ سردار سنتوکھ سنگھ

آپ گوربانی کے مشہور عالم ہیں۔ آپ فلاسفی و رُوحانیت کے پریمی اَور سنجیدہ جگیاسو ہیں۔ آپ بھارتی ہوائی فوج کے ایئر وائس مارشل کے اعلےٰ عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر مان سنگھ نرنکاری۔

رُوحانیت کے پریمی، سِکھ دھرم اَور اُس کی تاریخ کے کھوجی عالم، مصنّف اور فلاسفر ہونے کے ساتھ ہی آپ پنجاب کے مشہور اَور افضل آنکھ کے ڈاکٹر بھی ہیں۔

۴۔ پرنسپل نرنجن سنگھ

اپنی دھرم میں دِلچسپی، اعلےٰ کیریکٹر، نیک رہن سہن اور علمیت کے لیئے آپ بہت مشہور ہیں آپ مُلک کے مشہور سائنس دانوں میں سے ہیں۔ آپ ایک پریمی سِکھ، غیر جانبدار فلاسفر اور پرمارتھ کے سچے جگیاسو ہیں۔ آپ کے اعلےٰ کیریکٹر اور اخلاقی زندگی نے پنجاب کے کئی مُعلمین اور عالمین کو مُتاثر کر کے اُن کی زندگی کو بدل دیا ہے۔

۵۔ ڈاکٹر جیمز بیلی ۔۔۔

آپ ایک رحمدل عیسائی پادری ہیں۔ عیسائی دھرم کے عالم ہونے کے باوجود آپ دیگر دھرموں اور پنجابی زبان کے اچھے جانکار ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۱۴

مُتعلقہ کِتابوں کی فہرست

ہندی

۱- شری آدگرنتھ، پبلشر- شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی

۲- کبیر گرنتھاولی (ناگری پرچارنی سبھا، کاشی)

۳- کبیر صاحب کا ساکھی سنگرہ حصّہ اوّل و دوم (بلویڈئیر پریس، پریاگ)

۴- کلیان (ماہواری)، سنت بانی ایڈیشن (گیتا پریس، گورکھپور)

۵- شریمد بھاگوت گیتا (گیتا پریس، گورکھپور)

۶- پدم پُران

۷- تاڈیل وید

۸- داڈو دیال کی بانی، حصّہ اوّل و دوم (بلویڈئیر پریس، پریاگ)

۹- بابا ملوک داس جی کی بانی (بلویڈئیر پریس، پریاگ)

۱۰- پلٹو صاحب کی بانی، حصّہ اول (" " " ")

۱۱- غریب داس جی کی بانی- (" " " " ")

۱۲- دریا گرنتھاولی، پہلا و دوسرا گرنتھ (راشٹر بھاشا پریشد بہار، پٹنہ)

۱۳- گھٹ رامائین، تلسی صاحب، حصّہ اول و دوم (بلویڈئیر پریس، پریاگ)

۱۴- سنت بانی ویوگی ہری (سستا ساہتیہ منڈل)

۱۵- ہندی کاویہ پرکاش (متر پرکاشن، الٰہ آباد)

۱۶- نیتی شلوک کوش (سنت مارگ پرکاشن، دہلی)

۱۷۔ ہندی کے جن پد سنت (پبلشر موتی لعل بنارسی داس، بنارس)

پنجابی

۱۔ شری آدی گرنتھ (پبلشر۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی)
۲۔ واراں بھائی گورداس جی
۳۔ مُکمنامے (ایڈیٹر گنڈا سنگھ، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ)
۴۔ شبدارتھ شری گورو گرنتھ صاحب (شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی)
۵۔ مہان کوش۔ کاہن سنگھ نابھا، بھاشا وبھاگ، پنجاب)
۶۔ گورمت مارتنڈ۔ کاہن سنگھ نابھا
۷۔ جنم ساکھی بھائی بالے دی
۸۔ جنم ساکھی بھائی منی سنگھ
۹۔ گوربلاس، پاتشاہی چھیویں
۱۰۔ گورو پرتاپ سوریہ
۱۱۔ نانک پرکاش (پورواردھ) بھائی سنتوکھ سنگھ
۱۲۔ بمل بببیک باردھ
۱۳۔ چونویاں کافیاں۔ بھاشا وبھاگ، پنجاب
۱۴۔ بھارتی دھرماں نال جان پچھان، ہربنس سنگھ، لعل منی جوشی

دیگر زبانوں میں

۱۔ تذکرۃ الاولیا (فارسی) فریدالدین عطار
۲۔ دبستانِ مذاہب (فارسی) ذوالفقار اردستانی
۳۔ شری نامدیو گاتھا (مراٹھی) مہاراشٹر سرکار

English (अंग्रेजी)

1. The Holy Bible
2. The Holy Quran
3. The Book of Mirdad Mikhail Naimy, N M. Tripathi Ltd. Bombay
4. The Light of Asia —Sir Edwin Arnold
5. Essene Gospel of Peace —Edited by E. B. Szekley
6. Spiritual Gems —Maharaj Sawan Singh
7. Science of the Soul —Maharaj Jagat Singh
8. Light on Santmat —Maharaj Charan Singh
9. Divine Light —Maharaj Charan Singh
10. A study of Bhagwat Purana —P. N. Sinha
11. Hindu Polity —Edited by E. W. Nipkins
12. The Panjab, Past and Present —Edited by Ganda Singh, Panjabi University, Patiala
13. The Lankavatara Sutra —Eng. translations by Daisetz Teitaro Suzuke
14. The Dead Sea Scrolls & The Life of the Ancint Essenes —R. W. Bernard, Mokelumne Hill, California
15. The case for the Vegetarian Conscientious Objector —Tolstoy Peace Group, Brooklyn
16. Reverence for Life —Albert Schweitzer
17. The Moral Basis ot Vegetarianism —M. K. Gandhi
18. Eating for Life —Nathaniel Altman
19. The Vegetable Passion —Janet Barkas
20. Living the Vegetarian way —Dr. J. M. Jussawalia